NATIONAL PRESS URDU LITERATURE SERIES No. 8.
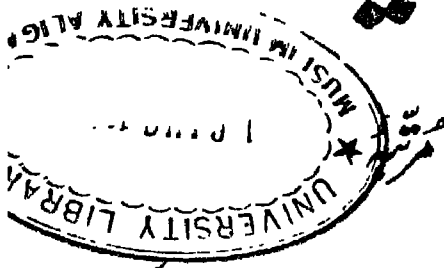
ALLAHABAD

RAM NARAIN LAL

PUBLISHER AND BOOKSELLER

1927

انتساب

میں اپنے اس انتخاب کلیات سودا کو عالیجناب
نواب محمد یوسف صاحب بیرسٹرایٹ لا۔
ایم۔ ایل۔ سی۔ وزیر صوبجات ممالک متحدہ
آگرہ و اودھ کے نام نامی کے ساتھ بصد فخر و
مباہات معنون کرتا ہون +

عالی لکھنوی

فہرست مضامین

مقدمہ

سوانحی حالات | مرزا محمد رفیع نام تھا۔ سودا تخلص کرتے تھے۔ اصل وطن کابل تھا۔ اُن کے والد بغرض تجارت ہندوستان آئے اور پھر اسی ملک میں بود و باش اختیار کر لی۔

سودا ۱۱۲۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدا ہی سے طبیعت کو شاعری سے خاص لگاؤ تھا۔ عنفوان شباب ہی میں شعر گوئی کی مشق شروع کر دی پہلے سلیمان قلی وداد سے اصلاح لیتے رہے۔ پھر شاہ حاتم کے زمرہ تلامذہ میں شامل ہو گئے۔

مرزا نے ابتدائی عمر سے دہلی میں پرورش پائی۔ یہ زمانہ شاہ عالم کا زمانہ تھا۔ مغلوں کی سلطنت کا چراغ ٹمٹما رہا تھا مرہٹے زور پکڑتے جاتے تھے اور انگریز اپنی سلطنت کو مستحکم کر رہے تھے۔ مرکزی سلطنت بالکل کمزور ہو رہی تھی۔ شہنشاہی برائے نام باقی تھی لیکن پھر بھی علم و ادب کی طرف سے کچھ کچھ دلچسپی ضرور تھی۔ علما و شعرا کی قدر کی جاتی تھی۔ چنانچہ شاہ عالم نے مرزا کو اپنا اُستاد بنایا اور اُنسے اپنے کلام کی اصلاح لینا شروع کی لیکن

شاہی اقتدار کے ساتھ یہ ذوق بھی کم ہوتا گیا۔ اور یہ سلسلہ بہت دنوں تک قائم نہ رہ سکا۔

افتادِ طبیعت | مرزا نہایت خوش مزاج اور نفاست پسند آدمی تھے۔ قاعدہ ہے کہ انسان جیسے جیسے علمی ترقی کرتا ہے اُس کے حسیات بھی لطیف تر ہوتے جاتے ہیں۔ ادبی ترقی کے ساتھ ساتھ مرزا کے اخلاق اور نفاست پسندی میں بھی ترقی ہوتی گئی۔ اصل یہ ہے کہ مرزا کو قدرت سے عالمانہ دماغ اور شاعرانہ جذبات عطا ہوئے تھے۔ پھر دہلی کی علم دوست سوسائٹی کا اثر سونے پر سہاگہ بن گیا۔ شاعری کی اور دل کھول کے کی۔ پہلے فارسی کی طرف جُھکے لیکن یہ رجحان عارضی ثابت ہوا اور مرزا نے ریختہ گوئی کی طرف توجہ کی۔ اُس وقت بھی فارسی شاعری کے مقابلے میں ریختہ گوئی کی زیادہ قدر نہ تھی۔ عام طور پر شعرا فارسی میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ لیکن سودا اور میر کی نازک خیالیوں نے ریختہ کو فارسی کا جواب بنا دیا۔ مرزا جتنے خوش مزاج تھے، اُتنے ہی نازک مزاج بھی تھے۔ ذرا کسی سے خفا ہوئے اور ہجو لکھ ڈالی یہاں تک کہ جانور بھی اِن کے ادبی حملوں سے محفوظ نہ تھے۔ با ایں ہمہ وہ بڑے سیر چشم تھے۔ نواب شجاع الدولہ نے لکھنؤ سے طلب کیا لیکن کچھ تو سیر چشمی اور کچھ خاکِ دہلی کی محبت، معذرت لکھ بھیجی، اور خود جانا پسند نہ کیا۔

مرزا سودا کی طبیعت میں حصول علم کا ذوق، اکتساب فن کا شوق بدرجہ اتم موجود تھا۔ علو ہمتی اور بلند حوصلگی گویا ان کی فطرت میں داخل تھی۔ اور ان چیزوں کی جھلک ان کی شاعری میں صاف نظر آتی ہے ظاہر ہے کہ جس شخص میں یہ صفات حمیدہ موجود ہونگی وہ کسی کی بات برداشت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ یہی حال مرزا کا تھا۔ انتہا درجہ کے نازک مزاج تھے اور اسی بنا پر اکثر ہم عصر شعرا سے صرف چشمک نہیں بلکہ رنجش رہتی تھی۔

سفر لکھنؤ

زمانہ کسی کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتا۔ جہاں کبھی حسینوں کی محفلیں گرم رہتی تھیں وہاں آج اُلّو بولتا ہے جس جگہ آج عیش و نشاط کے جلسے نظر آتے ہیں، ممکن ہے کہ کل وہاں آدمی کی صورت بھی نہ دکھائی دے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ سربفلک عمارتیں جو آج شان و شوکت کا دم بھرتی ہوئی ہیں۔ ایک صدی بعد بھی اسی طرح دیکھنے والوں کو محو حیرت بنائینگی، دہلی جس کی خاک کے ایک ایک ذرّے میں آریہ، ہندو اور مسلمانوں کی تاریخ کے بیش بہا خزانے چھپے ہوئے ہیں، زمانہ کے ہاتھوں مٹ مٹ کے ابھری اور اُجڑ اُجڑ کے بسی ہے۔ اسی سرزمین پر متعدد حکمراں خاندانوں کے چراغ حکومت روشن ہوئے اور کچھ دن بعد بداقبالی کی ہواؤں کے تھپیڑے کھا کھا کر گُل ہو گئے، اور اسی شہر نے وہ وہ واقعات دیکھے ہیں جو خون کے آنسو رُلانے کے لئے کافی ہیں۔ مغلیہ سلطنت کا آفتاب

یہیں طلوع ہوا اور یہیں غروب بھی ہوگیا۔ بڑے بڑے نامور شعرا اپنے اپنے وطن چھوڑکر یہاں آئے اور اسی کی خاک پاک میں دفن ہوگئے لیکن نہ زمانہ ہی اور تھا۔ درباروں میں شعر و شاعری کی قدر ہوتی تھی حکما و علما کی حوصلہ افزائی ہوتی تھی۔ شاہان مغلیہ کا دور علم و ادب کی ترقی کے لئے خصوصیت سے ممتاز ہے۔ دور اکبری کے شعرا بقائے دوام حاصل کرچکے ہیں۔ جہانگیر نے شعرا کو مالا مال کردیا، شاہجہان نے منہ موتیوں سے بھروا دیا۔ غرض شاہان مغلیہ کے عہد میں ہندوستان میں فارسی شاعری نے اتنی ترقی کی کہ کسی غیر ملکی زبان نے نہیں اور نہ کبھی کی تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ اردو اس دور کے فیوض سے محروم رہی۔ جب عہد مغلیہ کی شمع گل ہو رہی تھی تو اردو شاعری کا بچپن تھا، تاہم اس نے محلوں میں پرورش پائی، درباروں میں کھیلی۔ اجڑے ہوئے باغ کی آخری بہار دیکھی۔ شاہ عالم نے اردو کے ہونہار بچے کے سر پر دست شفقت رکھا اور بہادر شاہ نے اسے سر چڑھایا۔ لیکن افسوس کہ یہ دور بھی عرصے تک قایم نہ رہا۔ رہی سہی بہار لٹ گئی اور سلطنت مغلیہ کا چراغ گل ہوگیا۔ اور جب نور ہی نہ باقی رہا تو پروانے کیوں آتے؟ شعرا، صنّاع، اہل کمال، غرض جس کا جدھر منہ اٹھا نکل گئے۔ سودا نے بھی خاک دہلی کو آخری سلام کیا اور فرخ آباد

میں چندے قیام کر کے غالباً ۱۱۸۵ھ میں فیض آباد آئے۔
اودھ میں اس وقت نواب شجاع الدولہ برسرِ حکومت تھے۔
انھوں نے اس باکمال کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور درباری شعرا میں
شامل کر لیا۔ نواب شجاع الدولہ کی وفات پر اودھ کا دارالسلطنت لکھنؤ
قرار پایا۔ مرزا نے فیض آباد چھوڑ کر لکھنؤ میں سکونت اختیار کی۔

یہ زمانہ لکھنؤ کا دورِ نشاط تھا۔ ہر چہار طرف سخاوت و دریا دلی کی
گنگا جمنا بہتی تھی۔ نوجوان، جدت پسند، بلند حوصلہ، فراخ دل، فرشتہ
خصال نواب آصف الدولہ حکومت کی ترنگ میں دن عید، رات شب برات
مناتے تھے۔ مرزا بھی اس حاتمِ دوران کی فیاضی و سخاوت سے فیضیاب
ہوئے اور دربار سے اُن کا وظیفہ مقرر ہو گیا۔

مرزا کی شاعری | اُردو نظم کی شاید ہی کوئی ایسی صنف ہو جس میں مرزا نے
طبع آزمائی نہ کی ہو۔ قصاید، مثنویاں، رباعیات، قطعات، سلام، مرثیے،
پہیلیاں، واسوخت، ترجیع بند، مخمس، سب میں کچھ نہ کچھ کہا ہے اور اکثر
اصناف میں وہ خوبی پیدا کر دی ہے کہ بس یہی کہنا پڑتا ہے کہ یہ مرزا ہی کا
حصہ تھا۔

قصاید | آزاد نے سچ کہا ہے کہ "دوسرے طبقہ میں اگر شعرا نے کچھ کہا ہے
تو ایسا ہے کہ اُسے قصیدہ نہیں کہہ سکتے۔ پس اوّل قصاید کا کہنا پھر اس

دھوم دھام سے اعلیٰ درجۂ فصاحت و بلاغت پر پہنچانا انکا پہلا فخر ہے"۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس عہد سے پیشتر تک فارسی کا اثر اتنا باقی تھا کہ شعرا قصاید کے لئے فارسی زبان کو اختیار کرتے تھے اور امرا و تاجدار وقت چونکہ خود فارسی سے واقف ہوتے تھے' اس لئے اسی زبان میں اپنی تعریف سُننا پسند کرتے تھے۔

ایک دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ اُردو میں ابھی اتنی سکت نہ آئی تھی کہ وہ قصاید کے وزن کو سنبھال سکتی۔ قصیدہ کے لئے بلند مضامین' چُست الفاظ' چبھتی ہوئی ترکیبیں وغیرہ نہایت ضروری عنصر ہیں لیکن اُردو میں اس وقت تک پوری طور پر مفہوم ادا کرنے کی بھی قوت نہ تھی۔ وہ کیونکر ان نازک خیالیوں کو اپنے آغوش میں جگہ دیتی؟ اُردو کو اس قابل بنانے کے لئے میر کے پُر درد دل اور سودا کے پر زور قلم کی ضرورت تھی۔ ان بزرگوں نے اس سنگلاخ زمین پر قدم رکھا اور اس منزل کو اس خوبی سے طے کیا کہ اُردو بمقابلہ فارسی بھی آگے نظر آنے لگی۔

میر و سودا کی طبیعتیں مختلف تھیں۔ ایک نے غزل میں سوز و گداز پیدا کیا' دوسرے نے قصیدہ میں شوکت و شادمانی کی روش پیدا کی۔ غرض یہ دونوں اُستادانِ سخن' اپنے جذبات' اپنے شاعرانہ انداز بیان اور قدرت زبان کے لحاظ سے اپنا جواب آپ تھے۔ سودا کی طبیعت قصیدہ

کے لئے بالکل موزوں تھی۔ خوش مزاجی، یار باشی، دربار داری، شوخی، نازک خیالی، ان کی طبیعت کے اجزا تھے اور یہی چیزیں ہیں جنکی بنا پر شاعر قصیدہ نگاری میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ شگفتہ مزاجی سودا کے ہر مصرعہ سے ٹپکتی ہے، غزلوں سے بشاشت اور شادمانی کا اظہار ہوتا ہے، اور انکی ذہنی ظرافت کا پورا اندازہ تو انکے ان اشعار کے مطالعے سے ہو سکتا ہے جو انھوں نے ہجو میں کہے ہیں۔

لیکن میر قصیدہ کے مرد میدان نہیں۔ قصاید انھوں نے بھی کہے ہیں۔ لیکن جو بات سودا کے یہاں اکثر و بیشتر ملتی ہے، وہ میر کے یہاں خال خال نظر آتی ہے۔ اس کی خاص وجہ یہی ہے کہ میر کی طبیعت میں ظاہری جاہ پسندی، دربار داری، اور خوشامد نہ تھی اور وہ ان سے کوسوں دور رہتے تھے۔ اور یہ فرق دونوں کے ان قصاید کے تقابل سے جو انھوں نے مناقب میں کہے ہیں صاف صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ میر نے مناقب میں "حسن اعتقاد کا حق ادا کر دیا ہے" لیکن سودا کے یہاں یہ بات اس حد تک نہیں پائی جاتی یعنی وہ جوش و خروش کم ہے جو ہونا چاہئے۔

میر کی سادگی اور ان کا سوز و گداز قصیدوں میں بھی موجود ہے۔ لیکن سودا کے قصیدوں میں شوخی، ظرافت، مضمون آفرینی اور طبیعت داری کا جلوہ نظر آتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ سودا نے بھی قصیدہ سے وہ کام نہیں لیا جو لینا چاہئے تھا اور شعرائے فارس کی طرح مدح سرائی و ستائش کی چار

دیواری سے نہ نکل سکے۔ لیکن پھر بھی یہ کہنا مبالغہ نہیں ہے کہ اگر انیس نے اُردو میں مرثیہ کو مرثیہ بنا دیا ہے تو سودا نے قصیدہ کو قصیدہ بنایا ہے۔ اور اگر انیس کا تتبع پورے طور پر کسی سے نہیں ہو سکا ہے تو سودا کی قصیدہ گوئی تک بھی کوئی نہیں پہنچ سکا ہے۔ لیکن انیس کے نقش قدم پر چلنے والے اب بھی ہیں اور اگر خوش اعتقادی اور حب اہلبیت، ہندوستان کی دنیا سے بالکل ناپید نہ ہو گئی تو یہ متبرک سلسلہ جاری رہیگا لیکن اپنی صنعت شاعری کے جو بلند قصر سودا نے تیار کئے ہیں آج اُن میں کوئی چراغ جلانے والا بھی باقی نہیں ہے۔ ذوق مرحوم نے البتہ کوشش کی اور ایک حد تک کامیاب بھی ہوئے لیکن قصیدہ کی وہ شان باقی نہ رہی جو بعض ایرانی شعرا یا سودا کے یہاں پائی جاتی ہے اور باقی کیونکر رہتی ؟ زمانہ کا رنگ بدل چکا تھا۔ جب قصیدے سننے والے ہی نہ رہے تو کہے کس کے لئے جاتے ؟ جب ممدوح ہی نہ رہے تو مدح کس کی ہوتی ؟ اور جو دو چار رئیس باقی بھی رہے تو اُن کا مذاق طبیعت بدل گیا، مشاغل دوسرے ہو گئے اور طبیعت کو دوسری چیزوں سے رغبت ہونے لگی۔

اردو کی نظم و نثر کی ترقی کا اصلی دور اُس وقت سے شروع ہوتا ہے جب ہندوستان میں اسلامی تمدن و تہذیب کے آثار مٹ رہے تھے سلطنت کا سایہ سر سے اُٹھ چکا تھا۔ مغربی تہذیب، مشرقی تہذیب کی اصلاح

پر آمادہ تھی۔ تاہم فاتحین فرنگ نے اُردو زبان کے لئے جو کچھ کیا بہت کیا لیکن اس کی مثال بالکل ویسی ہی ہے جیسے کسی شیرخوار بچے کو اس کی حقیقی ماں کی گود سے جدا کرکے اناؤں سے پرورش کرائی جائے۔ اگر زندگی باقی ہوتی ہے تو ایسے بچے بھی پرورش پا ہی جاتے ہیں۔ لیکن آغوش مادر کے پلے ہوئے بچے کی تربیت اور ہوتی ہے اور بیرونی امداد سے پلے ہوئے بچے کا اُٹھان دوسرا ہوتا ہے۔ بہرحال مختلف وجوہات کی بنا پر اُردو کی قصیدہ گوئی بہت محدود رہ گئی۔ اُردو میں جتنے قصاید لکھے گئے ہیں سب کی بنا خود غرضی پر ہے یعنی اکثر قصائد دنیوی اغراض سے لکھے گئے ہیں اور کچھ مذہبی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر تحریر ہوئے ہیں۔ جو قصاید امرا و سلاطین کی شان میں لکھے گئے ہیں اُنکا مقصد صرف جلب منفعت ہے اور جو قصاید پیغمبر اسلام اور اہلبیت کی شان میں تصنیف کئے گئے انکی غرض حصول ثواب آخرت، بخشش، اور عفو گناہ ہے لیکن اُردو میں ایسے قصاید بالکل ناپید ہیں یا نہ ہونے کے برابر ہیں۔ جنمیں اعلےٰ اخلاق و فلسفہ کی تعلیم دی گئی ہو، مناظر فطرت کا صحیح نقشہ کھینچا گیا ہو، فطرت انسانی کا مرقع پیش کیا گیا ہو، یا ممدوح کے صحیح اور اصلی عادات و اطوار پر رنگ آمیزی نہ کی گئی ہو۔ حالانکہ مناظر فطرت کے بہترین خاکے حکمت و اخلاق کے بلند ترین نظریئے، مشاہیر عالم کے قابل تقلید خیالات، اس صنف

شاعری کے ذریعہ سے نہایت آسانی سے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ تمدن اور معاشرت کے پہلو عمدہ سے عمدہ پیرائے میں قوم کے روبرو لائے جا سکتے ہیں۔ بداخلاقی کی اصلاح کیجا سکتی ہے اور جن اخلاق حسنہ کی آج ابنائے وطن کو ضرورت ہے وہ نئے نئے اور موثر طریقوں سے نظروں کے سامنے لائے جا سکتے ہیں۔

تاہم سودا کے قصائد میں چند باتیں ایسی بھی ہیں جو انکو دوسرے سے ممتاز ثابت کرتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ سودا ممدوح کی واجبی تعریف کرتے ہیں اور دعائیہ اشعار بہت کم لکھتے ہیں۔ بہاریہ مضامین کثرت سے نظم کرتے ہیں اور سب سے عمدہ بات یہ ہے کہ اپنے زمانہ کے تمدن و معاشرت کی نہایت مکمل تصویریں کھینچتے ہیں۔ میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ سودا یار باش آدمی تھے ہر طرح کے لوگوں سے ملتے تھے۔ امرا کے یہاں باریابی کے مواقع حاصل تھے۔ دربار سے توسل تھا، تاجدار وقت کے بھی حضور میں اکثر حاضر ہوتے تھے اس لئے تمدن اور معاشرت کے جن جن پہلوؤں کو انھوں نے نظم کیا ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ جہاں میدان کارزار کا نقشہ کھینچا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاعر خود میدان جنگ میں موجود ہے اور جو آنکھوں سے دیکھتا ہے بے تکلف نظم کرتا جاتا ہے۔ بگڑے ہوئے امرا کی تباہ حالی کا جو نقشہ انھوں نے اپنے مخمس شہر آشوب

میں کھینچا ہے اُس سے بہتر نقشہ کھینچنا قریب قریب ناممکن ہے۔ اسکی وجہ یہی تھی کہ سودا کو ہر طبقہ کی معاشرت سے پوری واقفیت تھی امرا کے اخلاق، تاجدار کی طبیعت، درباریوں کے ہتھکنڈے، عوام کے مشاغل سب کا انکو علم تھا اور زورِ قلم کا کیا پوچھنا، وہ تو فطرت نے ازل ہی میں عطا کر دیا تھا، اس لئے وہ معاشرت کے جس پہلو کو لیتے ہیں اسکی صاف و نمایاں تصویر کھینچ دیتے ہیں۔ اگر میدانِ جنگ کا نقشہ کھینچتے ہیں تو اس عہد کے تمام جنگی اسلحہ کے نام بلاتکلف استعمال کرتے ہیں، صف آرائی اور سپاہ کی نقل و حرکت کا منظر دکھاتے ہیں۔ اگر ممدوح کی شہسواری کی تعریف کرتے ہیں تو ہر چیز کے اصطلاحی نام نہایت خوبی سے نظم کرتے ہیں اگر شادی کا ذکر کرتے ہیں تو اس کے اکثر لوازم اور لکھنؤ کے خوبصورت محاوروں کو روانی سے لکھتے چلے جاتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اکثر خیالی ڈھانچوں میں ایسی ادبی روح پھونکی ہے کہ وہ اصلی و حقیقی مجسمے ہیں۔ تخیل کے چمنوں میں وہ گلکاریاں کی ہیں کہ اصلی و تازہ سرسبز و شاداب پنکھڑیوں کا دھوکا ہوتا ہے۔ اس قصیدہ میں جسکا مطلع یہ ہے ؎

صبح ہوتے جو گئی آنکھ مری، آج جو ٹک
دی خوشی نے وہیں آکر یہ دل پر دستک

سودا نے مسرت کو مجسم قرار دیا ہے۔ لیکن کلام کی خوبی اور شاعری کی قدرت کا

یہ عالم ہے کہ نظروں کے سامنے ایک دلفریب، ماہ پیکر دوشیزہ کھڑی ہوئی؛ شاعر سے کلام کرتی معلوم ہوتی ہے اِسی طرح اس قصیدہ میں جسکا مطلع یہ ہے[۵]

اُٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستاں سے عمل
تیغ اردی نے کیا ملکِ خزاں مستاصل

شاعر نے جس خوبی سے بہار کا سماں کھینچا ہے اُس سے معًا یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم خود ایک آراستہ وپیراستہ باغ میں کھڑے ہیں۔ سامنے حوض ہے، مخملی فرش بچھا ہوا ہے، درخت سامنے پھولوں سے لدے کھڑے ہیں۔ زمین سبزے اور پھولوں کے عکس سے بوقلموں ہو رہی ہے۔ نرگس کی نیم باز آنکھیں مخمور ہیں اور لالہ جام بکف زبانِ حال سے "بنوش بادہ کہ ایام غم نخواہد ماند" کے ترانے گا رہا ہے۔ نسیم لڑکھڑاتی پھرتی ہے۔ صبا، زلفِ سنبل کو چھیڑتی، پھولوں کو گدگداتی اور کلیوں کو چٹکاتی ہوئی صحن چمن میں مصروف خرام ہے غرض جو کچھ ہے اس قرینے سے ہے کہ نقالی کا شبہ نہیں ہوتا، حقیقت کا گماں ہوتا ہے اور پڑھنے والے پر تھوڑی دیر کے لئے محویت طاری ہوتی ہے۔

غزل | غزل گوئی میں بھی سودا کا درجہ بہت بلند ہے۔ اگرچہ قصیدہ اور غزل میں بہت فرق ہے اور یہ ضروری نہیں کہ قصیدہ نگار غزل گوئی میں کماحقہ دادِ سخن دے سکے اس لئے کہ جو باتیں قصیدہ کی جان ہیں وہ غزل کے لئے غیر ضروری بلکہ ایک حد تک مضر ہیں۔ غزل کے لئے ایک پُر درد

دل، اور سوز و گداز کے اثر کرنے والے جذبات کی ضرورت ہے اور یہ چیزیں سودا کے یہاں کمیاب ہیں، البتہ ان کی غزلوں میں حسن و عشق، عیش و سرور، اور بزم طرب کے جذبات صاف صاف نظر آتے ہیں اور یہ باتیں ان کے کمال پر دلالت کرتی ہیں لیکن کہیں ایسی ترکیبیں بھی پائی جاتی ہیں جو غزل سے زیادہ قصیدہ کے لئے موزوں ہیں یعنی طبیعت کی بلندی جسکے اظہار کے لئے غزل کی زمین موزوں نہیں، اپنا رنگ یہاں بھی دکھاتی ہے لیکن اس کے خلاف میر سراپا درد ہیں۔ یہ عام فہم اور آسان زبان میں سیدھی سادی بات کہہ دیتے ہیں لیکن اس میں جادو کا اثر ہوتا ہے جس سے سننے والے پر ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ میں دو دو شعر دونوں باکمالوں کے نقل کرتا ہوں۔ اشعار کی بندش، الفاظ کا طریق استعمال، ترکیبوں کا انتخاب خود بتا دیگا کہ کس کی طبیعت کا کیا رنگ ہے۔

سودا	میر
چمن میں صبح جو اُس جنگجو کا نام لیا	ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا
صبا نے تیغ کا موج رواں سے کام لیا	دل ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا
کعبہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جائے غم ہے شیخ	مت رنج کر کسی کا کہ اپنے تو اعتقاد
یہ قصر دل نہیں کہ بنایا نہ جائے گا	دل ڈھائے کر جو کعبہ بنایا تو کیا ہوا

سودا کے اشعار شوخی، علو ہمتی، شکوہ الفاظ، جدت ترکیب،

کے جلوہ گاہ ہیں۔ اور ان چیزوں کے سامنے وہ سادگی، درد، کیف غم کی
بالکل پرواہ نہیں کرتے لیکن میر جو کچھ کہتے ہیں صاف و سادہ الفاظ میں
کہتے ہیں۔ محاورات معمولی استعمال کرتے ہیں لیکن ہر شعر درد میں ڈوب کر
نکلتا ہے۔ کلام میں درد سودا کے یہاں بھی ہے لیکن انکا انفرادی انداز دوسرا
ہے اور یہ دونوں استادوں کے خیالات، حالات طبائع اور مزاجوں کے
اختلاف کا نتیجہ ہے۔

صوفیانہ شاعری | اردو نے فارسی سے جہاں اور چیزیں ورثہ میں پائی ہیں،
وہاں صوفیانہ شاعری بھی ہے اور اس رنگ کے آثار قدیم سے قدیم
اردو شعرا کے کلام میں بھی ملتے ہیں۔ سودا کے یہاں بھی یہ رنگ کثرت سے
پایا جاتا ہے اور اکثر غزلیں ایسی ہیں جن میں کئی کئی شعر صوفیانہ رنگ میں،
دیر و حرم، شیخ و برہمن، اور تسبیح و زنار کے پیرایہ میں موجود ہیں۔ مثلاً

کعبہ دل کی حقیقت کو پہنچ اے شیخنا — خانقاہ و مدرسہ تیرا اٹھکانا ہے عبث
گر تجھے کفر کا مائل ہے یہ دل گہ سوئے اسلام — ہیں دو مطلب سبحہ و زنار پریشاں
ہے اسرار خرابات سے واقف ہو جو زاہد — کعبہ سے نہ کم سمجھے در پیر مغاں کو
شیخ نے اس بت کو جس کوچے میں دیکھا شام کو — لے چراغ اب ڈھونڈتے ہیں واں تا سحر اسلام کو
جوں واں کعبہ و دیر واہیہ کرم حق — زاہد دیر بتخانہ کے ہر خاک نشیں کو

رباعی | رباعی، اصناف سخن میں وہ خوبصورت اور مختصر صنف ہے

جسکے ذریعہ سے شاعر عموماً کسی اخلاقی نظریہ یا کسی مذہبی مسئلہ کو نظم کر دیتا ہے۔ سودا کی خصوصیات شاعری اس صنف میں بھی موجود ہیں۔ زبان کی صفائی، بندشوں کی چستی، محاوروں کا عمدہ استعمال، ہلکی صوفیانہ چاشنی یہ سب باتیں ہیں لیکن مرزا کو بظاہر اس صنف سے زیادہ دلچسپی نہ تھی اس لئے کہ کلیات میں صرف ۷۵ رباعیاں ہیں۔ ان میں کچھ اپنی تعریف میں ہیں اور کچھ اخلاقی و مذہبی مسایل میں ہیں۔

اچھی رباعی کہنے کے لئے بڑی قادر الکلامی، اور وسعت معلومات کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اسکا میدان بہت محدود ہے۔ چار مصرعوں میں کل مطلب ادا کرنا پڑتا ہے۔ مسائل مذہب، اخلاق، تمدن، معاشرت، عشقیہ خیالات، مدح سرائی وغیرہ کو صرف چار مصرعوں میں خوبصورتی سے ادا کرنے کے لئے بڑی قادر الکلامی کی ضرورت ہے۔ وہ شخص جو معاشرت کے اکثر پہلوؤں سے واقف نہ ہو، مسایل مذہب و اخلاق سے بیگانہ ہو، کبھی اچھی رباعی نہیں کہہ سکتا۔

بعض وقت صرف ایک رباعی قلب پر وہ اثر کرتی ہے جو بڑی سے بڑی نظم نہیں کرسکتی۔ جذبات حمیت و غیرت، جس طرح ایک قادر الکلام کی کہی ہوئی رباعی سے ابھارے جاسکتے ہیں، اتنے اور کسی صنف شاعری سے ممکن نہیں۔ مسایل اخلاق و شریعت پر لکھی ہوئی بڑی سے بڑی نظم بھی

رباعی سے زیادہ انسان کی روح کو لطافت اور سرور سے روشناس
نہیں کر سکتی۔ اس کا خاص سبب یہ ہے کہ اور کوئی صنف سخن اتنی جامع
اور مختصر نہیں ہوتی۔ دیگر اقسام نظم کے لئے ضروری ہے انسان یا تو خود
اُسے پڑھے یا دوسرا اُسے پڑھ کر سناوے، اور دونوں باتوں کے لئے وقت
درکار ہے۔ لیکن رباعی کی بساط کل چار مصرعوں کی ہے اور اگر شاعر اپنا مطلب
پورے طور پر ادا کر سکا ہے تو اُسکے سمجھنے، پڑھنے، یا سُننے میں صرف چند
دقیقے کا وقت صرف ہوتا ہے اور کسی اخلاقی نظریہ، مذہبی مسئلہ، یا معاشرتی
سوال کا ایک مختصر مگر جامع پہلو سُننے والے کی نظر کے سامنے آجاتا ہے" اور
کیا عجب ہے کہ اسی وجہ سے مرثیہ خواں حضرات نے سامعین کو اپنی طرف
متوجہ کرنے کے لئے مرثیہ سے قبل رباعی پڑھنے کا طریقہ اختیار کیا ہو؟"
لیکن جو حضرات انیس کی پُر کیف رباعیوں سے لُطف اندوز ہو چکے
ہیں، اُن کو سودا کی رباعیوں میں زیادہ لُطف نہیں آسکتا کیونکہ سودا کی
رباعیوں میں وہ اثر نہیں جو انیس کی رباعیوں میں موجود ہے۔ اس فرق و
امتیاز کے کئی سبب ہیں۔ اوّل یہ کہ دونوں کے زمانوں میں بڑا فرق تھا۔
انیس کے زمانے میں زبان بہت ترقی کر چکی تھی۔ محاورات بہت صاف
و شُستہ ہو چکے تھے۔ دوسرے یہ کہ انیس کا میدان شاعری، مرثیہ، سلام
و رباعی تک محدود تھا اور سودا نے قریب قریب تمام اصناف سخن میں

طبع آزمائی کی ہے۔ سوّم یہ کہ دونوں کا فطری میلان بالکل جدا گانہ تھا۔

مثنوی | مثنوی کا میدان اصناف شاعری میں سب سے زیادہ وسیع ہے
اشعار کی کوئی تعداد معیّن نہیں ہے اور نہ مضامین کی کوئی قید ہے۔ رزم کا سماں، بزم کی تصویر، راز و نیاز کی کیفیات، حُسن و عشق کی پُر لطف حکایات، ہجر کے پُر درد افسانے۔ تاریخی واقعات، غرض اس صنف شاعری میں سب کچھ موجود ہے۔ چونکہ مثنوی میں عموماً اشعار کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اس لئے اس صنعت میں شاعر کا کمال سخن یا عجز تخیل بہت آسانی سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ اچھی مثنوی صرف وہ شاعر لکھ سکتا ہے جسمیں ذیل کی صفتیں موجود ہوں۔

(۱) وہ اُن چیزوں، واقعات اور کیفیات کا جنھیں اسکی آنکھیں دیکھتی، یا کان سُنتے ہوں اور یا جنکا ذہنی ادراک ہوتا ہو الفاظ کے ذریعہ کاغذ پر نقشہ اُتار سکتا ہو۔

(۲) وہ واقعات میں سے اُن چیزوں کا صحیح انتخاب کر سکتا ہو۔ جنکی تصویر کھینچنے سے، پڑھنے یا سُننے والا مسحور ہو جائے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کو فطرت سے وہ ذوق صحیح عطا ہوا ہو۔ جس سے وہ فیصلہ کر سکے کہ کس واقعہ کو کتنا طول دینا لازم ہے اور کس کا بیان اختصار سے کرنا چاہئے اور ایک واقعہ کے نظم کرتے وقت کس قسم کے

الفاظ استعمال کرنا چاہئے۔

(۳) وہ اپنے قلم کی سیاہی سے وہی کام لے سکتا ہو جو مصوّر رنگ و روغن سے لے سکتا ہے یعنی مثنوی نگار کی شاعری میں ویسی ہی دل کشی ہونا چاہئے جیسی ایک عمدہ تصویر میں ہوتی ہے۔

(۴) زبان پر پوری قدرت ضروری ہے۔

(۵) واقعات کو انکی اہمیت کے لحاظ سے نظم کر سکتا ہو مثلاً کسی رزمیہ مثنوی میں واقعات جنگ کو اگر مختصراً بیان کیا جائے اور فریقین کے اسلحہ، انکی تیاری، ان کے مرکبوں کا بیان قریب قریب نظر انداز ہو اور صرف ایک شخص واحد کی نبرد آزمائیوں پر مثنوی کا زیادہ حصّہ مشتمل ہو تو یہ مثنوی ناقص ہوگی۔

(۶) اگر مثنوی میں صرف مناظر فطرت کی تصویر نہیں کھینچی گئی ہے یا کسی برے کھرے تاریخی واقعہ کو نظم نہیں کیا گیا ہے تو اُس سے کوئی نہ کوئی اخلاقی یا تمدّنی، نتیجہ ضرور نکلتا ہو۔

اس صنف شاعری میں جوہر دکھانے کے لئے مرزا سے زیادہ میر کی طبیعت زیادہ موزوں واقع ہوئی تھی لیکن اصل یہ ہے کہ مثنوی کا حق پورا پورا نہ میر سے ادا ہو سکا نہ مرزا سے۔ تاہم سودا اس میدان میں میر سے بہت پیچھے رہے۔ اور ہونا بھی یہی چاہئے تھا۔ جو شخص مدح سرائی

کرکے بسر اوقات کرتا ہو، یا جو ذراسی بات پر بگڑ کر ہجو کہہ دینے کا عادی ہو اُس سے یہ توقع کرنا کہ وہ اپنا زورِ طبیعت مثنوی پر صرف کرے گا۔ فضول ہے۔

لیکن سودا نے جو مثنویاں ہجو میں لکھی ہیں، وہ اِن مثنویوں سے جن کا موضوع دوسرا ہے، بہت بہتر ہیں۔ اور انکو دیکھ کر سودا کے زورِ قلم اور قدرتِ سخن کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

ہجو | نازک مزاجی، نفاست پسندی، ظرافت، خوش طبعی، اور سب سے بڑھ کر قادر الکلامی نے مرزا کی طبیعت میں وہ بات پیدا کر دی تھی جو اس حد تک کسی اور شاعر کے یہاں مشکل سے ملیگی۔ مرزا جس سے بگڑتے ہیں، اُس پر اشارے کنائے سے حملے کرتے ہیں، پھبتیاں کستے ہیں اور اکثر اوقات صاف صاف الفاظ میں کھلی کھلی گالیاں دینے لگتے ہیں۔ کیا آدمی کیا جانور، کیا عالم کیا جاہل کیا امیر کیا غریب۔ کوئی بھی ہو، مرزا کی برہمی شرط تھی، پھر اُس کے لئے کہیں جائے پناہ نہ تھی۔ ہجو لکھتے وقت مرزا بھول جاتے ہیں کہ آدمی کس پائے کا ہے اور اُس کے لئے نرم الفاظ میں ایک آدھ پھبتی ہی کہہ دینا کافی ہے۔ بلکہ وہ ذاتیات پر حملے شروع کر دیتے ہیں، حسب نسب کی دھجیاں اُڑاتے ہیں اور رَو میں وہ باتیں لکھ جاتے ہیں جو دائرہ تہذیب سے باہر ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر

چند شعر مختلف مقامات سے نقل کرتا ہوں۔

شاعر ہوا ہے فدوی کیا شاعرو نکا اُلّا　　مادہ وہ زن تخلّص یاروں کا مسخرا
کوئی با ہم اسکے گھر کا پتہ نہ پاوے　　اُلّو جو کہے پوچھو بتلائے سب محلّا

ریم سوزاک پیدا رہے تو شریر　　رحم مادر میں اُلٹ نکلا ہو سیر
سن تو ٹک اے نصف مادہ نصف خر　　ہم نے کیا سید نہیں دیکھے مگر

سُن بے اُلو پہنچ کے بنگالے　　مادہ سگ آپ کو تو بنوا لے
چاہے اُلّو ہی تو رہے بن کر　　خلق شاگرد اپنے کر ڈالے
اے بیابانِ نحسیت کے غول　　بستیوں کو نہ کر تو ڈانواڈول
فرخ آباد کے محلّوں میں　　حد سے باہر تو کر چکا ہے کلول

جیمیں آتا ہی کہ کہوں جا کے میں اُس احمق سے　　تیرے دیوار میں محراب ہے کیا کم شق سے
کون جا سمجھے پر اب ایسے خرِ مطلق سے　　لیکن اتنا میں کہونگا نہ گزر اب حق سے

جرم ما روز قیامت بتو خواہند سپرد

جہاں میں کون بناتا ہے اُلّو بنئے کا　　کسی سے بن کوئی آتا ہے اُلّو بنئے کا
بہت ہی جان کھپاتا ہے الو بنئے کا　　بنا مجھی کو یہ آتا ہے اُلّو بنئے کا
کہ فدوی جگ میں کہاتا ہے اُلّو بنئے کا

ایک قصہ میں سُنا تھا مردم سے یہ قضارا　　بیت الخلا گیا تھا مرزا علی پیارا
ناگاہ کھڈی او پر گیدڑ نے جا پچھاڑا　　تب رو کے اُس جگہ پر لونڈی کے تئیں پکارا

دل میرود ز دستم صاحبدلاں خدارا
دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا

غرض مرزا کی ہجوؤں میں سلامت روی و اعتدال چھو نہیں گیا۔ ہجوؤں کے نشتر نہیں تیر ہیں جو آدمی کے دل میں پیوست ہو جاتے ہونگے ہجو اچھی اُس وقت تک معلوم ہوتی ہے جب تک اُسکا رنگ ہلکا رہے اور یہ معلوم ہو کہ گویا کھانے میں نمک ہے۔ لیکن یہ بات سوداؔ کے یہاں مفقود ہے ہجو کا رنگ، اتنا گہرا ہے کہ آنکھوں کو بُرا معلوم ہوتا ہے۔ اور نمک اتنا تیز ہے کہ گلے سے اُترنا مشکل ہے۔

مرثیے | مرثیہ، ہر کسی کی وفات پر لکھا جا سکتا ہے اور عربی، فارسی، اور خود اُردو میں مرثیے بعض معزز اور مقتدر لوگوں کی وفات پر لکھے گئے ہیں لیکن اب مرثیے میں عام طور پر واقعات شہدائے کربلا کا بیان ہوتا ہے۔

اُردو شاعری اور خاص کر اُردو مرثیے کی داغ بیل دکن میں پڑی اور شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ دکن کی سلطنتیں مذہب امامیہ کی پیرو تھیں۔ اور چونکہ یہاں کے تاجدار عام طور پر شعر و سخن کے دلدادہ تھے اور علوم و فنون کی قدر کرتے تھے انھیں شوق پیدا ہوا کہ مصائب اہلبیت کا ذکر

بھی ملکی زبان میں سُنیں۔ سودا سے قبل اُردو میں بہت سے مرثیے کہے جا چکے تھے۔ مسکین۔ گدا۔ میرزان۔ شاہ قلی خاں اور ولی وغیرہ نے اس میدان سخن میں بھی بادیہ پیمائی کی تھی۔ لیکن مرزا کے سامنے جو نمونے تھے اُنکی حیثیت نقش اوّل سے زیادہ نہ تھی۔ ان قدیم مرثیوں کی زبان سادہ ہے، ہندی کی آمیزش کثرت سے ہے۔ مضامین زیادہ تر پیش پا اُفتادہ ہیں۔ مکمل روایات بہت کم نظم کی گئی ہیں۔ صرف مظلوم کربلا کے واقعات اس خیال سے نظم کئے گئے ہیں کہ سامعین کے دل پر اثر پڑے۔ مرزا نے جو مرثئے کہے ہیں اُن میں کوئی خاص خوبی و دلکشی نہیں ہے لیکن چونکہ زبان ایک حد تک صاف ہو چکی تھی اور سودا کو زبان پر غیر معمولی قدرت حاصل تھی۔ اِس لئے ایک نمایاں فرق یہ نظر آتا ہے کہ زبان میں شستگی اور بندشوں میں چستی ہے۔ ورنہ اور کوئی خاص بات نہیں اور ہو تی بھی کیونکر؟ قدرت نے اس کا فخر ایک اور شہنشاہ اقلیم سخن کے لئے مخصوص کر رکھا تھا۔ بہت ممکن ہے کہ مرزا نے مرثئے صرف احباب کی خاطر اور دوستوں کی فرمایش سے لکھے ہوں۔

قطعات | سودا نے قطعات بھی لکھے ہیں اور بہت لکھے ہیں لیکن قصاید کا رنگ یہاں بھی جھلکتا ہے۔ اکثر قطعات مدح میں، بعض مبارک بادہیں اور صرف چند پند و نصیحت میں ہیں۔ قطعہ نگاری کا اصل

مدعا یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے مسائل اخلاق اور پند و نصیحت کی باتیں بیان کی جائیں لیکن سودا نے قطعہ نگاری کے اصل مدعا کو قائم نہیں رکھا اور اکثر اس سے وہی کام لیا جسکے لئے قصیدہ کی وسیع اور زیادہ موزوں صنف موجود تھی۔ سودا نے جن چند قطعات میں مسائل حکمت و اخلاق نظم کئے ہیں اُنکا معیار بھی کچھ زیادہ بلند نہیں ہے۔ قطعہ کے لئے ضروری ہے کہ اُس میں تغزل کا رنگ نہ پیدا ہونے پائے۔ اخلاقی مضامین سیدھے سادے الفاظ اور موثر پیرائے میں ادا کئے جائیں۔ طبیعت کی بلندی نے سودا کے یہاں یہ بات پیدا نہیں ہونے دی۔ اخلاقی رنگ میں جو قطعات موجود ہیں اُنکا معیار بلند نہ ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ سودا شاعر تھے، فلسفی نہ تھے اور اسی لئے اُن کے یہاں صرف وہ خیالات نظر آتے ہیں جو معمولی مشرقی طرز کے تعلیم یافتہ لوگوں کے ہوتے ہیں۔ علاوہ اس کے ایک بات یہ بھی تھی کہ قطعات کو سچّی شاعری کا نمونہ، راستی کا مجموعہ، اور پند و نصائح کا مرقع وہی بنا سکتا ہے جسکی زندگی خود سراپا راستی ہو، زہد و پاکیزگی، سرشت میں داخل ہو۔ سودا یار باش آدمی تھے، خوش مزاجی بات بات سے ٹپکتی تھی۔ اس لئے انکو خشک اخلاقی مسائل سے کب دلچسپی ہو سکتی تھی اور اپنی زندہ دلی کے آگے زہد و اتقا، پاکیزگی و پارسائی، راستی و راستبازی کی تعلیم دیکر وہ کیونکر اپنی طبیعت کو خوش رکھ سکتے تھے۔ وہ "مردِ مقدس" بنکر اگر لوگوں کو زہد و اتقا

اور پابندیٔ احکام شریعت کا سبق بھی پڑھاتے تو اُس ہنسی کو کیا کرتے جو ہر وقت لبوں پر کھیلتی رہتی تھی لیکن بہ دانی و بندش کے اعتبار سے سوداؔ کے قطعات ایک خاص کیفیت رکھتے ہیں انکا اخلاقی رنگ میں وہ قطعہ سب سے بہتر ہے جسکا پہلا شعر یہ ہے ؎

یوں سُنا ہے کہ خسرو اک عصر   ایک درویش کے گیا تھا گھر

وفات و مزار | مرزا نے تقریباً ستر برس کی عمر میں ۱۱۹۵ھ میں اس دار فانی سے کوچ کیا اور آغا باقر کے امام باڑے میں دفن ہوئے ۔

عالی لکھنوی

غزلیات

مقدور نہیں اسکی تجلی کے بیاں کا
جوں شمع سراپا ہو اگر صرف زباں کا

پردے کو تعین کے درِ دل سے اٹھا دے
کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا

ٹک دیکھ صنم خانۂ عشق آنکے اے شیخ
جوں شمع حرم رنگ جھلکتا ہے بتاں کا

اس گلشن ہستی میں عجب دید ہے لیکن
جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہے خزاں کا

ہستی سے عدم تک نفس چند کی ہے راہ
دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہے کہاں کا

ہر سنگ میں شرار ہے تیرے ظہور کا
موسیٰ نہیں کہ سیر کروں کوہ طور کا

توڑوں یہ آئینہ کہ ہم آغوش عکس ہے
ہووے نہ مجھ کو پاس جو تیرے حضور کا

بیکس کوئی مرے تو جلے اس پہ دل مرا
گویا ہے یہ چراغ غریباں کی گور کا

ہم تو قفس میں آنکے خاموش ہو رہے
اے ہم صفیر فائدہ ناحق کے شور کا

سودا سے کہا کیوں تو ہوا عشق سے تارک — ہوں میں سبب ترک کے مشتاق بیاں کا
سُن کر یہ کہا بار اُٹھایا نہیں جاتا — ناطاقتی شیب سے اب ناز بتاں کا

کفر کی میری تجلّی ہے نظیر شمع طور — پوجوں ہوں جس بُت کو ہیں اک نور ہی اللہ کا
عشق کی بھی منزلت کچھ کم خدائی سے نہیں — ایک سا احوال یاں بھی ہر گدا و شاہ کا
دین و دل قرار و صبر عشق میں تیرے کھو چکے — جیتے جواب کی ہم بچے نام نہ لینگے چاہ کا
وصل بھی ہو تو دل مرا غم کو نہ چھوڑے ہجر کے
یہ تو ہمیشہ ہے رفیق، وصل ہے گاہ گاہ کا

وہ چوب کشتیِ بشکستہ ہوں اس بحر میں جس کا — ڈوبانا عار پانی کو جلانا ننگ آتش کا

اسیری کی جو لذت سے پڑا ڈھب آشنائی کا — ہزار رو رو مرے دل سے ہوا رخصت رہائی کا
کمالِ کفر ہے اے شیخ ایسا کچھ کہ اس بُت نے — پرستش سے مرے پیدا کیا جلوہ خدائی کا
مرے سجود کی دیر و حرم سے گزری قدر — رکھوں ہوں دعویٰ ترے در پہ جبہہ سائی کا

دل مرا پسند کو نہ سمجھے گا — پسند تیری نگہ یہ سب سمجھے گا
مجھ سا دانا ہزار حیف کہ تو — یہ نہ سمجھا کہ وہ نہ سمجھے گا

شمع سے دور رہنے کو ہر چند کہو پروانے کو نہ سمجھے گا
یہ سمجھ لے تو اب کہ سودا کا دل تری گفتگو نہ سمجھے گا

خون جگر شراب ترشح یہ چشم تر ساغر مرا اگر نہیں ابر بہار کا
سودا شراب عشق نہ کتنے تھے ہم نہ پی آخر مزا نہ پایا اب اس کے خمار کا
سونپا تھا کیا جنوں نے گریباں کو میرے ہاتھ[1] لیتا ہے اب حساب جو یہ تار تار کا

عاشقوں کو شیخ، دین و کفر سے کیا کام ہے دل نہیں وابستہ اپنا سبحہ و زنار کا

ٹوٹے تری نگہ سے اگر دل حباب کا پانی بھی پھر پئیں تو مزا ہے شراب کا
دوزخ مجھے قبول ہے اے منکر و نکیر لیکن نہیں دماغ سوال و جواب کا
زاہد بھی ہے یہ نعمت حق جو ہے اکل و شرب لیکن عجب مزا ہے شراب و کباب کا
سودا نگاہ دیدۂ تحقیق کے حضور جلوہ ہر ایک ذرہ میں ہے آفتاب کا

کر رہے گوش فہم عالم ورنہ کہتی ہے بہار جو گل آیا اس چمن میں ایک دن گل ہو گیا
شیخ کو لائے تھے سودا اس لئے ہم بار یاس طبع کو اسکے تفنن[2] اس سے حاصل ہو گیا

---

[1] یہ شعر مطبوعہ دیوان بہ مطبع منشی نول کشور ۱۸۷۳ء میں نہیں ہے۔ ۱۲
[2] قلمی دیوان میں ہے کہ طبع کو اسکے یقیں اس حبا سے حاصل ہو گیا۔

سو وہ اب ہم چشم ٹھہرا ہے ہمارا بانصیب　　تھا لکھا اپنا کہ ہم میں وہ بھی شامل ہوئیگا

جز شوق دل نہ پہنچوں ہرگز بکوے جاناں
اے خضر کب ہوں تیری محتاج رہبری کا

نہ بار خاطر یہ دل ہے گل کا نہ ناز بردار گلستاں کا
برنگ شبنم ہے خود سبکسار سیر فرمائے لامکاں کا
برنگ شبنم بآب و دانہ عبث ہے کرنا یہ ناز تجھ کو
نہ خرمن گل رہے یہ چمن میں نہ رخت و اسباب باغباں کا

آہ کس طرح تری راہ میں گھیروں کہ کوئی　　سد رہ ہو نہ سکے عمر چلی جاتی کا

ذالک خوشی ہے جو تو کچھ عوض کرے میں کیا کروں　　سوائے غم کے ہے مایہ مرے توکل کا

چھیڑ مت باد بہاری کہ میں جوں نگہت گل
پھاڑ کر کپڑے ابھی گھر سے نکل جاؤں گا

توڑ کر بتخانے کو مسجد بنائی تو نے شیخ　　برہمن کے دل کی بھی کچھ فکر ہے تعمیر کا

ترے خط آنے سے دل کو مرے آرام کیا ہوگا — خدا جانے کہ اس آغاز کا انجام کیا ہوگا
مجھے مت دیر سے تکلیف کر کعبہ کی اے زاہد — جو ایسا کفر ہے تو پھر اسلام کیا ہوگا
کسی دیندار کافر کو خیال اتنا نہیں آتا — سحر کیا ہو چکی سودا کے دل پر شام کیا ہوگا

— • —

صنم میں رات سنکر کسی کی پاؤں کا کھٹکا — اُٹھایا سر کو بالیں سے تو پھر دیوار پر پٹکا
مری رخصت ہمیں صیاد نے ٹک سیر گلشن کی — بہت اے بلبلو کنج قفس میں ہم نے سر پٹکا

— • —

جوں شمع تن ہوا شب ہجراں میں صرف اشک — پر جسقدر میں چاہے تھا اُتنا نہ رو سکا

— • —

رخصت ہے باغباں کہ ٹک دیکھ لیں چمن — جاتے ہیں واں جہاں سے پھر آیا نہ جائیگا
عمامہ کو اُتار کے پڑھیو نماز شیخ — سجدے سے ورنہ سر کو اُٹھایا نہ جائیگا
کعبہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جائے غم اے شیخ — کچھ قصر دل نہیں کہ بنایا نہ جائیگا

— • —

میخانہ میں ازل کے مرے دل سے زاہدا — دھویا ہے نقش ساقی نے امید و بیم کا
غنچہ کو دل کے یاں ہر دم سر سے شگفت — شرمندہ اس چمن میں نہیں میں نسیم کا

— • —

جوش طوفاں دیدۂ نمناک سے کیا کیا ہوا — دیکھ لے دنیا میں مشت خاک سے کیا کیا ہوا

— • —

قتل سے میرے عبث قاتل پھرا — اُس نے منہ پھیرا ہمارا دل پھرا

— • —

یار کی دیکھ تجلّی جو تو موسیٰ کی طرح　　سنگ رہ سے ترے نکلے شررِ طور سدا
ایک شب آ کوئی دلسوز نہ رویا اسیر　　شمع تک گور ہماری سے جلی دور سدا

—— • ——

پھرا ہے شیخ یہ کہتا کہ میں دنیا سے منھ موڑا
الٰہی اس نے اب داڑھی سوا کس چیز کو چھوڑا
بہت بیجا ہے رہنا سرکشی سے بزمِ ہستی میں
کہ مثلِ شمع رشتہ عمر کا ہر آن ہے تھوڑا

—— • ——

جو گذری مجھ پہ مت اُس سے کہو ہوا سو ہوا　　بلاکشانِ محبت پہ جو ہوا سو ہوا
کہے ہے سُن کے مری سرگذشت وہ بیرحم　　یہ کون ذکر ہے جانے بھی دو ہوا سو ہوا

—— • ——

تجھ قید سے دل ہو کر آزاد بہت رویا　　لذّت کو اسیری کی کر یاد بہت رویا
سودا سے یہ پوچھا میں دل میں بھی کسی کو دو[1]　　وہ کر کے بیاں اپنا رودادِ بہت رویا

—— • ——

کہتے ہیں عشق جسکو مت پوچھ ہے وہ کیا شے　　اِک زہر ہے کہ جس نے پیر و جوان مارا

—— • ——

---

[1] قلمی نسخہ میں "اپنی" ہے - ۱۲

کمالِ بندگیِ عشق ہے خداوندی | کہ ایک زن نے مہِ مصر سا غلام لیا[1]
معاش اہلِ چمن جائے رشک ہے سوداؔ | کہ زندگی کا انھوں نے مزا تمام لیا

تاثیرِ عشق نے مزہ درد کھو دیا | اُن نے ندان دیکھ مرا حال رو دیا

کرتا ہوں سیر جب سے باغِ جہاں بنایا | کیا جانے گُل خدا نے تجھ سا کہاں بنایا

آراستہ جو بزم ہوئی دورِ فلک میں | وہاں جام بجز گردشِ ایام نہ آیا

ہے حُسن میں یہ فیض کہ صحبت میں بتاں کے | بد خلقی جسے کہتے ہیں سو ناز کہایا

سمجھے تھا میں خطرِ راہِ محبّت ناصح | میری تقصیر نہیں دل نے مجھے بہکایا

ہے داد خواہ بلبل اس جنگجو یہ یارو | تیغِ نگہ سے جس کے لوہو میں گُل نہایا

ہماری خاک پہ گو چشمِ نرگسی نے نہ کی | ہمیشہ گریہ کناں ابر زار زار آیا

---

[1] قلمی نسخہ میں ''مہ مصر کو غلام کیا'' ہے ۱۲

ممانعت نے کیا تیری شہرۂ آفاق وگرنہ میں ترے کوچہ سے لاکھ بار آیا

— • —

سینے سے میں دُعا کو لایا جو شب لبوں تک کہنے لگی اجابت کیدھر خیال آیا
گو میں تک ملی تھی جس دل کی مجھکو قیمت قسمت کے ایک نگہ پر میں اُسکو ڈال آیا
بخشش پہ دو جہاں کی آئی تھی ہمت اک پر لیکن نہ یاں زباں تک حرفِ سوال آیا
اکسیر ہے تو کیا ہے وہ مشت خاک سودا خاطر پہ جب کسی کے اُس سے ملال آیا
نخلِ حیات اپنا گلشن میں اس جہاں کے بویا تو تھا ہوس سے لیکن نہ پال آیا

— • —

آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا
سرگرم نالہ ان دنوں میں بھی ہوں عندلیب مت آشیاں چمن میں مرے متصل بنا

— • —

جس طرح چاہتا ہے دُنیا میں زندگی کر لیکن تو یاد رکھیو عاشق کہیں نہ ہونا

— • —

پوچھے خدا سبب جو مرے اشتیاق کا میری زباں سے ہو یہی اظہار دیکھنا
تجھ بن عجب معاش ہے سودا کا ان دنوں تو بھی ٹک اسکو جا کے ستمگار دیکھنا
نہ حرف و نہ حکایت نے شعر و نے سخن نے سیر باغ و نے گل و گلزار دیکھنا

لہ مطبوعہ دیوان میں نہیں ہے۔ از قلمی دیوان سنہ ۱۲۱۴ھ

خاموش اپنے کلبۂ احزاں میں روز و شب　　تنہا پڑے ہوئے در و دیوار دیکھنا
یا جا کے اُس گلی کو جہاں تھا ترا گذر　　لے صبح تا بشام کئی بار دیکھنا
تسکین دل نہ اس میں بھی پائی تو بہر شغل　　پڑھنا یہ شعر گر کبھو اشعار دیکھنا
کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکیں روز ہجر کو　　پر جو خدا دکھائے سو ناچار دیکھنا

حباب[۱] آسا کیا ہی کار استغنا تمام اپنا　　رکھا محروم میں قطرے سے اس دریا میں جام اپنا
کہاں ہے شیخ جو دیکھے مرے بت کے کرشمہ کو　　کہ ہر بندہ خدا کا کر لیا جن نے غلام اپنا

کروں سو کیا آہ ناامیدی وہ ہوئے کس طرح یار اپنا
نہ گھر میں رہنا ہے اس کا شیوہ نہ ساتھ پھرنا شعار اپنا
نگر ہوا آباد جس کے دل کا نہ پوچھ اُس سے تو دکھ ہمارا
یہ درد سُن اس رئیس سے ٹک جو لٹتے دیکھا دیار اپنا
جہاں تڑپتا ہے دل ہمارا کبھی تو ظالم وہاں گزر کر
کوئی بھی صیّاد چھوڑتا ہے پکڑ کے بسمل شکار اپنا
جنھیں نہیں عقل وہ کریں ہیں طلب ہوس سے کیمیا کی
جو فہم ہووے تو یہ اکسیر ہے یہ مشت غبار اپنا

---

[۱] قلمی نسخہ ۱۲۱۲ھ میں یہ شعر یوں ہے ؎
حباب آسا گیا دنیا سے لیکر تشنہ کام اپنا　　رکھا محروم قطرے سے میں اس دریا میں جام اپنا

خدا جانے کرلے سودا پڑھ اسکو کیا وہ سمجھیگا ہمیں تھا خط کا لکھنا دور از تدبیر پہ لکھا

بلبل نے جسے جا کے گلستان میں دیکھا ہم نے اُسے ہر خار بیابان میں دیکھا

روشن ہے وہ ہر ایک ستارے میں زلیخا جس نور کو تو نے مہ کنعان میں دیکھا

عشق تھا یا کیا تھا جس سے دل اٹکتا ہی رہا خار سا سینے میں میرے کچھ کھٹکتا ہی رہا
تاب کس کو ہے کہ تیرے در سے آگے جا سکے جو ترے کوچے میں آیا سر پٹکتا ہی رہا
کون سی تھی ہجر کی ساعت کہ تب سے عمر بھر آرزوے وصل میں یہ دل بھٹکتا ہی رہا
آج کیا سودا میں اُلفت کی خلش تجھ سے کہوں خار سا سینہ میں میرے کچھ کھٹکتا ہی رہا

بوئے وفا و رنگ محبت نہیں ہے یاں یارب تو اس چمن سے مرا آشیاں اُٹھا

عیش آلودہ افسوس ہے اسجا کہ حنا جسکو پہنچی تو اُسے ہاتھ ہی ملتے دیکھا
فضل حق ہو تو تنزل ہی ترقی ہو جائے قطرہ گوہر ہو صدف سے ہیں نکلتے دیکھا
سوجھی تدبیر نہ تقدیر کو بہلانے کی جب تجھے قتل پہ عاشق کے تُلتے دیکھا

کچھ میں ہی نہیں ہوں ایک عالم اسکے لئے یاں خراب دیکھا
کچھ ہوئے تو ہو عدم میں راحت ہستی میں تو ہم عذاب دیکھا
جس چشم نے مجھ طرف نظر کی اُس چشم کو میں پُر آب دیکھا
دل تو نے عبث لکھا تھا نامہ جو اُس نے دیا جواب دیکھا

نشو و نما پہ تھا تو ہمارا نہال عشق خوبوں کی سرد مہری سے لیکن ٹھٹھر چلا
اعمال سے میں اپنے بہت بیخبر چلا آیا تھا آہ کس لئے اور کیا میں کر چلا

خریدی کچھ نہ جنس آکر ہم اس بازار میں سودا
بغل میں لے چلے ہیں دل سو اک آتش کا پر کالا
فتنہ ہی اُٹھاتے ہو گئی پشتِ فلک خم ہرگز کبھی گرتے کو ظالم نے سنبھالا

نہ جیا تیری چشم کا مارا نہ تری زلف کا بندھا چھوٹا

جا بسئے کدھر راہ سے اب چشم بتاں کی تھا دل کا نگر اپنے سوان ترکوں نے لوٹا

نہیں شایان اپنا ٹال دینا اِک سائل کو وگرنہ شے یہ دینے کی نہ تھی گو تجھکو پرلیجا

چمن آرا سے ہو کر آشنا نہ[١] برگ و بار اپنا | جہاں کے باغ سے ناداں یہ زردی مت ثمر لیجا
نہ قصدِ کعبہ ہے دل میں نہ عزمِ دیر بندہ ہوں | اسیرِ دامِ اُلفت ہوں جدھر چاہے اُدھر لیجا
یہ پیاسا موجزن دیکھے ہی دریائے کرم تیرا | درنگ اس میں ہے کیا کہہ دے سبو اپنا بھی بھر لیجا

اگر دل لیچلا ہی کی خلش مت چھوڑ سینے میں | سحر لیجا نہیں سکتا تو اس کو شام لیتا جا
ہوا اس دل کے لیجانے پہ راضی تیری خاطر سے | کہا کب تھا کہ ساتھ اسکے مرا آرام لیتا جا

اس مرغِ ناتواں کی [illegible] کچھ خبر ہے | [illegible]
جوں غنچہ اس چمن میں تیرے مقیدوں کا | رازِ خموشی لے دل اظہار تا سحر نہ پہنچا

حالِ دل سے مرے جب تک وہ خبردار نہ تھا | جز دمِ سرد کوئی محرمِ اسرار نہ تھا
جو عمل چاہئے کیجے مرے دکھ دینے کا | وہ نہ کیجے کہ کہے کوئی سزاوار نہ تھا
پیار و اشفاق و وفا مہر و محبت الطاف | دل کو جس روز لیا کون سا اقرار نہ تھا
شب تری بزم میں سودا کو نہیں دیکھا جب تک | کچھ خموشی کے سوا اس کو سروکار نہ تھا

سودا تو کبھی بزم میں نداں کے تو آبیٹھ | کھوتا ہے عبث کوئی بھی اوقات کو تنہا

---

[١] مطبوعہ نسخہ میں "نہ" کی جگہ "کر" ہے - ١٢

کدھر کو چھوڑ گئے مجھ کو ہمرہاں تنہا پھروں ہوں وحشت میں جوں گرد کارواں تنہا

بجرم نیم نگہ تھا نہ قتل سودا فرض اجل کے واسطے یہ آسکے اک بہانہ تھا

جزو کل میں فرق اتنا ہی فقط ہے اعتقاد
ورنہ جس نے من کو دیکھا فی الحقیقت دانہ تھا

شب کی مجلس بیچ وہ غارتگر ہر خانہ تھا
تھے جو باہم آشنا ہر ایک سے بیگانہ تھا

جینے دینے کی نہیں یاد اس زمانے کی کہ شب
نامہ اپنا وقت شب اس کے لئے افسانہ تھا

اختلاط اہل آبادی سے دل آیا ہے تنگ
اے خوشا وقتے کہ تنہا ہم تھے اور ویرانہ تھا

اس چمن میں جب تلک ہم نشۂ مستی میں تھے
عمر کا اپنی پُر از خون جگر پیمانہ تھا

یک برہمن زادہ کل کہتا تھا یوں مل مل کے ہاتھ
ہم میں اور سودا میں یارو کس قدر یارانہ تھا

چشم اہل قبلہ میں آج اُن نے کی جوں سرمہ جا
حیف ایسا شخص جو خاک در بت خانہ تھا

عشاق تیرے سب تھے پر زار تھا تو میں تھا | جگ کے خرابہ اندر اک خوار تھا تو میں تھا
تجھ گھر میں عرض مطلب کسکی نہ تھا زباں سے | در پر جو تیرے نقش دیوار تھا تو میں تھا
داغ محبت اے گل جب تھا ترا نہ جگ میں | داغوں سے جسکا سینہ گلزار تھا سو میں تھا
تجھ عشق میں نصیحت سب یار مانتے تھے | ناصح کی ہر سخن سے بیزار تھا سو میں تھا
اس میکدے میں سودا ہم تو کبھی نہ بہکے | سب مست بیخبر تھے ہشیار تھا سو میں تھا

حال مرت سے مرا گوش زدِ عالم ہے | تو نے کیا جانے ستمگار سنا یا نہ سنا
شرحِ حالِ دلِ عاشق وہ سنے کیا سودا | اُس سے مت کر تو یہ گفتار سنا یا نہ سنا

جہاں میں لطف کوئی جینے سے نہیں بہتر | پر آشنا کو ترے یار ہے ستم جینا
ہمیں تو غم ہی میں گزرے ہے عمر تیرے ساتھ | جنھیں خوشی تھی انھیں موت ہے بغم جینا
تلاش زیست میں اتنا نہ مر کہ ہستی کی | خبر جنھوں کو ہے سمجھیں ہیں وہ عدم جینا

مجھ گدا نے بھی کسی شاہ سے ڈالا نہ سوال | گو مجھے بخت نے اسکندر و دارا نہ کیا
دہر بانٹے تھا متاعِ دو جہاں اے سودا | بینوائی نے مری اس کو اشارا نہ کیا

ہوں تو چراغ راہ میں سر زیر آسماں | لیکن خموش ہو کے سر شام رہ گیا

تھا بجوانی فکر و تردد بعد از پیری پایا چین
رات تو کاٹی دکھ سکھ ہی میں صبح ہوئی آرام کیا

مہر و وفا و شرم و مروت سب ہی کچھ ہم اسمیں سمجھے تھے
کیا کیا دل دیتے وقت اسکو ہم نے خیال خام کیا

شمع رخوں سے روشن ہو گھر ایسے اپنے کہاں نصیب
صبح ازل سے قسمت نے خاموش چراغِ شام کیا

فخر نہیں ہے اے شیخ مجھے کچھ دین میں تیرے آنے کا
راہب نے جب منھ نہ لگایا تب میں قبول اسلام کیا

ادب دیا ہے ہاتھ سے اپنے بھلا کبھی میخانے کا
کیسے ہی ہم مست چلے پر سجدہ ہر اک گام کیا

ایک عقدہ نہ کھلا رشتۂ تقدیر سے حیف ہم نے فرسودہ بہت ناخنِ تدبیر کیا

لئے اگر بُتاں سے ہے لطف زندگی کا اے خضر آبِ حیواں تو نے پیا تو پھر کیا

گزرا کبھو نہ وہم میں وہ اہل ہوش کے دنیا سے لطف زیست جو دیوانہ لے گیا

چاہوں میں کس طرح یہ زمانے کی دوستی — اوروں سے دوست ہو کے زمانے نے کیا کیا

وہم غلط کار نے دل خوش کیا — کس پہ نہ جانے وہ نظر کر گیا

گرد ہستی نے دل کو دی ہے شکست — آئینہ اس غبار سے ٹوٹا

ہر درد کی دوا ہے جز درد دل کے اس پاس — میرا[1] مریض منکر عیسیٰ کے ہے نفس کا
مجھ صید ناتواں کے احوال کو نہ پوچھو — محروم ذبح سے ہوں مردود ہوں قفس کا

خوش ہوں شکستہ بالی سے اپنی اسی لئے — پرواز کا تو دل سے خلش دور ہو گیا

اسلام چھوڑ ہم نے کیا کفر اختیار — تو بھی وہ بت نہ رام ہوا اے خدا عجب

بیداری سحر یوں کی خوشحال نہ اہرا — ایک ہم ہیں روسیہ کہ خرابات و ننگ خواب
کیا کیا کہوں جو مجھ سے ترے عشق نے لیا — صبر و حیا و دین و دل و عار و ننگ و خواب

---

[1] مطبوعہ دیوان میں یہ شعر نہیں ہے۔ مصرع ثانی میں غالباً "میرا" کے بجائے "تیرا" ہے۔

ہوئے ہیں غنچوں کے دل بیقرار تیرے ہات — گئی گلوں کی چمن سے بہار تیرے ہات
خزاں سے پوچھے ہے رو رو کے آج یوں بلبل — لٹا ہے باغ کا یہ برگ و بار تیرے ہات

دین و کفر آنکھوں نے تیری کر دیا اے یار مست — صاحبِ تسبیح مست و صاحبِ زنار مست
جامِ گل نے کھو دیا ہے باغباں کا ابکی ہوش — نغمۂ بلبل سے گلشن کے در و دیوار مست
سچ تو کہہ کس میکدے میں آج سودا پی ہے مے — دیکھکر مستی کو تیرے ہو گئے ہشیار مست

پروانہ اور شمع کی صحبت نہ مجھ سے پوچھ — اپنی نہ کہہ سکا تو کہوں کیا پرائی بات

چاہے ہے کہ عکسِ دوست رہے تجھ میں جلوہ گر — آئینہ وار دل کو رکھ اپنے صفا پرست

زلیخا سے کہو ٹک دیدۂ تحقیق تو کھولے — یہ از یوسف نظر آوے گی ہر انساں میں یہ صورت
زمانے کو بھلا سودا کوئی کس طرح پہچانے — کہ اس ظالم کی کچھ کچھ ہے ہر اک انساں میں صورت

کیوں مجھکو مار غم و دوری نے تری آہ — کس منہ سے کرونگا میں پھر اظہارِ محبت

رہتے تھے ہم تو شاد و نوا ہیت خود غم سے بیچ — اس زندگی نے لا کے پھنسایا ہے غم کے بیچ
کل رخصتِ بہار تھی شبنم صفت میں وہ — رویا ہر ایک گل سے گلے لگ چمن کے بیچ

پوجوں ہوں میں جس بُت کو خُدا کا ہی تراشا   آزر نہیں لایا وہ مرے واسطے گڑھ کر

برگشتہ نصیب اپنے پھرتے نہ کبھو دیکھے   ہر چند رہی گردشِ ایّام جہاں پر

یارو کیوں ہوتے ہو مستفسر مرے احوال کے   غم کو کرتی ہے تمھاری غمگساری بیشتر

آہ یہ کس کی شکایت ہے مرے دل میں کہ شرم   جسکو دیتی ہی نہیں رخصتِ اظہار ہنوز

کچھ سوزِ محبت کا نہیں دل میں ہمارے   گلخن کے لگی سے ہے در و دیوار کو آتش

آشیاں کو مت اُجڑوا کر کے فریاد و خروش   باغباں ظالم ابھی سریا ہے اے بلبل خموش

تم کان دھر سُنو نہ سُنو اسکے حرف کو   سودا کو ہے گی اپنی ہی گفتار سے غرض

دل جنہوں کا ہے اسیری کے مزے سے آگاہ   ہے قفس بیچ اُسے عیش تہ دام نشاط

دونوں سے ہم نے اثر دل میں نہ پایا اُسکے   نالۂ شب ہے عبث آہ سحرگاہ غلط

اے لالہ گو فلک نے دئے تجھکو چار داغ　　چھاتی مری سراہ کہ اک دل ہزار داغ

جور و ستم تعدی و اندوہ درد و غم　　مائل ہوئے ہیں اس دلِ ناشاد کی طرف

آنکر اس میکدے کے بیچ جز چشمِ پر آب　　قسمت اپنی ہم نپائے ساغرِ معمور تک
کون سے عارف کو یاں دعویٰ انا الحق کا نہیں　　یہ ترانہ ختم لیکن ہو چکا منصور تک
فی الحقیقت ہے مقامِ وجد ہر اے شیخنا　　وہ نہیں وابستہ ہرگز ڈھولک و طنبور تک

ٹک دیکھ لیں چمن کو چلو لالہ زار تک　　کیا جانے پھر جئے نہ جئے ہم بہار تک
ساقی سمجھ کے دیجیو جامِ شرابِ عشق　　آخر کو کام پہنچے گا اسکا خمار تک

ابھی جھپکی ہے ٹک اے شورِ قیامت یہ پلک　　صبح کا وقت ہے ظالم نہ خلل خواب میں ڈال
شمع ساں رو دیئے کیونکر کہ یہاں بیٹھے ہیں　　ہم بنا ہستی کی اپنی رہِ سیلاب میں ڈال

ہے شرط دردیوں کہ بجز حکم عندلیب　　کوئی کبھی مزار پہ ہرگز نہ لائے گل
ہستی سے نیستی میں جو بہتر نہ ہو مزا　　ہنستا ہوا جہاں سے ہرگز نہ جائے گل

تسبیح گر یہی ہے جو رکھتا ہے شیخ شہر اے یار ہم تو پہنینگے زنّار آج کل

نہ غرض کفر سے رکھتے ہیں نہ ایماں سے ہم سب سے فارغ ہیں اب اپنے گرداب میں ڈال[۱]

ترے در سے تو اُٹھ جاویں پہ وہ آنکھیں کہاں جلنے
جفا کے سامنے اپنی وفا محجوب دیکھیں ہم
نہ دیکھا ہم نے کچھ اپنے سوا وہ جسکو دل چاہے
جو طالب ہوں کسی کے تو کوئی مطلوب دیکھیں ہم

نہ غرض کفر سے رکھتے ہیں نہ اسلام سے کام مدعا ساقی سے اپنے ہمیں اور جام سے کام
ہے مبرّا یہ زباں کہنے سے اب رام رحیم جن نے پایا ہے نشاں اسکو نہیں نام سے کام

ہوگی نہ کسی کو یہ خبر بھی اس بزم سے آکدھر گئے ہم

گر نکالا آسماں نے گھر سے اپنی ہے سزا آنکر مہماں بن بیٹھے تھے صاحب خانہ ہم

دوستی کا غیر کے کیا ذکر اس دل میں کر دوست آشنائی میں ترے ہیں آپ سے بیگانہ ہم

[۱] یہ شعر مطبوعہ نسخہ منشی نول کشور میں نہیں ہے - ۱۲

نہ دیکھا اس سوا کچھ لطف اے صبحِ چمن تیرا — ادھر گُل ہنس دیئے گلچیں گئی روتی اُدھر شبنم
بھلا گُل تو تو ہنستا ہے ہماری بے ثباتی پر — بتا روتی ہے کس کی ہستیِ موہوم پر شبنم

کام نے شمعِ حرم سے نے چراغِ دیر سے — جس جگہ تیری تجلی ہو وہاں پروانہ ہم

خندۂ گُل بے نمک فریادِ بُلبل بے اثر — اس چمن سے کہہ تو جا کر کیا کریں گے یاد ہم

[illegible]

میں عاشق اپنا اور معشوق اپنا آپ ہوں پیارے — گئے پروانہ اس محلس میں گا ہے شمعِ محفل ہوں

چشمِ ہوس اُٹھائے تماشے سے جوں حباب — نادیدنی کا دیدیں اکیدم بہت ہے یاں
دیکھا جو باغِ دہر تو مانندِ صبح و گل — کم فرصتی ملاپ کی باہم بہت ہے یاں

عاشق ترے ہم نے کئے معلوم بہت ہیں — ظالم تو ہی دُنیا میں ہے مظلوم بہت ہیں
گُل دیکھے جو سو غنچے نظر آئے ہزاروں — خوش ہینگے کم اس باغ میں مغموم بہت ہیں

یار آزردہ ہوا راست جو مے نوشی میں کیا ہوا ہم سے خدا جانئے بیہوشی میں

کیا گلا صیاد سے ہم کو یونہیں گزرے ہے عمر اب اسیر دام ہیں تب تھے گرفتار چمن

بہار آوے تو آوے اُسسے خوشی نہیں ہے کچھ اپنے دل کو
فسردہ خاطر جو ہووے اسکو ہے فصل گُل میں عذاب گلشن

گہ کفر کا مائل ہے یہ دل گہ سوئے اسلام ہے در طلب سبحہ و زنار پریشاں

گدا دست اہل کرم دیکھتے ہیں ہم اپنا ہی دم اور قدم دیکھتے ہیں

غرض کفر سے کچھ نہ دیں سے ہے مطلب تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہیں

خدمت میں مجھے عشق کے ہر دل سے ارادت نے معتقد کفر نہ اسلام کا ہوں میں

زندگی محبوب کیا کیا اسمیں ہیں محبوبیاں بیوفائی نے پر اسکی میٹ دیں سب خوبیاں

اپنے کعبہ کی بزرگی شیخ جو چاہے سو کر   از روئے تاریخ تو بیش از صنم خانہ نہیں

میں کیا کہوں کہ کون ہوں سودا بقول درد   جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

جگہ انکا ہے جو تجھکو صنم کہہ یاد کرتے ہیں   میاں ہم تو مسلماں ہیں خدا سے بھی کتنے ڈرتے ہیں

کسی کی مرگ پر اے دل نہ کیجے چشم نم ہرگز   بہت سا روئے اُنکو جو اُس جینے پہ مرتے ہیں

عجز و غرور دونوں اپنی ہی ذات سے بنایا   ہم عبد سے جدا کب معبود جانتے ہیں

کیفیت چشم اسکی تجھے یاد ہے سودا   ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا میں

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں   تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

سجدہ کیا صنم کو میں دل کی کنشت میں   کہ اس خدا سے شیخ جو ہے سنگ و خشت میں

عاشق کی بھی کٹتی ہیں کیا خوب طرح راتیں   دو چار گھڑی رونا دو چار گھڑی باتیں

کہوں میں کونسا گھر ہے جسے ہم نے نہ دیکھا ہو ۔ بجز خلوت سرائے دل نہیں آرام دنیا میں

جو پوچھے شیخ ذرہ بھر بھی رمز کفر کو میرے ۔ قبولِ خاطر اسکی پھر نہ ہوا اسلام دنیا میں

لیکر چلے ہیں مہر بتاں ہم سوئے حرم ۔ ہو جائے شیخ کعبہ نہ بیت الصنم کہیں

جز سنگ کیا ہے دیر و حرم میں جو سر جھکے ۔ سجدہ کیا ہے تجھ کو میں پہچان ہر کہیں

سمجھاؤں اپنے کفر کے کر رمز شیخ کو ۔ بے اختیار کہہ اٹھے اسلام کچھ نہیں

پرستارِ خدا کہہ کیا برا میں کام کرتا ہوں ۔ جہاں حسن بتاں کو دیکھوں حرم میں اپنا رام کرتا ہوں
جو آزادی میں یاد آجائے ہے لذت اسیری کی ۔ تو کر پرواز گلشن سے تلاشِ دام کرتا ہوں

نہ بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہوں ۔ میں موسم بہار میں شاخِ بریدہ ہوں
تو آپ سے زبان زد عالم ہے ورنہ میں ۔ یک حرف آرزو سو لب نارسیدہ ہوں

رکھتا ہے کچھ ایسی وہ برہمن بچہ رفتار ۔ بت ہو گیا منھ دیکھ کے اُسکا بخدا میں

بھولتا ہم کو نہیں شرط محبت کہ ہمیں — یاد تیری ہے دو عالم کی فراموشی میں

صفحہ ہستی پہ میں اک حرف غلط ہوں سودا — جب مجھے دیکھنے بیٹھو تو اُٹھا جاتا ہوں

نگہ مہر و تبسم ملطفت کچھ تو ہو — جو وہ نہ ہو تو یہ ہو یار یہ نہ ہو وہ ہو
ہے اعتقاد ہمیں ہندو و مسلماں پر — ہیں دونوں تیرے پرستار یہ نہ ہو وہ ہو
مساوی آپ کو تجھ بن ہے جنت و دوزخ — نہیں ہم اسکے طلبگار یہ نہ ہو وہ ہو

یوں نہ چاہیگا دل آگاہ یہ ہو وہ نہ ہو — اسکی یہ خواہش معاذ اللہ یہ ہو وہ نہ ہو
بندگی کی ذات سے واقف جو ہیں انکی زباں — بول کب سکتے ہیں یوں اللہ یہ ہو وہ نہ ہو
تو ہوا جب پاس پھر دُنیا و مافیہا کے بیچ — کب ہمیں اس چیز کی پرواہ یہ ہو وہ نہ ہو

ملے ہے غنچۂ گل خاک میں بیک تبسم — کسو کا دل کہو اس باغ میں خرسند کیونکر ہو

الٰہی ہے سکت نعم البدل کے تجھکو دینے کی — مجھے اسکے عوض تو کچھ نہ دے پر پھیر دے دلکو

ایک گل تک مرا مانع نہ ہوا چلتے وقت — خار نے بھی نہ رکھا کھینچ کے داماں مجھکو

ایک عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ　　پر کبھو میں نہ کہا اس سے کہ دوراں مجھکو
کس کی ملّت میں گنوں آپکو بتلا اے شیخ　　تو مجھے گبر کہے، گبر مسلماں مجھکو

اسرارِ خرابات سے واقف ہو جو زاہد　　کعبہ سے نہ کم سمجھے درِ پیرِ مغاں کو
یہ رسم نہیں تازہ کچھ اے شیخ جہاں میں　　جا کہ حرمِ دل میں جو میں دی ہے بُتاں کو

سودا امیدِ وصل کی کس کو ہے یہاں کہ نہیں　　اپنے دل اور چشم میں ایسے خیال و خواب کو

شیخ نے اِس بُت کو جس کوچے میں دیکھا شام کو　　لے چراغ اب ڈھونڈتے ہے وہاں تا سحر اسلام کو

حُسنِ فیاض ہے گُل کا کہ سحر پنجۂ مہر　　جسکے دامن سے چنے ہے گہرِ شبنم کو

ہمیں گر نالۂ کُنجِ قفس کہئے تو آتا ہے　　چمن کے زمزمے کرنا گرفتاروں سے مت پوچھو

اِس دل کو دیکھے لوں جہاں یہ کبھو نہ ہو　　سودا تو ہوئے تب یہ کہ جب اس میں تو نہ ہو

تجھ بن تو دو جہاں سے کچھ اپنے تئیں نہ ہو　　ہو ویں ہم کہیں کے اگر تو کہیں نہ ہو

بہارِ باغ ہو، مینا ہو، جام صہبا ہو — ہوا ہو، ابر ہو، ساقی ہو، اور دُنیا ہو
روا ہے کہ تو بھلا اے سپہرِ نا انصاف — ریائے زہد چھپے، رازِ عشق رسوا ہو

اس دردِ دل سے موت ہو یا دل کو تاب ہو — قسمت کا جو لکھا ہو الٰہی شتاب ہو
اِس کشمکش کے دام سے کیا کام تھا ہمیں — اے اُلفتِ چمن ترا خانہ خراب ہو

گل و گلزار ترحم ہوں کسی کے سر پر — جا خوش آتی نہیں جز گورِ غریباں مجھ کو
اے نسیمِ سحری مہر و مروت سے دور — بے نہایت نظر آتا ہے گلستاں مجھ کو

اے ساکنانِ کنجِ قفس صُبح کو صبا — سُنتے ہیں جائیگی سوئے گلزار کچھ کہو

مت دیر و حرم کے تو سمجھ سجدے میں کچھ فرق (ق) — پتھر ہی کا جب پوجنا آیا تو کہیں ہو
سودا کے خیالات میں جھلکے ہے خدائی — جو اپنی تخیل میں یہ چاہے سو وہیں ہو

آئینۂ وجود و عدم میں اگر ترا — رُو درمیاں نہ ہو تو کہیں ہمکو رو نہ ہو

عزّت و آبرو و حرمت و دین و ایماں — روؤں کس کس کو میں یارو کہ گیا کیا کیا کچھ

صبر و آرام کہوں یا کہ میں اب ہوش و حواس
ہو گیا اسکی جدائی میں جدا کیا کیا کچھ
گریۂ شیشہ کبھی تھا تو کبھی خندۂ جام
ساقی اس دور میں تیرے نہوا کیا کیا کچھ
ضعف و ناطاقتی و سستیٔ اعضا ہر دم
ایک گھٹنے میں جوانی کے بڑھا کیا کیا کچھ
سیر کی قدرتِ خالق کی بُتاں میں سودا
مُشت بھر خاک میں جلوہ ہے بھلا کیا کیا کچھ

شیشی تھی جام کی سو گئی جان جم کے ساتھ
وابستہ ہے طلسم جہاں اپنے دم کے ساتھ
پروانۂ تجلی وحدت ہو اور دیکھ
نورِ چراغ دیر ہے شمعِ حرم کے ساتھ
اے ہی جلوہ ہو دل کو تو خاطر میں یہ رہے
اِک وقت میں بَلا تھا یہ ناز و نعم کے ساتھ

کعبہ کی زیارت کو اے شیخ میں پہنچونگا
مستی سے مجھے بھولے جس دن رہ میخانہ

اثر نے اشک میں پاتا ہوں نے تاثیر نالے میں
ارادہ عشق کا تجھ سے ہے باایں بے سرانجامی
فلک نے فتنے تو کیا کیا بہم پہنچائے نام آور
جو دیکھا عشق کا فتنہ تو ہے سب سے بڑا نامی

اس باغ میں اِک گل کو خنداں جو کہیں دیکھا
سو غنچہ کی وہاں صورت دلگیر نظر آئی

کی عمر عبث ضایع خدمت میں ہوس کی   خاک اپنی ہی جب دیکھی اکسیر نظر آئی
رکھی نہ بنا ہم نے وہ قصر فریدوں کی   جو اپنے خرابے کی تعمیر نظر آئی

ذات پر اس شوخ کے بس ختم ہو معشوقیت   جو بشر دنیا میں ہے منجملۂ عشاق ہے

کہوں کیا موجبِ غم تجھ سے اپنا پوچھ مت محرم
مجھے جس بات کا ہے غم سوائے غمخوار نازک ہے
ادا کر اس چمن میں نالہ تک آہستہ اے بلبل
نہایت پردۂ گوشِ گلِ گلزار نازک ہے
بتوں کی بات پر کیوں چھوڑتا ہے اب تو کعبہ کو
نہ ہو سودا تو کافر رشتۂ زنار نازک ہے

ڈرا تو ہمکو نہ قبضے پہ ہاتھ رکھ رکھ کر   قسم ہے تیری ہی اپنی تو آرزو یہ ہے

چلیں کعبہ کو ہم بھی شیخنا گر تو قسم کھا کر   کہے یہ بات واں سے میکدہ کو راہ پھرتی ہے

جرم کے عفو کی تدبیر بہت اچھی ہے   بے گنہ رہنے سے تقصیر بہت اچھی ہے

لیکے کعبہ سے کیا سیر میں میخانہ تاک   خانۂ دل ہی کی تعمیر بہت اچھی ہے
نیک و بد سے نکروں اپنے لکھے کا شکوہ   جو کہ قسمت کی ہے تحریر بہت اچھی ہے

مانگا نہ کچھ کسو سے کبھی ہم نے زیر چرخ   اللہ سے سوال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے
کیا گفتگوِ برہمن و کیا کلام شیخ   ناحق ہے قیل و قال جو کچھ ہو سو ہی سو ہے
کیا سمجھے بت پرستی کو میری خدا پرست   اس کام کا مآل جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

امید جینے کی اپنے کہاں ہے بلبل کو   چمن تو پھر بھی ہے گر باغبان باقی ہے
نہ دردِ دل ہی کے کہنے کی ہے مجھے طاقت   نہ چپ ہی رہنے کی تاب و تواں باقی ہے

ناقدرشناسی سے خلائق کے جہاں میں   جس کو ہنر آیا اُسے انکار ہنر ہے

پھوٹے وہ آنکھ جسمیں نہ ذرہ بھی نم رہے   دل جل بجھے وہ جسکے نہ ہمسایہ غم رہے
ٹک ہمرہان قافلہ سے کہدے لے صبا   ایسے ہی گر قدم ہیں تمھارے تو ہم رہے
سودا ہے کیا طلسم زمانے کا اعتبار   نے جام ہی رہے ہیں جہاں میں نے جم رہے

جو ناصح مانعِ زلفِ بتاں ہے خوب ہونے دو   بجا کہتا ہے کب وہ صحبتِ مہرو میں بیٹھا ہے

ناصح جفائے عشق اگر میں سہی سہی — تو نے بھی کچھ زراہ نصیحت کہی کہی

صحبت میں اپنی بنتے نہ دیکھی کسو کے ساتھ — میری بنی تو مجھ دلِ غمناک سے بنی

جب اس چمن میں چھوڑ کے ہم آشیاں چلے — اِک ہمصفیر نے بھی نہ پوچھا کہاں چلے
کیا لے لیا تھا ہم نے اُلجھتا جو کوئی خار — جوں گُل ہم اُسکے باغ سے دامن فشاں چلے
غافل ہماری آہ سے رہنا نہ بے خطر — کر خوف ایسی تیر سے جو بے کماں چلے
جانے کو اپنے گھر سے کسے تھا تو اور ہم — دُنیا سے تیرے جور کے ہاتھ لے میاں چلے

جاتے ہیں لوگ قافلے کے پیش و پس چلے — دُنیا عجب سرا ہے جہاں آ کے بس چلے
کہیو صبا سلام ہمارا بہار سے — ہم تو چمن کو چھوڑ کے سوئے قفس چلے
اے غنچہ آنکھ کھول کے ٹک تو چمن کو دیکھ — جمعیتِ دلی پہ تری پھول ہنس چلے
تیرے سخن کو میں بسر و چشم ناصحا — مانوں ہزار بار اگر دل سے بس چلے

یار جس سے خوش رہے مجھکو وہ آئیں چاہیئے — اس سوا طالب دنیا کا ہوں نَے دیں چاہیئے
میں کہا اُس شوخ سے ہم بھی کبھو ہوں شادماں — ہنسکے یوں بولا دلِ عاشق تو غمگیں چاہیئے

کیا کہوں اس دلِ صد پارہ کا غنچہ سے راز   کہے اُس سے کہ سخن جسکے دہن میں ٹھہرے

کیا کیا تھے چاؤ دل میں جب آئے تھے عدم سے   کھُلتے ہی آنکھ یار دیا لا پڑا ہے غم سے

مینا و ساغر و مے ساقی و مطرب و نے   یہ ساری خوبیاں ہیں سودا کے دم قدم سے

صحبت شعر و بکٹ جام صراحی در دست   اس سوا سودا کو کچھ کام نہیں دنیا سے

اِک داغ پہ لالہ کے تو کیا روتی ہے شبنم   اس باغ سے کتنے ہی گئے داغ الم سے

کیونکہ میں پہنچوں خدا تک زاہدا دیکھا مری   حُسن جس بُت کا ہے عالمگیر دامنگیر ہے
دیر سے میرا نکلنا جوں حرم آساں نہیں   شیخنا ہر بُت کی واں تقدیر دامنگیر ہے
در گزر اے بیخبر اپنی تو تدبیرات سے   تیری ہر تدبیر کے تقدیر دامنگیر ہے

معتقد ہر گز نہیں ہیں کفر اور اسلام کے   گر مرید اس قدر ہیں تو ہم ہیں پیر جام کے
ہم سے دیوانوں سے عاقل در پئے تدبیر ہیں   بندے ہیں اُن نخوت مغزوں کے خیالِ خام کے
عشق کا آغاز تو جوں توں گزر جاتا ہے لیک   کہہ نہیں سکتا والا حالات میں انجام کے

نے تلاشِ دیں ہو ہم سے اور نے دُنیا کی فکر — اسکی رزاقی ہو وے ہی ورنہ کس کے کام کے

دُنیا سے گزرنا ہی عجب کچھ ہو کہ جس میں — کوئی نہ کبھو روک سکے راہ کسو کی

وہ غو نما دیر و مسجد میں جو صبح و شام رہتا ہے — تیری ہی پھر یہ جستجو ہو ورنہ شور بہتیرے
جیسے سنکر کے سودا پل میں صوفی مست ہو جاوے — وہ خمخانے کی ہاؤ ہو ہے ورنہ شور بہتیرے

یارب کہیں سے گرمیِ بازار بھیج دے — دل بیچتا ہوں کوئی خریدار بھیجدے

ہاں کیا لطف ہی منہ دیکھنا واں یار کا آہ — جہاں وعدہ آسے عالم سے ہو دیدار کا آہ
برہمن کفر کو اور شیخ حسن اسلام تج بیٹھے — جو نکتہ حل کروں اُن پہ کبھو اسرار کا اپنے

تنزل سے کبھی ہم ہرگز ترقی میں نہ کم ہوتے — جو ہوتے کوہ سے پتھر تو پتھر سے صنم ہوتے

گرمیِ اس شعلہ سے ہیہات نہ ہونے پائی — ہوں وہ پروانہ جسے رات نہ ہونے پائی
جی کی جی ہی میں رہی یار مرے بالیں تک — پہنچا اُس وقت کہ کچھ بات نہ ہونے پائی
دل مرا ہی نہ کیا دیر تنگ سے اسکی — ہے وہ مسجد کہ ذرا بات نہ ہونے پائی

عمر ناصح نے نصیحت میں گنوائی اپنی — پر مرے دل سے بتاں کی نہ محبت کھوئی
شیخ کعبہ میں خدا کو تو عبث ڈھونڈھے ہے — طالب اس کا ہے تو ہر ایک کی کر دلجوئی

حسن کو حق کی تجلی سے نہ خالی پایا — شعلۂ طور کا جو کہئے نشاں ہے تو ہے

صاحبِ توفیق سودا کو نہ ہرگز سمجھیو — ایک وہ رسوا خراب کوچہ و بازار ہے

جو طبیب اپنا تھا دل اسکا کسی پر زار ہے — مژدہ باد اے مرگ عیسی آپ ہی بیمار ہے
کیونکہ ہر سوئے چمن دوڑوں نہ اے ابر بہار — گل کو اپنے دیکھتا ہوں، بلبل گلزار ہے
ساکنانِ شہر جب یہ دیکھتے ہیں ماجرا — ہاے اس کوچے میں ہے اور واے اس بازار ہے
کیا خوشی اس سے ہیں سودا کہ آئی ہے بہار — لالہ و نسرین سے پر گو دامنِ کہسار ہے

توبہ ہم ملنے سے خوباں کے تو کی ہے لیکن — دیکھ لیتے ہیں کسی کو سر راہے گاہے
اپنی اک آن نہیں جرم سے خالی ہیہات — اور بدتر زگنہ عذر گناہے گاہے
بولے ہے سنکے جو آتا ہے مرا کچھ مذکور — اس کے آگے کسی تقریب سے گاہے گاہے
وہی سودا ہے نہ کوچے میں ہمارے جو شخص — نظر آجائے جو با حال تباہے گاہے

تجھ عشق کے مریض کی تدبیر شرط ہے — لیکن شفا کو گردش تقدیر شرط ہے
نالے تو میں بہت کیے اس بُت کے سامنے — پتھر کے نرم کرنے کو تاثیر شرط ہے

صورت میں میں کہتا نہیں ایسا کوئی کب ہے — اِک دھج ہے کہ وہ قہر ہے آفت ہی غضب ہے
کیا چیز ہے وہ 'دل' جسے کہتے ہیں الٰہی — اِک قطرۂ خوں سینے میں آفات طلب ہے
اک طرز ہو لوٹ جانیکے دل کی تو اکوں میں — ہے جو حرکت جان کی غارت کا سبب ہے
کہتے ہیں جسے عشق سو وہ چیز ہے سودا — جو ذات خدا جسکی حسب ہے نہ نسب ہے

بیٹھا ہے اعتکاف میں کس بوجھ بھار سے — اے شیخ کے مرید ترا پیر سنگ ہے
اب نسبت اُن سے خانۂ دل کو نہ دوں کبھی — دیر و حرم کی دیکھ لے تعمیر تنگ ہے

کسو کی گوش فہمِ یار شنوا ہے نہیں ورنہ
خموشی میں ہماری شور ہے' فریاد ہے' غُل ہے'
بنایا صانع قدرت نے تجھ کو رشک گلدستہ
دہن ہے غنچہ' آنکھیں نرگسِ شہلا ہیں رُخ گل ہے
زنخداں سیب گلشن حسن قامت سرو یا بوٹا
یہ لب نیلوفری ہے' خال کاکل شکل سنبل ہے

کیونکہ نہ ملک داری میں باہم ہو کشت و خوں　　یاں زندگی و مرگ کا حاصل زمین ہے

آتے نہیں نظر میں کسو کے جو ہم تو کیا　　عالم تو سب طرح کا ہماری نظر میں ہے
رخصت نہیں ہے اپنے تبسم و زنہ عندلیب　　تاثیر صد ترانہ اک آہِ سحر میں ہے
سودا کی مے خوری سے ہے توبہ پذیر خلق　　قاضی کبھی فتویٰ دے ہے کہ خیر اسکے شہر میں ہے

اُن سے جو ہیں نابینا وعدہ ہے قیامت کا　　بینا کی بہر یک پل دیدار نظر میں ہے
ہے کوچۂ ہستی میں سو طرح کا اُلجھیڑا　　اک راہِ عدم یار و بے خار نظر میں ہے

کرشمہ پیر مغاں کا ہے یہ کہ بردر دیر　　نشہ میں آج میں زاہد کو چور دیکھا ہے

قدر سمجھے وسعتِ دل کی نہ شیخ و برہمن　　ورنہ دونوں کے لئے ہم کعبہ ہم بتخانہ ہے
تا دوئی ہے درمیاں لافِ آشنائی کا غلط　　آشنا اس سے ہو وہ جو آپ سے بیگانہ ہے
نشہ کو ہرگز حقیقت کے نہ پہنچیگا کوئی　　جب تلک اے یار خالی عمر کا پیمانہ ہے
کیا کہوں بیداری طالع کہ ہر یک شب دعا　　بخت خواب آلودہ اپنے کے لئے افسانہ ہے

یاں صورت و سیرت سے بت کونسا خالی ہے　　پر راہ محبت کی دونوں سے نرالی ہے
جلوہ تو خدائی کا دیکھا ہے بتوں ہی میں　　سمجھوتے کو پھر آکے ایسا آیا نت بنالی ہے

میہماں خانۂ آفت ہے جسے کہتے ہیں دل
حلقۂ چشم کا دیکھا ہیں، وہ در اس کا ہے

عشق شبنم ہے مسلّم بگل اَے مرغ چمن
ورنہ راتوں کو عبث کوئی کبھی یوں روتا ہے

جاے کم ظرف کے دروازے پہ جو اپنے سودا
حرمت اپنی وہ گدائی کی عبث کھوتا ہے

گوہر کو جوہری اور صراف زر کو پرکھے
ایسا کوئی نہ دیکھا وہ جو بشر کو پرکھے

وہ شخص بار خاطر ہرگز نہ ہو کسی کا
جس کا ندیم ہووے اسکی نظر کو پرکھے

جوہر نہ ہووے جسمیں جوہر شناس کب ہے
جو صاحب ہنر ہو وہ ہی ہنر کو پرکھے

ہم ہیں وابستہ محبت کی مددگاری سے
سب سے آزاد ہوے دل کی گرفتاری سے

سبب غفلت دنیا ہے فقط عیش شباب
خواب آور ہے سحر رات کی بیداری سے

شکوہ ہے جور و جفا کا ترے کس کافر کو
مجھپہ گذرے ہے سو میری ہی وفاداری سے

مے پرستی ہے مری باعث آمرزش خلق
توبہ صد قوم نے کی ہے مری میخواری سے

بت اپنے کے مقابل صورت نہ دے دکھائی
ہو اک طرف اگر وہ اور اک طرف خدائی

کوچے سے شیخ اسکے گزرا تو دیکھتے ہی
جز سجدہ کرتے اُسکو کچھ اور بن نہ آئی

اسلام و کفر کی یاں کس کو ہے پاس خاطر
رندی تو کی حرم میں جا دیر پارسائی

منّت تو لاکھ کیجے پر جو غرورواں ہے — منّت غریب اسکے عہدے سے کب بر آئی
بدگر سکو جو شکوہ ہر جا کروں میں تیرا — کچھ اپنے تئیں اسی میں مطلب کی بات پائی
تھی سرد مہری اسکی آبِ حیاتِ دل کو — چھوٹے تپاک نے تو کچھ آگ سی لگائی
وقتِ اخیر سودا بالیں پہ اسکے رو رو — بیٹھا ہوا کہے تھا ہر دوست یار بھائی
مرضی اگر ہو تیری جا اسکو ہم لے آویں — دوری نے جسکے تیری صورت یہ کچھ بنائی
سنکر یہ بات بولا اتنا ہی آہ بھر کر — ہے نزع میں اذیت بیمار کو دوائی

تری دوری بہارِ باغ سے جو کچھ کہ کرتی ہے — خزاں نے کس چمن میں باگل و گلزار ایسی کی
نظر بھر دیکھ جانے میں نہ تھا افشائے رازِ دل — مجھے کر منع کس آساں کو تئیں دشوار ایسی کی
وفا اگلی کا شاکر ہوں جفا ایکی کا شکوہ کیا — بہت روز ون جو ویسی کی تو دن دو چار ایسی کی
بیک نقدِ محبت جنسِ دل بکتی نہیں سودا — بتاں نے داغ دے دیکر خراب و خوار ایسی کی

متاعِ دیں سے میں اپنے ہوں اس لئے بے فکر — کہ ذات حق جو ہے وہ پاسبان ہے سب کی
مآلِ مردم ماضی و حال و استقبال — سنا تو ایک سی کچھ داستان ہے سب کی

مگر وہ دید کو آیا تھا باغ میں گل کے — کہ بو کچھ اور میں پائی دماغ میں گل کے
عدو بھی ہو سبب زندگی جو حق چاہے — نسیم صبح ہے روغن چراغ میں گل کے

پاس اب ہمارے نکہتِ گُل کو نہ لا نسیم دل سے ہوس چمن کی اسیروں نے دور کی
معمار نے ازل کے فراموش کی مگر جاگہ بنائی خانۂ دل میں سرور کی
محرم فقط تسلّی کے دینے سے کیا حصول کر فکر ہو سکے جو دل ناصبور کی

وہی جہاں میں رموزِ قلندری جانے بھبھوت تن پہ جو ملبوسِ قیصری جانے
غلام اُسکی میں ہمت کا ہوں کہ جو اپنے جگر کے خون کو خوانِ توانگری جانے
فہیم ہے وہی آفاق میں ترا جو یا کہ جسمیں پائے تجھے اُس سے بہتری جانے
پڑا ہے پالے ایک ایسے کے دل کہ جو نادان وفا کی راہ نہ رسم ستمگری جانے
زبان دہن میں تو غنچہ کے بھی ہو کیا لازم کہ جسکے منھ میں زباں ہو سخنوری جانے
چلے جو میکدے زاہد تو دوں تجھے وہ جام کہ دوں مرتبہ تو جم کی ہمسری جانے
کسی گدا نے سنا ہے یہ ایک شہ سے کہا کروں میں عرض گر اس کو نہ سرسری جانے
امور ملکی میں اول ہے شہ کو یہ لازم گدا نوازی و درویش پروری جانے
مقام عدل پہ جسدم سریر آرا ہو ہر ایک خرد و کلاں میں برابری جانے
وہی ہو راے مبارک میں اسکے گوشہ نشیں کہ جسمیں عامۂ خلقت کی بہتری جانے
ملازموں سے نہ لاوے یہ اُسکو بر سر کار کہ جس سے کار خلائق کی ابتری جانے
چمن ہے ملک و رعیت ہو گُل اُنھوں کے لئے بسان ابر سر سایہ گستری جانے
ہمیشہ جود و کرم میں سمجھ ہر ایک کی قدر مساوی از امرا تا بہ لشکری جانے

بجا جو طرح سپاہی ہو اُس کو سمجھے مرد — نہ یہ کہ مرنے کو بیجا سپہ گری جانے
جو شخص نائبِ داور کہائے عالم میں — یہ کیا ستم ہے نہ آئین داوری جانے
سوائے اُن سخنوں کے جو تاج زریں کو — خیال اپنے میں سر دھر کے سروری جانے
یہ فخرِ تاج تو یوں نزدِ فہم ہے جس طرح — خروس آپ کو سلطانِ خاوری جانے

کمال اشفاق کا لازم نہیں دل کی تسلی کو — ہمیں تو یک نگاہِ لطف بس ہو وے اگر ہووے
چمن گم کردہ فصلِ گل میں وہ آوارہ بلبل ہو — کہ جسکا آشیاں کنجِ قفس ہووے اگر ہووے

ہمارے کفر کے پہلو سے دیں کی راہ یاد آوے — صنم رکھتے ہیں جسکو دیکھکر اللہ یاد آوے
فرامش لب کرے کیونکر نہ سودا شعر کہنے کو — کہ جو شخص آپ کو بھی گاہ بھولے گاہ یاد آوے

غنچہ سے مسکرا کے اُسے زار کر چلے — نرگس کو آنکھ مار کے بیمار کر چلے
پھرتے ہو باغ سے تو پکارے ہے عندلیب — صبحِ بہارِ گل پہ شب تار کر چلے
آزاد کرتے تم ہمیں قیدِ حیات سے — اسکے عوض جو دل کو گرفتار کر چلے
لے خوش رہو گھر اپنے میں جس شکل سے ہو تم — دو چار نالے ہم پسِ دیوار کر چلے
اندوہ و درد و غم نے کیا عزم جب اُدھر — ہم کو عدم سے قافلہ سالار کر چلے

گھڑی گھڑیالی کی سُن سُن کے میراجی دہلتا ہے
چلی آتی ہے وہی رات جوں جوں دن یہ ڈھلتا ہے
اثر نے آہ میں ہرچند نے تاثیر نالے میں
پر اتنا ہے کہ اِن دونوں سے میرا دل بہلتا ہے

سینے میں ہے یوں دل کو ایام گرفتاری — طائر کو قفس میں ہو جوں شام گرفتاری
صیاد نہ مجھ تک ہے نالہ نہ مرا اُس تک — مجھ سا نہ کوئی ہوگا ناکام گرفتاری
خوگر کو اسیری کے ہے ظُلم رہا کرنا — خوشتر زچمن اُس کو ہے دام گرفتاری
یارب مرے ناصح کو دکھلادے جھلک اسکی — دیتا ہے بہت مجھ کو الزام گرفتاری

ہر ایک شے میں سمجھ تو ظہور کس کا ہے — شرر میں روشنی، شعلہ میں، نور کس کا ہے
دماغ خلق پُر از کبر ہے میں حیراں ہوں — یہ مُشت خاک میں اتنا غرور کس کا ہے

کہ نرگس کی پلک تیرے تماشا نے نہ جُھکوائی
تو وہ گل ہے کہ جس گُل کا ہر اک گُل ہے تماشائی
تمیز خوب وزشت اے مہرباں کب عشق نے پائی
محبت میں سبھی یکساں ہیں جسکی جس سے بن آئی

مری تیری ہی سی نسبت گل و بلبل بھی رکھتے ہیں
ترا جلوہ مرادِ کش ہے اس کا گل کی زیبائی
جھکایا تھا مجھے زاہد نے کوچہ رنج دنیا کا
مغاں نے راحتِ دنیا کی مجھ کو بات بتلائی

— • —

دہن غنچہ کا جب دیکھوں ہوں گوشِ گل پہ گلشن میں
تو اپنا دردِ دل کہنا کسو سے یاد آتا ہے

— • —

بسکہ سو جا سے نگاہِ شوق نے پیدا کی راہ　　دیدۂ مشتاق پر وا ہے پردۂ ایام ہے

— • —

یاں جو ہوں خاموش سو تیری ندامت کے لئے
ورنہ شکووں کے ذخیرے ہیں قیامت کے لئے
حرفِ واعظ مجھ کو مسجد میں تو لایا ہے ولے
ہے اذاں ہر وقت کی مانع اقامت کے لئے

— • —

نہ رہ غافل زمانے سے بسر لیں ہشیار ہو　　کہ خوابِ پاسباں ہے دزد کے طالع کی بیداری

— • —

محکوم تصور کی مرے ہے تری صورت — آگے مری آنکھوں کے شب و روز کھڑی ہے

جان بھی دیجیے جو اس جینے کا اب جھگڑا چکے
دین و دل کھو کر میاں اپنی سزا ہم پا چکے
یہ نوید آمد کے پیارے تجھ سے مجھ کو لے گئے
آپ میں آیا میں تب اکتا کے جب تم جا چکے
پڑی جب کشتیٔ دل عشق کے دریا میں پھر خطرہ
اگر گرداب ہے کیا ہے وگر غرقاب ہے کیا ہے

چاہنا بزمِ تعیش کا ہوسناکی ہے — دشمنِ دور و تسبیح گردشِ افلاکی ہے
عزمِ کعبے کا تجھے ہرج بڑا ہے سودا — دل پر آتیں گبر و مسلماں کے اگر چاکی ہے

بازارِ محبت میں نہ ہو مفت کا بہا کیا — اک زن نے لیا مول یک چند درم سے
سودا اسے وہ چاہیے بہ از تختِ سلطنت — اک کنج قناعت میں جو بیٹھا فراغ سے

دل کو مرے ہے آہ سحر سے شگفتگی — غنچے کو گلزار میں جیسا صبا سے سرور ہے
بلبل چمن میں تیغِ نگہ کس کی چل گئی — جس گل کو دیکھتا ہوں سو زخموں سے چور ہے

سہی لیتے ہیں عاشق لے فرہاد — جسکے سر جیسی آن پڑتی ہے
دل سے پوچھا میں یہ کہ عشق کی راہ — کس طرف مہربان پڑتی ہے
کہا اُن نے کہ لے یہ ہندوستاں — لے سوئے اصفہان پڑتی ہے

ہماری ذلّت بدیدہ فہم عین راحت ہے منعموں کی
جو سرنگوں ہوں نہ اُن کے آگے تو اُنکی معلوم سرفرازی
کسی کو یاں عزّہ تاج کا ہے کسی کو یاں عجب راج کا ہے
کوئی بھکاری اناج کا ہے' یہ وجہ کیا ہے کہ بے نیازی
گزر اِدھر بھی وہ شاہ خوباں کرے جو یکدم تو کیا عجب ہے،
ہوئی ہے آگے بھی بادشاہوں سے اسطرح کی گدانوازی

نہیں ہے لُطف سے خالی بدیر یار کا ملنا — نجانیں وصل کی ہم قدر ہجر تا کہ نہو

خوب دیکھا میں جہاں اہل جہاں بھی دیکھے — ایک زنداں ہے کہ جسمیں ہیں گرفتار کئی
تیرے بازار میں اب کیونکہ نہ بگڑے سودا — ایک یوسف نظر آتا ہے خریدار کئی

ابتو میں چھوڑنے کا نہیں اسکو ناصحا — ہونی جو کچھ تھی قبلۂ حاجات ہوگئی

دیوانہ کون گل ہے ترا جس کو باغ میں   زنجیر کرنے موج نسیم سحر گئی
نظارہ بازِ بزم بتاں کا ہوں جلسے میں   تو ہی نظر پڑا مری جیدھر نظر گئی
مت پوچھ یہ کہ رات گئی کیونکہ مجھ بغیر   اس گفتگو سے فائدہ پیارے گذر گئی

—— • ——

پوچھے ہے پھول پھل کی خبر اب تو عندلیب   پھولے پھلے خزاں ہوئی ٹوٹے جھڑے گئے
دلخواہ کب کسی کو زمانے نے کچھ دیا   جنکو دیا بھی اُس میں سے وہ کچھ نہ لے گئے

—— • ——

اُڑ لے اب چمن سے کہ موج نسیم نے   خاشاک آشیاں کے ہمارے بہا دیئے
سودا جہان میں آ کے کوئی کچھ نہ لے گیا   جاتا ہوں میں بھی اک دلِ پُر آرزو لیے

—— • ——

تجھے عقدے غنچوں کے دل میں طرف تنے بلبل کے   نسیم صبح نے آ در میان کھول دیئے

—— • ——

وعدۂ لطف و کرم گر نہ وفا کیجیے   مہر نہیں تو ستم کچھ تو بھلا کیجیے
آخر میں تیرے ہیں اتنی نہیں جائے امن   بیٹھ کے اپنے کہیں چپکے رو یا کیجیے
فرصت اگر اپنی یہ لطف خداوند دے   کہ تو حق بندگی کیونکہ ادا کیجیے

—— • ——

جفا و مہر برابر ہے عاشقاں کے تئیں   خوشی ہو جس میں تمھاری سو ہی کیا کیجیے

کہے تھا شمع سے پروانہ رات جلتے وقت   کہ حق بندگی اس طرح سے ادا کیجے

ہر مخبط ہی خیال اپنے میں افلاطوں ہے   عقل پر ہو گی اُسے وہ جو ترا مجنون ہے
جزو بھی کل ہے حقیقت میں ترقی ہے شرط   قطرہ بڑھتا ہی رہے یار تو پھر جیحوں ہے

ہر آن دیکھتا ہوں میں اپنے صنم کو شیخ   تیرے خدا کا طالب دیدار کون ہے
اُلفت میں کچھ اپنی بھی اثر چاہیے سودا   ہر چند وفا شیوۂ محبوب نہیں ہے

اس عشق کا تو ہی ہے سزاوار کہ ہر ایک   دل دے کے ترے نام کو جو بے نشاں ہے

اُٹھایا کوہِ ستم سے اگر تو سخت ناداں ہے   اُٹھانا دل کو دنیا سے تب بکار نمایاں ہے

اسیری پر مرے ناحق یہ دل بیداد کرتا ہے   قفس میں ہم نوایان چمن کو یاد کرتا ہے
عجب بیداد حسرت پر مری صیاد کرتا ہے   دکھاتا ہے سب کچھ اسکو جسے آزاد کرتا ہے

اس قدر سادہ و پرکار کہیں دیکھا ہے   بے نمود اتنا نمودار کہیں دیکھا ہے
خواہ کعبہ میں تجھے خواہ صنم خانے میں   اتنا سمجھو دل تو دل سے یار کہیں دیکھا ہے

پھرے ہے کوچہ و بازار میں تو کیوں سودا
جنس دل کا بھی خریدار کہیں دیکھا ہے

کس سے کہوں بتاں کے میں ڈھنگ دلدہی کا
ان کافروں نے میرا دل لیکے جی لیا ہے
یاں چشم سرمہ سا کا مارا کوئی جیا ہے
ہر سرو اس چمن کا اک آہ بے صدا ہے

گرمے چلا وہ دل کو بیگانہ وار سودا
تو ہی کر اب تغافل جانے دے آشنا ہے

نسیم ہے ترے کوچہ میں اور صبا بھی ہے
ہماری خاک سے دیکھو کہ کچھ رہا بھی ہے
ترا غرور و مرا عجز تا کجا ظالم
ہر ایک بات کا آخر کچھ انتہا بھی ہے
جلے ہے شمع سے پروانہ اور میں تجھ سے
کہیں ہے مہر بھی جگ میں کہیں وفا بھی ہے

خاموش عندلیب چمن تجھ سے کیا ہی بخشا
اپنا سخن تو مرغ گرفتار سا نکلا ہے

کچھ بس نہیں ہے تجھ سے جز روکے چپ ہو رہنا
قدرت جو ہے تو یہ ہے مقدور ہے تو یہ ہے
اے دل قبول کرنا باتوں کو مہوشاں کے
گر فہم عاقلاں میں کچھ دور ہے تو یہ ہے

سودا کے جو بالیں پہ گیا شور قیامت
خدام ادب بولے ابھی آنکھ لگی ہے

عبث نالاں ہے اس گلشن میں تو اے بلبل ناداں
نہیں ہے رسم یاں کوئی کسی کی داد کو پہونچے

ہے قسم تجھ کو فلک دے تو جہانتک چاہیے　　جلوۂ حسن اُسے حسرتِ دیدار مجھے
ہوں تصدق ترے از عالمِ فانوسِ خیال　　گو تحیر نے کیا صورتِ دیوار مجھے
تمکو معلوم ہے یارو چمن قدرت میں　　عمر گزری ہے کہ گردش سے سروکار مجھے
پر میں حیراں ہوں کہ جوں سایۂ مرغانِ ہوا　　نہ کیا ایک قدم پھرنے پہ مختار مجھے
حسرت و داغ و الم درد چلا میرے ساتھ　　ہجر تیرے نے کیا قافلہ سالار مجھے

شکر صد شکر نہیں میں کسی خاطر کا غبار　　خاک کعبہ کی ہوں یا گرد صنم خانے کی

نہیں یہ رشتۂ تسبیح صورتِ زنار　　قسم ہے شیخ تجھے اپنے دین و مذہب کی

جس روز کسی اور پہ بیداد کرو گے　　یہ یاد رہے ہم کو بہت یاد کرو گے

ہم اپنی جان تلک دے چلیں جو مانگو تم　　پر ایک آرزو سے دل حوالہ ہو نہ سکے

عرصہ تو زندگی کا نہیں اسقدر بھی یہاں   افسوس میں کسی کے کوئی ہاتھ مل سکے

نے ضرر کفر کو نے دین کا نقصاں مجھسے   باعث دشمنی اے گبر و مسلماں مجھسے؟
آہ و زاری سے مری شب نہیں سو پا کوئی   تجھسے نالاں ہیں اک خلق ہے نالاں مجھسے
نہ بزور و نہ بمنت نہ بصورت نہ بشکل   لیگیا کیونکے میں حیراں ہوں دل جاں مجھسے

مژدہ یہ ہمصفیرو پہنچے تمھیں کہ تم پر   عرصہ تھا تنگ میرے نالہ کی حسرتوں سے
سو مجھکو آسماں نے کنج قفس میں سونپا   اب چہچہے چمن میں کیجے فراغتوں سے
فندق چمن میں کسکی دیکھی ہے انگلیوں پر   ہر شاخ سرنگوں ہے گل کی خجالتوں سے
سودا وطن کو تج کر گردش سے آسماں کی   آوارۂ غریبی ہے اتنی مدتوں سے

حیراں ہوں شمع کس کے لئے سوزناک ہے   پروانہ کس کے شعلۂ خو کا ہلاک ہے
ملت طلب ہو اسے دل لے شیخ و برہمن   صورت حرم کی کیسی ہے کیا شکل دیر ہے
چاہا کہ جوں حباب میں دیکھوں یہ کائنات   کھولی جو چشم اور ہی عالم میں سیر ہے
رکھتے ہیں ایک طرح کا ہم وصف ذات حق   وہ شخص کون سا ہے جو سودا الغیر ہے
کیا نیاز عشق سے غافل ستیزہ ناز حسن آہ   شیریں کیا جانے کہ خون آلود جوئے شیر ہے

گل پھینکے ہیں عالم کی طرف بلکہ ثمر بھی　　اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی
کیا ضد ہے مرے ساتھ خدا جانے وگرنہ　　کافی ہے تسلی کو مرے ایک نظر بھی
اے ابر قسم ہے تجھے رونے کی ہماری　　تجھ چشم سے ٹپکا ہے کبھو لخت جگر بھی

نہ مجھ سے کہہ کہ چمن میں بہار آئی ہے　　یہ مرغ کشتنی کب قابل رہائی ہے
ترے نکالے سے مجھ گھر سے کون جاتا ہے　　وہی تو جائیگا پیارے کہ جسکی آئی ہے
کریں ہیں در پہ ترے شیخ و برہمن سجدہ　　بتوں کی حسن و ادا تیرے یہاں خدائی ہے

سب سے کہے سوتا ہوں یہ کہدیں کہ پھر آنا　　بالیں پہ مرے شور قیامت اگر آئے

کیا ہو جو قفس تک مرے اب صحن چمن سے　　دو برگ لئے گل کے نسیم سحر آوے
سب کام نکلتے ہیں فلک تجھ سے پہ لیکن　　میرے دل ناشاد کی امید بر آوے
جب پھونکے ہے ناقوس صنم خانۂ دل شیخ　　کعبے کا ترے وجد میں دیوار و در آوے

جفا و مہر جو خاطر میں اب ترے آوے　　وہی ہے نصیب مرے حق میں جو تجھے بھاوے
نسیم گر حق دوستی بجا لاوے　　یہ مشت پر ہیں قفس میں چمن کو لیجاوے

زاہد چلا ہے کعبہ کو اور برہمن کنشت — بندے ہیں اسکے ہم جو کسی دل میں گھر کرے

بدلا ترے ستم کا کوئی تجھ سے کیا کرے — اپنا ہی تو فریفتہ ہوئے خدا کرے

اتنا لکھو آئیو مرے لوحِ مزار پر — یاں تک نہ ذی حیات کو کوئی خفا کرے

فکر معاش عشق بتاں یاد رفتگاں — اس زندگی میں اب کوئی کیا کیا کیا کرے

گر ہو شراب و خلوت و محبوب خوب رو — زاہد تجھے قسم ہے جو تو ہو تو کیا کرے

اے خضر زخود رفتگی کیا طرفہ سفر ہے — جسمیں کہ نہ بھولیں نہ کوئی راہ بتاوے

اے گل اندام ترے ساتھ نہ میں ہی ہوں نالاں — کون بلبل ہے چمن میں کہ نہیں فریادی

ایک وارفتہ و شیدا ہے اگر میں کہا سو وا — تجھ کو نسبت کو مجھے کیونکہ خوش آئے وادی

یہ کہاں تنگ کسی امیدِ بہشتی کے نیچ — غم کئے دل کا سے یوسف جو ہوئی شادی

ہے وہ بنیاد خرابی کی جہاں میں اے دوست — سمجھے ہیں اہل جہاں جسکے تئیں آبادی

کب شمع مجالس کی فانوس میں آ چھپتی ہے — جو حسن ہو بازاری مت اس کو چھپا پردے

دل کے تئیں اک عالم کہتا ہے خدا کا گھر — اے عشق ایسے آتش دے ہے تو سمجھ کر دے

پانی بھی نہ مانگ اس سے جو ہو دے ستمگر ہے — کیا اس کے تئیں [illegible] شبنم نہ کبھو برسے

وہ قصر تو چاہتا نہیں ہیں — جسمیں گل وگل عذار ہوئے

ہو دست خدائی میں تو یہ کیجے منادی — ظالم ہو جو کوئی سو طرحدار نہ ہووے
سودا چمنِ دہر سے یہ چشم نہ رکھیو — وہ گل نظر آوے کہ جسے خار نہ ہووے

بھر نظر تجھ کو نہ دیکھا کبھو ڈرتے ڈرتے — حسرتیں جی کی رہیں جی ہی میں مرتے مرتے
بہر گلگشت عدم سے جو کوئی پہنچا ہے — سمت اس باغ کے طے منزلیں کرتے کرتے
پھل جوانی سے نہ پایا کبھو جوں طفل سرشک — ملگیا خاک میں یاں پاؤں کے دھرتے دھرتے

ٹک دیدۂ تحقیق سے تو دیکھ زلیخا — ہر چاہ میں آتا ہے نظر یوسفِ ثانی
بلبل ہی سسکتی نہیں کچھ باغ میں تجھ بن — شبنم گلوں کے منھ میں چواتی رہی پانی

برہمن بتکدہ سے کے شیخ بیت اللہ کے صدقے — کہیں ہیں سودا دو دل آگاہ کے صدقے

آئیگا وہ چمن میں تڑکے ہی سے کشتی کو — شبنم سے کہدے بلبل پیالے گلوں کے دھولے
باغِ جہاں میں آکر کچھ ہم نے پھل نہ پایا — اک دل ملا کہ جسمیں ہیں سیکڑوں ملوے
ایسا ہی جاؤں جاؤں کرتے ہو تو سدھارو — اب دل یہ گل جو ہونی سو آج ہی ہو لے

نظر آیا بھی احوالِ جہاں اس میں تو کیا حاصل
جو دل میں نقش ہیں اپنے ہے اُس سے جامِ جم خالی

پیش از ظہورِ مرغِ چمن خادمانِ عشق — بٹتے تھے رشتۂ رگِ گل دام کے لئے
پہنچے سو کیونکہ منزلِ مقصد کو یہ قدم — پیدا ہوئے ہیں گردشِ ایام کے لئے
سودا ہزار حیف کہ آکر جہاں میں ہم — کیا کر چلے اور آئے تھے کس کام کے لئے

ہر آن یاس بڑھتی ہر دم امید گھٹتی — دن حشر کا ہے اب تو فرقت کی رات کٹتی
کوچے میں اُسکے باقی مجھ خاکسار پر اب — یا آسماں کا گرنا یا ہے زمیں اُلٹتی
آئینہ کہ رہا تھا خوبوں کے صاف منہ پر — ہیں ایک دن یہ شکلیں سب خاک بیچ اَٹتی

غزلیات فارسی

اے کہ در چشمم بہر صورت تو منظوری بیا — وے بدل نزدیکی از من چرا دوری بیا
من بدل جورِ ترا بہتر ز مہر انگاشتم — گرچہ در ذیلِ ستم کیشاں تو مشہوری بیا
یکسرِ مو شوکتِ حسنت نخواہد کم شدن — من گدائے کاسہ در دست فغفوری بیا
نامۂ وصلِ ترا خط بر رخت آوردہ است — رفت ایامِ فراق و وقتِ مہجوری بیا

——— • ———

می کنم ہر چند پنہاں رازِ عشق اما چہ سود — چارہ نتواں کرد، غمازی حالِ خستہ را
غافل از عالم مشو صیاد ورنہ مشکل است — باز آوردن بسوئے دامِ صید جستہ را
جز صبا بندِ قبائے گل نہ بکشاید کہ حسن — آورد در قیدِ خدمت مردمِ وارستہ را

——— • ———

من بساطِ عیش خود را برنہ چینیم تا کجا — خندہ زن بر شادیِ من اہلِ ماتم تا کجا
در فراقِ رفتگاں با غم نسازم تا بکے — در مقامِ فرقتِ چندے بگریم تا کجا

——— • ———

بستیم در بروے دو عالم سوائے ما — جائے فرشتہ نیست بخلوت سرائے ما
ما نشانیم ز جورِ فلکِ دوں خود را — شانۂ زلف جفا ساختہ دلہائے ما

——— • ———

کفر و دیں در عشق ہم یا رب نقیضِ یکدگر — یا من و کفر یا دیں آں برہمن زادہ را

صد بہار آخر شد و از ساغرِ خود ہمچو گل — من بجز خونِ جگر گاہے نخوردم بادہ را
ناصح از راہِ کرم ما را نصیحت می کند — خبر شنیدن ہیچ نتواں گفت مردِ سادہ را
بسکہ پابندِ علائق گشتم اے سودا مپرس — زندگانی دائم الحبس است ایں آزادہ را

از رہبری عشق بجائے رسیدہ ام — صد خضر گم شود بتلاشِ سراغ ما
از اختلاط او دلِ یک غنچہ وا نشد — شرمندہ او نسیم بروں شد ز باغ ما

چوں دل نتواند کہ کند ترک وفا را — انگاشتہ ام مہر بہ عشقِ تو جفا را

آتش بدلم میزند ایں تنگ قبا ایں شوخ — مخفی ست پسِ پردہ و بیروں خبر اوست
اے شیخ ز جاروب کشِ میکدہ ام پرس — رازیکہ نہانست ز تو در نظرِ اوست
آں شمع کہ در پردۂ فانوس خیال است — ایں مجمع آراستہ قربانِ سرِ اوست

بودے کریم را چو بر اعمال ما نظر — کارِ جزائے خلق بفردا نمی گذشت
پشتِ فلک ز بار تو اے عشق می شکست — تقدیر گر بنائے تو بر ما نمی گذشت

حسن جائے عشق می گیرد کہ بعد از کوہکن — نقشِ شیریں را ہمیں در کوہسار ماندہ است

عشق او نگذاشت اے ناصح بمن ہیچ اختیار
اختیارم گریۂ بے اختیاری ماندہ است

رحم کن بہر خدا بر غربت سودا کہ او
در دیارت دور از خویش و تبارے ماندہ است

خود را درون پردہ نہفتہ چہ حاصل است
صد پردہ پیش اہل نظر حائل تو نیست

جز چاشنی درد تو دل را چہ لذتیست
اے وائے بر کسے کہ دلش مائل تو نیست

بے سوز سینہ کس بتو حاشا نمی رسد
جز داغ دل چراغ در منزل تو نیست

ساختیم از حال دل آگاہ و یار از دست رفت
کردہ ام کارے بنادانی کہ کار از دست رفت

شہسوار عرصۂ عشقم ولے در کوئے دوست
تا گذر کردم عنان اختیار از دست رفت

خوبی چشم بتاں وابستۂ حسن خط است
بادہ بے لطفست چوں فصل بہار از دست رفت

توبہ دیشب کردم و امروز مے از جوش خم
آنقدر خوردم کہ سیر لالہ زار از دست رفت

موجب خاموشی سودا چہ می پرسی کہ من
داشتم دل نام شخصے غمگسار از دست رفت

ما مرغ پر شکستۂ گلزار عالم ایم
پرواز ما بسوے چمن بے خرام نیست

آزادگی بامن اسیری نمی رسد
در گوشۂ قفس خطر و خوف دام نیست

مومن ز جور گوید و ترسا ز دخت رز
مارا دماغ بحث حلال و حرام نیست

از فکر زاد راہ چہ غافل نشستۂ
ایں منزل خراب محل قیام نیست

چرا روم بگلستاں دریں بہار عبث — کہ ہست سیر چمن بے مے و نگار عبث
برنگ نخل خزاں دیدہ ایں بست از سنگ — نہال من نفشاں دست برگ و بار عبث

دل دارم و جان دارم و دین دارم و ایماں — از من بستاں آنچہ کہ درکار تو باشد
گوشش بشناسد بجہاں ایں دو صدا را — آنکس کہ دلش محرم اسرار تو باشد
گر بانگ صلوٰۃ ست و گر نالۂ ناقوس — ایں زمزمۂ مرغ گرفتار تو باشد

یوسف اگر بعہد تو می بود در جہاں — او را کہ می خرید و کجا می فروختند
از دست شاں پریدہ بدامت فتادہ ام — آنانکہ صید را بہوا می فروختند
جنس دل مرا تو بمن باز پس بدہ — ایں کار قدر فہم خریدار بشکنند

ہر یکے خواہان دل از جنس خوباں میشود — تا بدست آورد ظالم در پے جاں میشود
کے کند از بید ماغی صحبت گلگشت چمن — آنکہ از عکس رخش آئینہ بستاں میشود
ہر شبے مانند تصویرات فانوس خیال — گرد آں شمع شبستاں بزم قرباں میشود
از پریشانی دریں بستاں دلا غمگیں مشو — غنچۂ گل میگردد اینجا گر پریشاں میشود
بارہا گفتم نمی آید ز پند خویش باز — ناصح از گفتار خود روزے پشیماں میشود

چوں قدم بیروں زمجلس آں بتِ بیباک زد   حلقهٔ بزمِ نکورویاں گریباں چاک زد
خلقتِ آدم چه نسبت داشت با ہیجانِ عشق   چرخ ایں آتش چرا بر تودهٔ خاشاک زد
روحِ پاکِ ما سزاوارِ تنِ خاکی نه بود   دہر از بے جوہری بر گوہرِ ما خاک زد

قصدِ گلگشتِ چمن ہیتو گر آید بخیال   پائے ایں دل شده چوں سرو بہ رفتار افتد
شیخ در صومعه با خلوتیاں را دیدیم   اے خوش آں مست که او بر درِ خمار افتد
مذہبے ده بمن اے عشق که از دولتِ او   گاه تسبیح بگردن گہے زنار افتد
دل فروشم دلِ خود را به نگاہے لیکن   ترسم آں راز که در سمعِ خریدار افتد

گم شد بطریقے ره دیر و حرم از من   کز شیخ و برہمن به ہمیں قافله افتاد
گردِ سخنِ پیرِ خرابات نگردیم   امروز بگوشم سخن از مسئله افتاد

واعظا باز آ ز پندِ خود که دیشب چشمِ من   پر ز غوغاے قیامت گوی او در خواب دید

عشقِ تو بصد رنگ چه بگداخت دلم را   ایں شیشه اگر او قلموں شد شده باشد
آں ساقی بے دردِ من اندیشه ندارد   گل در نظرم ساغرِ خوں شد شده باشد
گفتم ز غمِ عشقِ تو دیوانه ام اے شوخ   گفتا اگرت خبطِ جنوں شد شده باشد

آنانکه بدستِ تو دلِ زار فروشند — صبر و خرد و دین همه یکبار فروشند
با صورتِ داد و ستدِ دل چه بگوئیم — چون مرغ اسیرے که ببازار فروشند

در گوششِ از قصهٔ من داستان رود — آن گل بنازِ بالشِ خوابِ گران رود
رفتن ز باغِ دهر بود ماتمِ عظیم — گل می درد قبا چو ازین گلستان رود

گل را نمی شناسم و نه بو شناسِ گل — هستم ز تخمِ مرغ قفس زاد در قفس
سودا شنیده ام که بعهدِ اسیریم — روزے عجیب حادثه رو داد در قفس
من مُردم از تغافل و او شد بقیدِ من — آزاد گشت بلبل و صیّاد در قفس

در محفلِ مستان ازین پیشکشے نیست — یک جام بگیر از من و هم پهلوے جم باش

گوهر یقین بجز ز دریا جدا بود — عارف خدا است گرچه بود در میانِ خلق

دوست در عشقِ تو مارا دشمنِ جان در بغل — تیرِ مژگانِ ترا دل گشت پیکان در بغل
افسرِ شاهی بسر دارم ز خاکِ کوئے دوست — گوشهٔ خاطر به از ملکِ سلیمان در بغل
دردِ دل را با که گویم آه ازین همرهان — بهرِ زخمش هر یکے دارد نمکدان در بغل

می برد جز ہیچ از دنیا کسے الا کہ من　　بردہ ام چیزے تمنا ہام پنہاں در بغل

در برگ ہر گلے بچمن رنگ حسن اوست　　صاحبدلاں چو سیر کنند از نگاہِ دل
اے شیخ گر بسوے حرم می روی چہ سود　　با صاحب حرم نرسی جز براہِ دل

رنگیں تراست قصۂ دل خوں شدن ز گل　　لیکن بپاس خاطرِ دلبر نگفتہ ام
نامحرم است خضر بجائے کہ می روم　　نام مقام دوست بہ دلبر نگفتہ ام
سودا برائے جرعۂ آبے درین دیار　　ہرگز بخضر و آب و سکندر نگفتہ ام
گر چشم تا بہ بیند انداز شوخیش را　　سرتا بپا چو برقست یک پیکر تبسم
انداز خندۂ او باغیر سوختہ ما را　　داغیست سینۂ ما از آتش تبسم

در قتل گہہ آئی و من روئے تو بینم　　یک خلق مرا بیند و من سوئے تو بینم
یک شانہ گرہ از زلف کرد لہاے بتاں را　　تا شانہ بگیسوئے خم یک سوئے تو بینم

از پردہ ما بروں نگفتند راز عشق دوست　　رفتم بروں ز شہر بصحرا گریستیم
یک خلق را بگریہ در آورد گریہ ام　　گاہے نشد بیاد تو تنہا گریستم

جلوۂ حسنش بہرجا بود و من می سوختم　　داغ عشق او بدلہا بود و من می سوختم
وعدہ ہاے وصل با اغیار ایفائی نمود　　با منش امروز و فردا بود و من می سوختم
بے تو اے رشکِ گلِ گلزار در فصلِ بہار　　لالہ آتش زن بصحرا بود و من می سوختم

اگر خاکم کنی یارب بکوے دلربا رفتم　　بپاے رہ نورداں تا کجا خیزم کجا رفتم
غرورِ نازِ ایامم کہ ہرگز سر فرو نارد　　اگر صد بار چوں رنگِ حنا در دست و پا رفتم
تو ہر جورے کہ خواہی کن زمن ہرگز نخواہد شد　　بیانِ دادخواہی تو در روزِ جزا رفتم
بآبِ خضر کے لبِ تشنۂ ناز تو رو آرد　　لبِ خود را نسازم تر چو در آبِ بقا رفتم

در کعبہ یہودیم و مسلماں بدر دیر　　آرام بجز خانۂ خمّار نداریم
ما بندۂ عشقیم و مبرّا ز مذاہب　　با شیخ و برہمن سرِ پیکار نداریم
بلبل دلِ نالاں و خیالِ رخِ او گل　　با بلبل و گلزارِ جہاں کار نداریم
بر عرضِ تمنا نہ دہی گوش چو امروز　　فرداست کہ با طاقتِ گفتار نداریم

از دلم چوں آہ آتشناک می آید بروں　　دود از ہر یک خس و خاشاک می آید بروں

چشم را بستہ درونِ دل یکے خلق درآ　　ایں عجب کنجِ فراغ است چہ می بینی تو

دیار حسن می دارد بهار بی خزاں　　هیچ معشوقی نباشد درمیاں همتا سرو

ز رخ بند نقابا را وا نکردی کاش می کردی　　جہاں را بر من شیدا نکردی کاش میکردی
سر راہی بامید نگاہی بر تو بگرفتم　　فغاں کز شرم سر بالا نکردی کاش میکردی

در اول چشم روشن ساختی ای گوہر یکتا　　در آخر چوں صدف در سینہ چاک انداختی رفتی

دارم من آشنائی کز روز آشنائی　　ہرگہ دو چار گشتم پرسیدم از کجائی
بر نامدن ز منت از خانہ گر سرم رفت　　ما می رویم از خود بیروں در چو آئی
امید وصل جاناں این طالعم نباشد　　عمرم رسید پایاں در بخت آنز مائی
دیر و حرم بعالم فانوس یک چراغ اند　　بر ہر دو یکہ آئی پروانہ اش در آئی

از تو ناز و عشوہ می زیبد ز من عجز و نیاز　　سرکشی از شعلہ آید از گیاہ افتادگی

مطلعات، افراد و رُباعیات

بساط اپنی میں تھا جو ایک دل سو وہ بھی کھو بیٹھا
مجھے مدت ہوئی پیارے میں اُس سے ہاتھ دھو بیٹھا

ہے سخت بے مروت وہ بت وفا کرے کیا　　پر اب تو لگ گیا دل کہیں علاج کرے کیا

سودا کے لیئے بر سرِ بازار ہوئے ہم　　ہاتھ اسکے بکے جسکے خریدار ہوئے ہم

نہ پوج سنگ و گل اے شیخ اور خدا کو مان　　مرے صنم کی پرستش کر آ خدا کو مان

اے میاں عشق کے یاروں کو کہیں ٹھور نہیں　　دل نہیں، صبر نہیں، آپ نہیں اور نہیں

شیخ یہ کہتا ہے میرے نالۂ جانکاہ کو　　کیوں مجھے ایسا بنایا کیا کہوں اللہ کو

وہ سمندر ہے کہ جسکا نہ کہیں پاٹ لگے　　کشتیٔ عمر مری دیکھئے کس گھاٹ لگے

میں کہتا ہوں دل اپنے سے کہ ننگ و نام سے گزرے
نہو یہ بات گر اس میں تو کیا آرام سے گزرے

رُباعیات

(۱)

مومن نہیں زنار سے میرے آگاہ اس رشتہ کو ہے سبحۂ اسلام میں راہ
اس بُت کا برہمن ہوں کہ ہم صوفی و ہم شیخ کہتے ہیں جسے دیکھ کے اللہ اللہ

(۲)

ہر سو تری تحقیق میں تھے ہم سرگرم تھا گاہ یقیں کعبہ پہ گہ دیر پہ بھرم
پایا غرض آپ ہی میں تجھکو پر انکو سجدہ جو کیجئے تو نہیں رہتی شرم

(۳)

اے شیخ حرم تک تجھے جانا آنا یہ طوف جلا ہے کا ہے تانا بانا
پہچانیگا واں کیا اُسے حیراں ہوں میں جسکے حرم دل میں نہ تیں پہچانا

(۴)

میں دیر و حرم ڈھونڈکے یارو ہارا دونوں میں نہ پایا اُسے جز اندھیارا
دل داغ سے روشن ہوا بسدم جوں شمع اپنا تن و جاں اپنے قدم پر وارا

(۵)

ہے زیر فلک جتنی کہ یہ موجودات — ہر ایک کی ایک طرح کٹے ہے اوقات
اے شیخ کیا خوب یہ ہم نے تحقیق — شیخی و کرامات ہے بن آئے کی بات

(۶)

سودا کو میں پایا مے وحدت سے مست — اُس سے نہ کسی شیشۂ دل کو ہے شکست
ناقوس و اذاں سُنکے یہ بولے آزاد — اے برہمن و شیخ صدا را عشق است

(۷)

اے دوست تجھے دل میں تو پاتا ہوں سرور — آنکھوں میں تری ذات کو دیکھوں ہوں نور
تجھ کنہ کو لیکن نہ کبھی پہنچا فہم — اے ایں ہمہ نزدیک تو کتنا ہے دور

(۸)

افسوس کریموں میں نہیں یہ دستور — مفلس پہ کرم کرکے نہ ہوویں مغرور
جھکتا ہے اگر شاخ ثمردار کا ہاتھ — پھل دیکے وہیں آپ کو کھینچے ہے دور

(۹)

کتنوں کا جہاں میں زر و مال ہے شکر — کتنوں کا یہی با دولت و اقبال ہے شکر
یوں شکر تو سب کرتے ہیں لیکن سودا — شاکر ہے وہی جسکو بہر حال ہے شکر

(۱۰)

ہر چند کیا ہم نے جہاں میں تحقیق — ہوتی نہیں ہم سے ایک دو کی تفریق
اے دل نہ شناوری میں ہو اسکے غرق — بحر توحید ہے نہایت ہی عمیق

(۱۱)

سودا پئے دنیا تو بہر سو کب تک　　آوارہ ازیں کوچہ بآں کوچہ کب تک
حاصل یہی اس سے ہے کہ دنیا ہووے　　بالفرض ہوا یوں بھی تو پھر تو کب تک

(۱۲)

اے بے تو مدام آب در دیدۂ من　　شُد خون دل خراب در دیدۂ من
ہر لحظہ مرا بطنز می گوید بخت　　دیدار توئی و خواب در دیدۂ من

قصیدہ

کیا حضرتِ سودا نے کی اے مصحفی تقصیر　　کرتا ہے جو ہجو اُسکی تو ہر صفحہ میں تحریر
خوبیِ سخن سے ہے جو آفاق کا ممدوح　　سو اُسکی تو اور آپکے سخن کی کرے تحقیر
جو شاعری ہے غیرتِ نقاشیِ مانی　　جس شعر سے شرمندہ ہے بہزاد کی تصویر
جو شاعری پہنچی ہے فرنگ و صفہاں میں　　اور لیکے عرب تا عجم اُس نے کیا تسخیر
کرتا ہے تو اُس شاعری کی ہجو و مذمت　　جو شاعریِ خورشید کی مانند ہے جہانگیر
پیشکلے جو تیرے معتقد ہیں کہتے ہیں تجھے پوچ　　اور پوچ ترا پوچ ترے تری جانے ہیں تقریر
تفضل و ہنر و علم میں اگلے سے ہیں جو کامل　　ہر ایک سے رہتے ہیں وہ مقر اپنی بتحقیر
اس مرتبہ نفس اپنے کو تجھ کس نے کیا ہے　　خالق نے کیا تھا تب انہیں صاحبِ توقیر

مغرور جو اتنا ہے تو اس بے ہنری پر
کیا کبر و منی سے تری طینت کا ہے تخمیر

گذرے ہیں جو استاد سخن اپنے وہ اشعار
سب کر گئے ہیں فخر و مباہات میں تحریر

بے بہرہ معانی سے سخن بسکہ ہے تیرا
لفظوں میں ارادہ ہو ترا کیونکے گرہ گیر

سودا کے تئیں کہتے ہیں تھا شاعر مغلق
کیا مصرعۂ بے ربط کیا تو نے یہ تحریر

سو شاعری اسکی تو طبیعتوں پہ عیاں ہے
بیہنی ترا اوس سے ہے زیادہ یہ ہے تسطیر

سودا کو کوئی شاعر مغلق نہیں کہتا
یہ خلق پہ ہے از رہ بہتاں تری تقریر

کہتے ہیں وہ خلاق معانی تھا جہاں میں
مذکور جہاں آئے ہے سودا کا یہ تذکیر

کرتی ہے بلاغت پہ تری لعن بلاغت
سن تیری فصاحت پہ فصاحت کی ہے تقریر

اے مصحفی جانے ہے تو اپنا جسے دیواں
نفرین خلائق کی ہے گویا کہ وہ جاگیر

جو مانی و بہزاد سے رکھتا ہے زیادہ
صورت کشی معنی و مضموں میں تشہیر

مضمون و معانی سے نہیں بہرہ کچھ اسکو
کیسو وہ زباں جس سے تو کرتا ہے یہ تقریر

رکھ چشم حماقت پہ ذرا عقل کی عینک
باریکی مضمون کی دیکھے اسکی تصاویر

پرواز معانی کے ہیں کس رنگ سے چہرہ
اور کیسی صفائی سے ہیں ان چہروں کی تحریر

سودا کی جو تحریر معانی سے ہے مساوی
تب اس سے ہو تیری جو وہ بیہودہ ہے تقریر

تا دیدۂ تفہیم سے تو دیکھے وہ دیواں
تا سیر مرقع سے طبیعت ہو تری سیر

آئینۂ عروسان معانی کا ہے گویا
از بسکہ پر از نور و صفا اسکی ہے تقریر

دیوان کو مردوں نہ کیا بلکہ جہاں میں
وہ ایک پری خانۂ چیں کر گیا تھا

حسن و سخن و لطف بیاں دیکھنا اُسکا	اور یکتا نہ ہنرہاں ہوئے واہیوں کے پیر
سودا کے سخن کی تئیں اُستاد تو اپنا	کرتا اگر اے جُرعہ کشِ بادۂ تقصیر
اس طرح سے میدان میں تقریر و بیاں کے	یہ ٹھوکریں کھا کھا کے نہ ہوتا زبر و زیر
سودا کے سخن کو وہ دیا حسن خدا نے	سُنکر جسے تحسین کو دشمن نہ کرے دیر
فکر اُسکی نے بخشا ہے معانی کو جو کچھ رنگ	یوں لعل کو دے رنگ نہ خورشید کی تنویر
وہ مخترعِ طرز کہ طرزِ قدما پر	کھینچا خطِ نسخ اسکی ہے خامہ نے یہ تحریر
کیا ربط سخن کو ترے سودا کے سخن سے	ذرّہ میں کہاں مہرِ جہانتاب کی تنویر
گذرا ہے وہ عالم میں اک اُستاد زبردست	کیا کیا کروں اوصافِ سخن اُسکے میں تحریر
خوبیِ معانی کہوں یا بندشِ الفاظ	پاکیزہ بیانی کہوں یا صافیِ تقریر
تھی ریختہ کی قدر خزف ریزہ سے کمتر	دی اُس کی زباں نے گہر و لعل کی توقیر
عالم میں وہ اک قلزمِ ذخار سخن تھا	مضموں گہر اور آپ تھا غوّاص گہرگیر
شبنم نہیں گلشن میں دمِ صبح گلوں پر	دیکھ اُسکی معانی کو ہیں غرقِ خوے تشویر
تھا اہلِ ولایت سے وہ اور شاعرِ عالم	اُسکا بجہاں ہو نہ سکا کوئی گلوگیر
کی ہجو ہر اک شخص کی ہر چند کہ اُس نے	پر اس سے طرف اُسکے نہ عائد ہوئی تقصیر
ایجاد کیا اُس نے جس طرز و روش کو	سو اُسکے ہی خامہ پہ ہوئی ختم وہ تحریر
جب تک کہ نہ ہو سنگ تہ و رنگ نہ ڈھنگ	پاتا ہے سخن کب گہر و لعل کی توقیر

مناظرہ

اشرف علی خاں نامی باخلاق مہذب
تھے عمدہ گھرانے سے وہ اِک مردِ متوقیر

تھا شعر کا شوق اُنکو جوانی سے نہایت
مصروف اُسی میں رہے جبتک کہ ہوئے پیر

اک عمر کے عرصہ میں بہت شوق و شغف سے
اُن خاں نے کیا تھا غرض ایک تذکرہ تحریر

دل میں تھی منتخب اپنی سے سو اُن کے
جی میں کسی آگہ کے دکھانے کی تھی تدبیر

مذکور سنا فارسی گوئی کا مکیں کے
اشرف علی خاں نے جو بافواہ جہانگیر

دل اُنکے میں آیا لے یہ لیجائیے اُس پاس
رکھے ہے وہ اس شہر میں استادی کی تشہیر

اس تذکرہ کو لیگئے القصہ وہ اُس پاس
تا دیکھے وہ اُس تذکرہ کے شعر بتاخیر

جو شعر ہو جسّت اُسمیں کرے صاد وہ اُسپر
اور سست کے احوال کو دیوے نہ وہ تعزیر

دکھلایا جب اُس تذکرہ کو خاں نے مکیں کو
تب عذر دماغ اپنا بیاں کر وہ بتکریر

تصحیح رکھی اسکی اُنکی شرطاں پہ موقوف
جو جو اُسے منظور تھا لا اُس کو بتقریر

جسدم نہ کی اُن شرطوں کی اشرف علیخاں نے
لایا جو بتکرار وہ اقبال میں تاخیر

ہاتھ اپنے سے اک بند لکھا دے وہ شعر لیں
جو باتیں کہ پائیں تھیں قرار اُسکی بتدبیر

پھر اُن سے کہا لیجئے ٹھہری اب اس پہ
تا ہو ویں یہ باشاد مزیّن یہ تحاریر

اصلاح کی لکھوا سند اشرف علیخاں سے
وہ مانگے سند تعلیم جہانگیر

اس طرح ہوا تذکرہ او پہ مستو جہ
کرتی ہے زباں جسکے بیاں کرنے میں تاخیر

ایکار مضامین و معانی کے سب اُسکے — تھی زادہ طبع اُنکی جو گذرے ہیں مشاہیر
تن پر نہ رکھا ایک کے سر اُنمیں سے اُسنے — لی ہاتھ جو ظالم نے قلم اپنے کی شمشیر
آئے وہ سب اس طرح بزیر قلم اُس کے — جوں فوج گنہگاروں کی آئے تہِ شمشیر
پہنچی یہ خبر جس گھڑی اشرف علی خاں کو — سُن انکے اس احوال کو حالت ہوئی تغییر
اُس حال سے آئے جو افاقے میں وہ ہیں جلد — پاس اُسکے سراسیمہ و مضطر گئے جوں تیر
احوال کو خاں کے جو وہ دیکھا متغیر — تا دیر تبسم سے رہا غنچہ کی تصویر
پاس اُسکے سے القصہ وہ بیش از خشونت — اُس تذکرہ کو لائے اُٹھا سخت ہو دلگیر
لا گھر میں جو اُس تذکرے کے حال کو دیکھا — سودا کنے لا اُسکو لگے کرنے یہ تقریر
اس ظلم کا انصاف کرو دو مری تم داد — میں ورنہ گریبان کو ڈالونگا ابھی چیر
سودا نے کہا خاں سے کہ انصاف کی خواہش — ایسی ہے اگر آپ کو تو کیجیئے مت دیر
انصاف طلب ہو جئے اُن اشخاص سے جاکر — جو فارسی گوئی میں ہیں بالفعل مشاہیر
میں ریختہ گو ہوں مجھے رکھئے معاف آپ — دکھلائیے اسکو انھیں اچھی ہے یہ تدبیر
رنجیدہ و آزردہ ہو سودا سے یہ سُنکر — ڈیرہ کو گئے اپنے وہ باحالت تغییر
اُس تذکرے کو ڈال گئے تھے وہ خفا ہو — اس واسطے سودا کے رہا پاس وہ تا دیر
ناچار ہو اُس پر وہ ہوا جب متوجہ — جس جا کہ اُن اجزا میں تھی اصلاح کی تحریر
دیکھے تو سب تن ہے قتل مچایا — ہاتھ اپنے میں لے اُسنے قلم کا تبر و تیر
اُستادوں کے وہ شعر کہ ہر حرف جنھوں کا — دیوان فصاحت کے کتابہ کی ہی تحریر

اُسکے تئیں کاٹا ہے بنایا ہے بگاڑا — ہر شعر کے معنی کو کیا ہے زبر و زیر

کاٹا کوئی مصرع کوئی مصرع ہے بنایا — بے معنی کوئی لفظ کہ اُس کی لکھی تقریر

معنی سے گذر کے کہیں لفظوں کی رعایت — لفظوں کا تبدّل کہیں معنی کی ہے تغییر

ٹھہرایا ہے بے معنی کوئی مصرعِ اُستاد — مصرع کوئی بے معنی کہہ اس میں کیا تسطیر

لکھا ہے کہیں شیخ یہ بے علمی کا ایسا — پھیرے ہے کہیں لفظ اُسکے جو تھی شیخ کی تقریر

لکھی ہے کسی شعر کی تقریر یہ تضحیک — سمجھا نہ کہ ہے اپنی ہی نافہمی کی تقریر

کرڈالے قلم خوردہ کہیں صفحہ کے صفحہ — خط کھینچ کے اوراق کے اوراق کئے قیر

لے سعدی سے تا جامی و خسرو سے حسن تک — لے مولوی روم سے تا محسن تاثیر

جو تھے متقدم متوسط متاخر — ذات اُنکی ہوئی شاعری کی بانیٔ تعمیر

وہ تذکرہ اُن سبکے سخن سے تھا مزیّن — قاصر ہے ثنا جنکے میں آفاق کی تقریر

اُس تذکرہ پر ہات وہ اس طرح کیا صاف — جس طرح سے جو زنگ لگاتے ہیں بشمشیر

سودا ہوا اُس دم گل تصویر سا حیراں — یوں دیکھی جب اُسکی وہ چمن بندی تحریر

بعد اُسکے افاقے میں جو آیا تو یہ سمجھا — نزد اُسکے اس اصلاح میں کچھ ہوسکیگی تدبیر

اُستاد فلک رتبہ کہ ہے خلق کے نزدیک — از روے شرف خاک رہ اُنکی ہے از اکسیر

کرتا ہے کلاموں کو جو اُن شخصوں کی اصلاح — اُستادونکی اُستادیکی وہ ٹھونک ہم ذریر

سودا کے ہوا دل کو یقیں دیکھ یہ احوال — وقت اپنے کا وہ شخص بلاشک ہے بڑا پیر

مشتاق سخن اُسکا ہوا تا کرے دریافت — اُستادوں کی اُستادی کیفیتِ تقریر

اُستادوں کے اشعار پہ اغلاط کا اطلاق ، کر کے جو کرے ہے سخن اُنکا زبر و زیر
آگاہ ہوا اس فن سے جو اس طرح سے اُسکے ، صحت سے تعجب کیا ہو کہ طینت کا ہو تخمیر
ہے شاعری میں جو کوئی اِس طرح کا محتاط ، اور نکتوں کی جتنی ہیں وہ ہے خلق میں تشہیر
جو شخص کہ ایسا ہو وہ کب اپنے سخن کے ، اغلاط کو اور سقم کو رکھے گا گلو گیر
ازبسکہ وہ مشتاق سخن کا تھا مکیں کے ، پہنچانے کے تھا اُسکے بہم در پئے تدبیر
سودا کنے دیوان مکیں لے گئے آخر ، عرصہ میں کئی روز کے اک صاحب توقیر
اُس کو بتامل جو لگا دیکھنے سودا ، ہم اُس میں کہ الفاظ معانی تھے گرہ گیر
اشعار میں اُسکے جو نئے طرز سے دیکھے ، آئینہ میں ہر لفظ کے اک معنی کی تصویر
اُس شاعرِ ذی ہوش کی تعریف میں اُسنے ، کس خوبی سے تب ایک رسالہ کیا تحریر
القصہ ہوا جب وہ رسالہ مترتب ، اور پائی ہر اک سمت میں ذکر اُسکے نے تشہیر
لکھنے کا رسالہ کے جو پہنچا اُسے احوال ، جاں اپنی اُسے شان کا وہ موجب تکسیر
بھیجے تھا بقا کے تئیں دے شعر کے اسناد ، پاس اُسکے جو عالم میں تھا یکتا ئے مشاہیر
سودا کے جو ہیں شعر مکیں مورد ایراد ، ہیں طرز مضامین و معانی کے وہ تسخیر
یک شعر ازاں جملہ یہ لکھتا ہے کہ جسکا ، ہر لفظ ہے نخچیر معانی کے لئے شیر
مضمون کو اس فارسی کے شعر کے مورد ، گر میں نے کیا ہندی میں اس طرح سے تسطیر
تھا دل مرا محفل میں گرفتہ قدح آسا ، صہبا نے کی ہوئی کی شگفتہ میری تدبیر
سودا کی یہ اُس شعر پہ حجت ہے کہ تونے ، کس واسطے باندھا ہے قدح کے تئیں دلگیر

دے گئے ہین قدح کو وہ گل و لالہ سے تشبیہ
جو ڈال گئے شعر کی بنیاد کی تعمیر

ہے شکل گل و لالہ شگفتہ کہ گرفتہ
بیہودہ وا ہی تکرار اس رنگ سے تقریر

صورت گل و لالہ کی اگر ہوتی گرفتہ
کب کرتی پیالہ کی تشابہ سے وہ تدبیر

معنی کے سوا بندش الفاظ کے اسکے
سودا نے رسالہ مین مفصّل لکھی تقریر

اوستاد کا تب شعر سند شعر کے اپنے
پھر اوسنے دیا کرکے بقا کے تئین تحریر

اوستاد کے اوس شعر کے مضمون کو بھی لینے
الفاظ مین ہندی کے کیا لاکے گرہ گیر

کیا بادہ خوشی دے مجھے جب ہجر مین تیرے
نظر دین قدح ہے دل بگرفتہ کی تصویر

ہر چند کہ معنی مین ہی دونو نکے تناقض
لفظون کے تشابہ سے کر اوستاد کی تدبیر

اِس شعر کو لکھ کر دیا تھا اوسنے بقا کو
یہ کہہ کہ یہ استاد دکھا کر تو اوسی زیر

جسوقت کہ دکھلا چکے سودا کو بہ اسناد
پھر کیجو طرف میرے تو اوس سے یہ تقریر

بے سقم ہیہی شعر ہین اسطرح ہمارے
ہے اونکے سمجھنے مین تیری فہم کی تقصیر

سودا نے کہا اوس سے کہ اے فہم کے دشمن
لا شعر کے معنی کو سمجھ کر تو بتدبیر

یہ شعر ہے تائید ہمارے ہی سخن کا
سمجھا نہین تو معنے کا اسکے زبر و زیر

اوس شعر مین اوستاد کا جو کچھ تھا ارادہ
سودا نے کیا آگے بقا کے اوسے تقریر

جب شعر نہ ٹھہرا وہ سند شعر مکین کے
تب ان سے اوٹھا ہو کے بقا ملزم و دلگیر

اون بیتون کا احوال کہا آکے مکین سے
اون دونو کی مضمون کا جو آپس مین تھا تغییر

جب بند ہوئے شاعری مین تب اوٹھین اپنے
خفت کے مٹانیکے لیے سوجھی یہ تدبیر

بہتر ہے کہ سودا کے تئین دیجیے رخصت — تا خشک جھونکا ہو ہماری خوی تشویر
یہ مشورہ ٹھہرایا بلا سب کو کمین نے — جو شیخ بچہ اوسکے تھے در حیطۂ تسخیر
سودا کو پکڑ لاؤ تم اور دو اوسی خفت — اونسے جو یہ ایراد لکھے ڈالو انھین چیر
آ کے وہ دل و جان سے قبول در کمر باندھ — کہنے کو سمجھ اوسکے کیا اوسنے جو تقریر
آئے تھے ہم جمع ہو ہتھیار دن کو لے — سودا کنے اشرار وہ برعزم زد و گیر
گھر اپنے مین بیٹھا وہ عذرا دنکو سے غافل — ناگاہ یہ دار و ہوئے لے خنجر و شمشیر
پیش آیا بتعظیم و داخلاق سے اون ساتھ — اونکو وہ نہ سمجھا کہ یہ ہین مایۂ تذویر
یہ بولے وہ سب بیٹھتے ہی تمکو کمین نے — جلدی ہی بلایا نکرو چلنے مین تاخیر
سودا نے کہا اس گھڑی مجکو خفقان ہے — سچ جانیئے اور کیجئے موقوف یہ تقریر
کل آؤنگا مین اون کنے کہدو یہ تم اونسے — جاگیر نہین ہے جو کرینگے مجھے تغیر
یہ سن چھری اک شخص نے کوکھ اوسکی پہ دھر دی — اور سر یہ کھڑے دو ہوئے لے برہنہ شمشیر
کہنے لگے لیجائینگے ہم تمکو اسی وقت — چلنے مین کمین کے کنے ہرگز نکرو دیر
اور لے لو رسالہ کو جو لکھا ہے وہ تمنے — جانے کی نہین پیش تمہاری کوئی تقریر
سودا نے اون اشرار کی دیکھی جو یہ نیت — سمجھا کہ کرینگے نہ یہ بد ذاتی مین تقصیر
ناچار میانے کو منگا اوسمین وہ بیٹھا — جب دیکھی کوئی اوسنے بجز اسکے نہ تدبیر
اونمین سے چھری کھینچ وہ ہین آنکے جلدی — چڑھ بیٹھا میانے مین بھی اک نطفۂ خنزیر
اس طرح سے جب لیچلا تنہا اوسے پاکر — وہ لشکر شیطان دغا پیشۂ بے پیر

گھر اوسکے سی لے پہونچے تھی تا دس قدم اوسکو
ناگاہ تماشا یہ دکھائے اونھین تقدیر

نواب سعادت علیخان ہاتھی کے اوپر
یا فوج و حشم اوس گھڑی آکر ہوئے رہ گیر

دیکھین تو ہی میرزا رفیع ایک میانے کے اندر
اور گرد ہے بس میانے کو اک جمع مقابیر

سودا سے لگے پوچھنے یہ ماجرا کیا ہے
سنکر کے اوس احوال کی کچھ تھوڑی سی تقریر

بٹھلا لیا نواب سعادت علیخان نے
سودا کے تئین اپنی خواصی مین بتوقیر

آمادہ وہ نامرد ہوئے بھاگنے کو سب
اوس حال کو دیکھ اونکی یہ حالت ہوئی تغیر

سودا سے جو ہین تلک متوجہ ہوئے نواب
یک چشم زدن مین یہ ہوئے وان سی ہوا گیر

فرمایا یہ نواب نے وہ ماجرا سن کر
یہ بھاگ نجاوین کہین کرو انھین زنجیر

تا اونسے خبردار ہون جاتے رہے وہ یون
جسطرح کمان سخت مین سی جائے نکل تیر

جنز بیر کے گھر اپنے کہ اک آن مین پہونچے
ٹھہرے نہ کہین بیچ مین یہ بھاگے وہ بے پیر

آ شکر خفے تو یہی اونکو ہزیمت
یون آگے کا احوال کیا خامہ نے تحریر

نواب جو سودا کے تئین لیگئے ہمراہ
داخل ہو مکان مین لگے فرمانے یہ تقریر

حاکم نہین اس عہد کا مجبور رہون ورنہ
تم دیکھتے دنیا مین جو اونکے تئین تعزیر

فرمایا پھر اوسکے تئین از راہ تفضل
تم یان رہو یک چند کہ جانا نہین تدبیر

تم سے کرین پھر آن کے شاید کہ خلش وہ
ان موذیونکا بسکہ ہی بدذاتی سے تخمیر

سودا نے کہا یہ ہے میرا خانہ امید
حق اسکو رکھے حشر تلک فیض کی جاگیر

اقبال خداوند سے اک خلق کو ہے راہ
با دوستی دیکھی زیر فلک پیر

آفاق مجھی جانے ہی اور ہستو نکو مین بھی — احوال یہ کھتا نہین کچھ حاجت تقریر

آگاہ تمہارے سے نہ تھا اونکے مین ہرگز — پیش آئینگے اسطور سی مجھ ساتھ وہ ذی پیر

تکرار سخن کی بھی عادت نہ تھی مجھ سے — کچھ اونکو یہ اونکی ہی فقط حمق کی تقصیر

شاعر کیلیے جنگ سخن کرنے کو باہم — بہتر نہین ہی تیغ زبان سی کوئی شمشیر

تیغ سخن اوسکی جو اصابت نہین رکھتی — اسواسطے شمشیر سے کی لڑنے کی تدبیر

کچھ مجھکو نہ تھی اوس سی سخن اپنے کی تکرار — مجھپر نہ گوارا ہوئی اوستادونکی تحقیر

اصلاح دی اپنے تئین سمجھا کہ بنا مین — اوستاد او فنون کا ہین جو وہ اوستاد مشاہیر

لکھا مین یہ اسواسطے تا نہ دسفیہان — اوستادونکے حرف آئے نہ در عزت و توقیر

خالص ہی اون اوستادونکا نقد سخن ایسا — ہے قلب نما سامنے جسکے زر اکسیر

نافہمی سے جب اوسنے لکھا اونپہ مطاعن — جلکر مجھے ناچاری سی تب سوجھی یہ تدبیر

دیوان کو منگا اوسکے مین جسطرح کہ اوسنے — اوستادونکے اشعار کئے ہین زبر و زیر

مینے بھی اوسی طرح سے اشعار کے اوسکے — باشرح و بیان معنی کے تقریر کی تحریر

پر میرے اور اوسکے ہی یہ لکھنے مین تفاوت — بیجا ہی وہ تقریر و بجا ہے مری تقریر

احوال یہ کر عرض ہو نواب سے رخصت — گر آیا اوسی رات کو گھر اپنے مین شبگیر

پہونچی جب اوسکو یہ خبر آفاق مین جو تھا — فریادرس آہو و گلہ شکن شیر

وہ آصف جمجاہ کہ عدل اوسکی سی دایم — شاہین ہا عہد اوسکے مین محکوم عصافیر

یہ شعلہ در آتش خشم و قہر کے اوسکے — اوس لحظہ بھی قایم رہی بیان جسکی مین تقریر

بجھتی نہ تھی آتش غضب و غصہ کی اوسکی   ہرچند کہ ارکان تھی بجھانے کی تدبیر

مختار تھا اوس عصر مین نواب کا نائب   لایا تھا ممالک کو وہ سب اپنی بہ تسخیر

فرمایا اوسے آصف دوران نی بلاکر   ان شیخونکی تمنے سنی یہ بدعت و تقصیر

ناحق متعرض ہوئے سودا کی وہ جاکر   واللہ کہ ہر اونکی خطا کی یہی تعزیر

کھدواؤ محلہ کو ابھی جاکے اونھون کو   اور منہدم اوسکو کرو جو اونکی ہو تعمیر

پھر اونمین سے ایک ایک کو گنگا کی کرو پار   اخراج سبھونکو کرو دے طفل سے تا پیر

اور پہلے اوسی پار اوتروا دو کہ جسنے   بھیجا تھا اون اشرار کو از بہر زد و گیر

لاؤ مرے احکام کو تم جلد عمل مین   خاصہ مین نہ کھاؤنگا اگر اسمین ہوئی دیر

نائب نے جو نواب کی اوس وقت مین دیکھی   اس مرتبہ نار غضب و غصہ کی تاثیر

حیران تھا کہ کیا بات بناؤن مین کہ جس سے   نواب کے نزدیک معاف اونکی ہو تقصیر

تھا اوسکو سلوک اوس سے اوس ایام مین منظور   رکھتا تھا وہ شیخونکی بسروا زنی جو تشہیر

خاطر کا تھا پاس اوسکے جو مختار کو ملحوظ   از بہر رفاہ اوسکے یہ نائب نے کی تدبیر

ارکانون سے تب اپنے بلا کر کہا اوسنے   یہ کام کرو جلد کرو اس مین نہ تاخیر

سب شیخ بچونکے تئین اور مکین کو   سودا کنے لیجا کے کرو اوس سے یہ تقریر

حاضر ہوئے ہین آکے گنہگار تمھارے   جسطرح انھین چاہیے اب دیجیے تعزیر

القصہ جو تھے نائب مختار کے ارکان   آ شیخونکے گھر مین وہ لگے کرنے یہ تقریر

سودا کے گھر اب تم چلو سب لیکے مکین کو   اسمین ہی بھلائی ہی تمھاری نکرو دیر

سودا کنے جسوقت کہ اونکی تئین لائے
خجلت سے ہر اک دمین تھا غرق خوی تشویر

خفت سے اونھونکی تھا جو کچھ چہرونکا عالم
احوال وہ زنہار نہین قابل تحریر

سودا کے حضور اون سبھونکو لائے وہ اشخاص
اور بولے کہ ان خاطیونکی بخشیے تقصیر

سودا نے کہا انکی مین تقصیر سی گذرا
سر آنکے مرے آگے اونھون نی کیے جب زیر

یہ کیا کرین آہین کہ مقدر مرا یون تھا
انسان کو لازم ہی رہے تابع تقدیر

رخصت اونھین سودا نی کیا عطر دے اور پان
حاصل یہ دنھین اس حرکت سے ہوئی توقیر

ہرکارے نواب آصف الدولہ کے تھی حاضر
جا عرض کیا دیکھ گئے تھے جو بہ تفسیر

سودا کے تئین لیچلے تھی جیسے وہ مردوُ
لیجاتی گھر اپنے اوسے بالفرض وہ تقدیر

پایا ہی اکیلا جو سلاطین کو اکثر
اسطرح سے ہین لے گئے لا خنجر و شمشیر

پرکندہ کیا اوسنے جو دستار کو اوسکی
اوس کندہ کی اب مشکل و دشوار ہی تطہیر

سودا کا کشاکش وہ ہوا موجب عزت
اس سے بڑھی اور اوسکی تو دستار کی توقیر

اللہ جو اشخاص کو کرتا ہے مقرر
اونکے لیے ہر امر مین عزت کی ہو توقیر

شاعر کے تئین کام ہی کیا تیغ و سپر سے
جب لڑنیکو دیکھا حق نے زبانسی اوسکی شمشیر

اثبات قصیدوا سکے ہوا تیغ زبان کا
جسدن سے کی با تیغ و تبر لڑنے کی تدبیر

اے مصحفی اسطرح سے یہ سانحہ گذرا
جو تو نے لکھا سا تھ کیے معرکے تحریر

بد ذاتی مین کچھ شبہہ نہ تھا اونکو و لیکن
خفت دیے اونہی کو ن دی عزت جسی تقدیر

حُسینی کی یہ نقل کہ اس جنگ و جدل کی
جس سے بڑی افساد کے بنیاد کی تعمیر

سودا سے کئی روز کے بعد آکے بقا نے / اوس بخشش ماضی کا کیا عذر تقاصیر

اور کہنے لگا یہ کہ بلا شک ہو مسلم / اوستاد تم اس فن مین باقرار جماہیر

یہ عرض ہی میری جو قبول اسکو کرین آپ / انسب ہے مری فہم کے نزدیک یہ تدبیر

دیجے مرے دیوان کو اصلاح کی تشریف / تا اہل سخن مین ہو سخن کو مرے توقیر

ہر چند کہ تھا ننگ کا سودا کو یہ موجب / پر خلق سے اقبال مین کی اوسکو نہ تاخیر

آیا کیا لینے کے وہ اصلاح کی خاطر / دیوان جو کئی جز کا تھا کر اوسکو بغل گیر

دیوان کے اصلاح تلک رکھی یہ صحبت / کی وقت مین اصلاح کے ہرگز نہ کبھو دیر

دیوان کو کیا اوسنے جو اصلاح سے فارغ / بعد اوسکے معًا اوسکے تئین سوجھی یہ تدبیر

شاگرد مین سودا کا ہوا آکے و لیکن / ہو دیگا مگین جسکے اس احوال کو دلگیر

شاگردی سودا کی وہ بیعت شکنی کر / لا حجت بموجب و بے ربط بہ تقریر

اوس طوق اطاعت سے نکل اپنی گلو مین / جا ڈالی پھر اوس سلسلہ کی پاؤن مین زنجیر

برگشتہ ہو کہنے لگا بیہودہ و واہی / مجذوب کے مانند وہ جذبے کا ہو تسخیر

یہ تونے جو کی معرکہ آرائی بقا کی / اوس کذب کو دھو ڈال کر اس صدق کو تحریر

سودا سے ہو کس طرح بقا معرکہ پرداز / خورشید کا ذرہ نہ کبھو ہو دیگا گلوگیر

اوستاد کے بیچ سے تو آنے کو ابھا کے / گر معرکہ سمجھے تو ہے اسمین تری تقصیر

اے واہی کیا تذکرہ مین تونے ہی اپنے / مذکور کو سودا کے عجب طرح سے تحریر

اوس شہرۂ آفاق کے احوال کو کوئی / لکھتا ہے یہ بے رتبگی و خفت و تحقیر

نسبت کری ہی سرقہ کی اور جہل کی اوسنے
رکھ بعضو نپہ عندیہ کی اپنے کرے تقریر

جہل اوسکی کا اور سرقہ کا رتبہ تجھی کھلتا
گر ہوتی تیری دیدۂ تفہیم مین تبصیر

جہل اوسکی کری نارسد علم و ہنر پہ
اور سرقہ نے طبع و دل عالم کیا تسخیر

ہر چند کہ ہین اوسکو مراتب تجھی ملحوظ
ہے اوسکی تجاہل مین حسد کی تری تقصیر

اس لکھنے سی قدر اوسکی نہ یکذرہ ہوئی کم
اور تیری حماقت کی زیادہ ہوئی تشہیر

انلاط و توارد کا کرکر اوسپہ تو بہتان
لعنت تری اس جھوٹ پہ ہی مفتری بے پیر

لکھتا تو اگر یہ کسی گمنام کے حق مین
جب خلق کی نزدیک بھی سچی تری تقریر

اوسکا ہنر و فضل ہر اک دل پہ لکھا ہے
ذکر اوسکا نہ تھا کچھ ترا محتاج بہ تحریر

ہر فرد کی ہی پیش نظر تجھسے زیادہ
احوال کا اوسکے جو نقیر اور ہی قطمیر

جانے ہی اوسے ماہی و مہ ذرّہ و خورشید
ہی بسکہ وہ آفاق مین مشہور مشاہیر

ایسا نہین گذرا ہی جہانین کوئی اب تک
اور بعد کہ ہو نیکی خبر رکھتی ہے تقدیر

ذکر اوسکا ہی لکھنا ترا ایسا کہ جہانین
ذرہ کرے خورشید کے احوال کو تحریر

گر نظم و گر نثر مین جو یہ تو نے بکا ہے
کچھ شان کی اوسکی نہین شایان وہ تقریر

کیا ہجو تری اوسکی اگر مدح کری تو
ہو رتبہ و قدر اوسکی کا وہ موجب تحقیر

دھووے پہلے تو با مشک و گلاب اپنی دہن کو
اوس شخص کا تب لا بزبان اسم بتوقیر

کسواسطے گذرا ہی وہ مقبول طبائع
تو آپ ہی کہہ یہ او سیہ راے داہیوکے پیر

مقبول وسی جانے ہی تو مقبول کی مردود
کرتا ہی تو پھر کس لیے ہر شعر مین تحقیر

اوسکا ہی بھرا ہوا دلمین حسد تیرے و لیکن — تقریر بیان کی ہی سلیقہ کی یہ تقصیر

شدت سے حماقت کی ٹھہرتا نہین یکجا — لکھی ہی کہین مدح کہین ذم کرے تحریر

یا چھائی ہوئی اوسکی سخن کی ہی جو صولت — اسواسطے کرتا ہی تو بھٹکی ہوئی تقریر

کہیئے اوسی خورشید سپہر سخن و شعر — انوار کلام اوسکا ہی از بسکہ جہانگیر

اوروں کے تئین نسبت ذرات ہے اوس سے — ہین ریختہ گو جتنے کہ گمنام و مشاہیر

یون اوسکے سخن سے ہی نمود سخن خلق — جون پرتو خورشید سے ذرات کی تنویر

اے مصحفی ہر ایک کے حسب و نسب سے — اسطرح ہوا کب تو خبردار و خبرگیر

ہین نارسی کے تذکرے بیحد نہایت — دیکھا اونمین کہ کسطور سے مذکور ہین تحریر

البتہ کہ سب ایک سے ہو دینگے نہ شاعر — ہر ایک کا یکسان نہین اندیشہ و تدبیر

لازم ہی سخن کے تئین پستی و بلندی — ہوتی ہی جدی طرح سے ہر فکر کی تقریر

پر ثبت کیا اونمین سے جن جنکے سخن کو — ہر ایک کے احوال کو لکھا ہے بتوقیر

وہ کون ہی جس شخص کے احوال کو تونے — لکھا نہین بے رتبہ و بدطور بہ تحقیر

اس تذکرہ مین تیرے کسی شخص کی حقمین — اظہار معائب کے سوا کچھ نہین تذکیر

معلوم ہوا اس سے کہ تھا تجکو یہ منظور — پڑتے ہین کرے تذکرے کے ہجو جماہیر

جس جسکا بھرا ہی حسد و کین ترے دلمین — کرتی ہی ادس احوال کو ظاہر تری تقریر

ماہر کے لکھا حق مین کہ وہ بیخبری سے — بنیا نہو تے کور ہی نزدیک بتقدیر

اور ہین وہ خبردار جو اوس سے تھے نزدیک — یہ اپنی طرف تونے کنایہ کیا تحریر

یعنی کہ مین گو صحبت سودا مین نہ پہونچا
پر مینے سخن اپنے کو دی ایسی ہی توقیر

منہ اپنے سی جو چاہی سو بکے نہ رکہی ہے
بے رتبگئی شعر تری خلق مین تشہیر

تحقیر کر اوس سید پاکیزہ نسب کی
لی تو نے عبث لعنت و نفرین کی جاگیر

ایک مین کہون تجھ سی سخن واقعی تیرا
تفہیم مین اوسکی نکرے فہم جو تقصیر

نے دوستی سودا کی ہی نہ دشمنی تجھ سے
دنیا مین کسی شخص کو ہیچ جان یہ تقریر

ساری یہ زبردستی خوبی سخن سے ہے
کرتی ہی جو عالم کے دلون کی نت تسخیر

جو گذرے ہین مقبول خدا ونکی سخن کے
دکہاتے خلائق یہ ہی چہائی ہنر کی تاثیر

مقبولی و مردودی طرف سے ہے خدا کے
پیش آتی نہین جاتی ہی کچھ سعی تدابیر

تو کیا کہیگا اور کہیگا کوئی کیا اور
شاعر بجہان جتنے ہین لے خورد تا پیر

سب ریختہ کہتے ہین یہ سودا کے سخن کو
جو حق نے دیا ہی شرف و عزت و توقیر

لگا نہین کہاتی ہی کسی بات مین اوس سے
یون کہنے کو لوگو نکی تو استاد بہی ہین میر

یہ نکتہ ہی آویزۂ گوش دل دانا
ہر چند کہ احمق کے جگر کے لیے ہی تیر

قائم نہ رہا آ کوئی میدان مین اوسکے
زعم اپنے مین گو بیشۂ معنی کا ہو وہ شیر

شہباز خیال اوسکا رکہی تہا تہ چنگال
تھے جتنے معانی و مضامین کے نخچیر

دی قدر نگس کی تجھے اور اوسکو ہما کی
جس روز کی تقدیر نے تقسیم کی تدبیر

عقل اوسکی تہ احمق تو نہ ایک ایک تہ غالب
ہرگز نہ پہنچے آگے سی ایک ایک کے ہو زیر

اوس شخص سی خامہ کی سرکی دیہ گذا تیرا
دیکھے جو طرفدار کہین کوئی یہ تحریر

لادے نہ وہ ہرگز خفگی طبع مین اپنے — کسو واسطے ہی واجبی درا ست یہ تقریر

اور اوسمین جو بہتان کا اوسکے ہووے تردد — اوّل نہ رسالہ کی طلب مین کری تاخیر

پھر اوسکو قسم ہی کہ تعصب کو اوٹھاکر — پڑھنے مین نہ اک حرف کے اوسکی کری تقصیر

اول سی لے آخر تلک اوسی غور سی دیکھے — بغض و حسد و جہل کو کر طبع سے تغییر

نکتے وہ کیے اوسمین بیان اونے کہ جنکو — دیکھ اوسکی طبیعت کے مقر ہی خرد و پیر

لاحل ہین اگر معنے اشعار مکین کے — کس خوبی سی حلکر اونھین لایا وہ بتقریر

کس لطف سے الفاظ و معانی مین کیا دخل — اشعار کے اوسکی کہ اونھین کردیا تصویر

رکھتی تھی عجب معجزہ بے علمی سودا — علاّمونکا اللہ نے جاہل کو کیا پیر

بغض اور عداوت کو جگہ دلمین نہ دیکر — دیکھ اوسکے رسالہ کا نقیر اور تو قطمیر

بعد اوسکے تو انصاف سے کر غور کہ عائد — اور دونون مین سے کسکی طرف ہوتی ہی تقصیر

مختار کیا تجکو مین ہو کر کے حکم تو — وہ کر کہ ہو جسپر متقاضی تری تدبیر

کچھ شعر کی باتین نہین ایمانی و دینی — بد کہنے سے جنکو ہو کوئی داخل تکفیر

اوستاد نہین باپ کی گر بات بری ہو — اچھی نہین کیجاتی بجنگ تبر و تیر

اس بات کو تو سچ جان کہ پیدا کرے معنے — شاگردونکے لڑنیسے نہ اوستاد کی تقریر

احمق ہی سو سمجھانیسے قباحت جو کسو کی — ممنون نہو اور لیکے لڑے اوس سے وہ شمشیر

سودا اونکین مین پڑی سی اوس سے ہی لڑائی — تھے ورنہ ہم پیشہ زبین جون شکر و شیر

کہنے سے ہو گر کوئی بنی یا دنی کوئی — تو اوسکی خطا سی بری و پاک ہو تقریر

ممکن نہیں یہہ بچائے ہم رتبہ معصوم
بالفرض ہوا شعر مین خاقانی کا بھی یہہ

سہو اور خطا ہے بشریت کا لوازم
انسان جو ہی سراسر مین ہی سہو و تقصیر

پاک اپنے تئین جانے جو انسان خطا سے
بے شبہہ و شک جرم و خطا کا ہی وہ تخمیر

عیب دگران کے تئین ہر یک نگران ہے
کچھ اوس سی کسی شخص کی بڑھتی نہین توقیر

تیزی نظر عقل کو دی حق نے جنہون کے
عیب اپنے بجز چشم کے کند اونکی ہی تنویر

آفاق مین جو عقل سی معذور ہین اونکو
اورونکی خطا جوئی پہ مصروف ہی تدبیر

حمق اپنے سے اورونکی ہنر کو جو کہی عیب
کیونکر نہ خطا بینونکا ہوئے ہدف تیر

حال اونکی سے اک شعر نظیری ہی مطابق
اسواسطے مضمون کو کیا اوسکے مین تحریر

یک عمر بکا دوستونکا عیب جہان مین
دشمن سی سن اپنے تو ذرا وصف کا تذکیر

اکمال سمجھتے ہین معروف تیری جسکو
کس نقص سی اوسکے تئین کرتا ہی وہ تقریر

قصیدہ در مدح پیغمبر

ہوا جب کفر ثابت ہی وہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی

ہنر پیدا کر اول ترک کیجو تب لباس اپنا
نہو جون تیغ بی جوہر وگرنہ ننگ عریانی

فراہم زر کا کرنا باعث اندوہ دل ہووے
نہین کچھ جمع سی غنچہ کو حاصل جز پریشانی

خوش آمد کب کرین عالی طبیعت اہل دولت کی
نہ جھاڑے آستین کہکشان شاہونکی پیشانی

مروج دست ہمت کو نہین ہی قدر بیش و کم
سدا خورشید کی جگ پر مساوی ہی زر افشانی

کری ہے کلفت ایام ضائع قدر مردون کی
ہوئی جب تیغ زنگ آلودہ کم جاتی ہے پہچانی

اکیلا ہو کے رہ دنیا مین گر چاہے بہت جینا
ہوئی ہے فیض تنہائی سی عمر خضر طولانی

اذیت وصل مین دونی جدائی سی ہے عاشق کو
بہت رہتا ہے نالان فصل گل مین مرغ بستانی

موقر جان ارباب ہنر کو بے لباسی مین
کہ ہے جو تیغ با جوہر اوسکی عزت ہے عریانی

برنگ کوہ رہ خاموش حرف نا سزا سنکر
کہ تا بدگو صدای غیب سے کھینچے پشیمانی

یہ روشن ہے برنگ شمع ربط باد آتش سی
موافق گر نہو دوست ہے وہ دشمن جانی

نہین غیر از ہوا کوئی ترقی بخش آتش کا
نفس جب تک ہے داغ دل سی کر لیتو ہے یکسانی

کری ہے دہر زینت ظالمون پر تیرہ روزی کی
کہ زیب تیرگی چشم یار سرمہ ہے صفاہانی

طلوع مہر ہے پامال حسرت آسمان دیر
لکھونگا پھر غزل گر اوس مین مین مطلع ثانی

عجب نادان ہین جنکو ہے عجب تاج سلطانی
فلک ایال ہما کو دم مین سونپے ہے مگس رانی

نہین معلوم اونسی خاک مین کیا کیا ملا دیکھا
کہ چشم نقش پا سی تا عدم نکلی نہ حیرانی

ہماری آہ دل تیرا نہ نرماوے تو یا قسمت
وگر نہ دیکھو آئینہ کو پتھر ہو گئے پانی

تری زلفون سی اپنی روسیاہی کہہ نہین سکتا
کہ ہے جمعیت خاطر مجھے اونکی پریشانی

زمانہ مین نہین کھلتا ہے کار بستہ حیران ہون
گرہ غنچے کی کھولی ہے صبا کیونکر بآسانی

جنون کی ہاتھ سی سر تا قدم کا بستہ آشنا ہون
کہ اعضا دیدۂ زنجیر کی کرتے ہین نگرانی

نہ رکھا جگ مین رسم دوستی اندوہ روزی نے
مگر انو سی اب باقی رہا ہے ربط پیشانی

سیہ بختی مین المسود انہین طول امل لازم
نمط خامہ کی سر کٹوائیگی ایسی ہمدانی

سمجھ آنا قباحت فہم کوتک یہ بیان ہوگا
خدا کے واسطے باز آ تو اب ملنے سے خوبان کے
نظر رکھنے سی حاصل اونکی چشم و زلف کے ادبر
نکال اس کفر کو دل سی کہ اب وہ وقت آپہنچے
زہی دین محمد سروری مین اوسکی جو ہووین
ملک سجدہ نکرتے آدم خاکی کو گر اوسکے
اوسیکو آدم و حوا کی خلقت سی کیا پیدا
خیال خلق اوسکا گر شفیع کافران ہووے
زبان پر اوسکی گذرے حرف جیسا گر شفاعت کا
رکھا جب سے قدم مسند پر اون نے شریعت کا
اگر نقصان پہونچے کو نسر کا تنکا راہ میں
موافق گر نہ کرتا عدل اوسکا آب و آتش کو
یہ کیا انصاف ہے یارو کہ ملیں دوش تک جگت بند
ملے ہے آشیان مین باز کی بچہ کبوتر کا
ہما آسا ہے پر از ملخ اوج سعادت پر
کھلے ہی غنچہ گل باغ مین خاطر سے بلبل کے
جہان انصاف سے ہر گاہ اب معمور ہے اتنا

ادائی جبین پیشانی دلطف لفظ طولانی
نہین ہے اونسی ہرگز فائدہ غیر از پشیمانی
مگر بیمار ہوو صعب یا کھینچے پریشانی
برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیف مسلمانی
رہے خاک قدم سی اونکی چشم عرش نورانی
امانت دار نور احمدی ہے کی نہ پیشانی
مراد الفاظ سی معنی مین تا آیات قرآنی
رکھیں بخشش کے سر منت یہودی اور نصرانی
کری وان ناز آمرزش پہ ہر اک فاسق و زانی
کرے گی موج بحر معدلت تب سے یہ طغیانی
گرہ کو آگ کی دو ہین کری غرق آنکہ پانی
تو کوئی سنگ سے بندھتے تھے شکل لعل رمانی
اس امن و عیش سی اپنی بسر اوقات لیجانی
شبان نے گرگ کو گلہ کی سونپی ہے نگہبانی
کری ہے مور جنبہ جھکر سینہ و در پہ سلیمانی
جواب راق جمعیت کو ہوتی ہے پریشانی
تو اوسکی آگے ہوگی عدل کی کیا کچھ فراوانی

ہزار افسوس اے دل ہم نہ تھے اوس وقت دنیا مین ۔۔۔ وگرنہ کرتے یہ آنکھین جمال اوسکے سے نورانی
نہو نسبی جدا سایہ کے اوس قامت سے پیدا ہے ۔۔۔ قیامت ہوویگا دیکھے پہ وہ محبوب سبحانی
جسے یہ صورت و سیرت کرامت حق ذی کی ہووے ۔۔۔ بجا ہے کہیے ایسے کو اگر اب یوسف ثانی
معاذ اللہ یہ کیا حرف بے موقع ہوا سرزد ۔۔۔ جو اوسکو پھر کہوں تو ہوں مین مردود مسلمانی
کدھر اب فہم ناقص لیگیا مجکو نہ یہ سمجھا ۔۔۔ کہ وہ مہر الوہیت ہے یہ ہے ماہ کنعانی
جو صورت اوسکی ہے لاریب وہ ہے صورت ایزد ۔۔۔ جو معنی اوسمین ہین بیشک وہ ہین معنی ربانی
حدیث من رانی دال ہے اس گفتگو دیہ ۔۔۔ کہ دیکھا جسنے اوسکو اوسنے دیکھی شکل یزدانی
غرض مشکل نہین ہوتی کہ پیدا کرکے ایسے کو ۔۔۔ خدا گر یہ نہ فرماتا نہین کوئی میرا ثانی
بس آگے مت چلے سودا یہین دیکھا فہم کو تیری ۔۔۔ کر استغفار اس منہ سے اب ایسی کی ثنا خوانی

قصیدہ در مدح حضرت علی علیہ السلام

چہرۂ مہروش ہے ایک سنبل مشکفام دو ۔۔۔ حسن بتان کے دور مین ہے سحر ایک شام دو
ہین دو تنگ شراب و ساقی کی چشم مست سے ۔۔۔ کیونکہ نہ بگڑے صحبت اب بادہ کش ایک جام دو
میری تیرے یہ ربط ہے جیسے میان بحر و موج ۔۔۔ واقعی مین تو ایک ہین گو کہ ہوے ہین نام دو
خون جو کیا ہے بیگنہ تونے میرا دل و جگر ۔۔۔ لیونگی تجھ سے حشر مین اپنے یہ انتقام دو
تجھسے وفا و مہر کی دیدۂ دل کو ہے طمع ۔۔۔ کرتے ہین اوٹھ ہر ایکدن ملکے خیال خام دو
[1] ابروے یار کا خیال دلمین ہے ہر روز و شب ۔۔۔ ہووے جو تیغ آبدار کیون نکرے نیام دو

[1] قلمی نسخہ مین یہ مصرع یون ہے ۔ ابروے یار سے دو نیم ہو گیا رفتہ رفتہ دل ۔

فکر معاد اب کرین یا کہ معاش کا تلاش | زندگی اپنی ایکدم کیجیے کیونکہ کام دو
پھینکے ہی منجنیق چرخ تاک کے سنگِ تفرقہ | بیٹھکر ایکدم کہین ہو وین جو ہم کلام دو
خورد و بزرگ دہر مین نسبت جام و شیشہ جان | بادہ تو اونمین ایک سا ہے گو کہ ہوی بنام دو
دلکو میان خط و زلف مین جو رکھی علیحدہ ہے | ایک مرغ ناتوان جسکے لیے ہین دام دو
کہتی ہی مجھسے مغفرت ہوئیگی خوب غزل | ہمرہ نعت و منقبت کرا سے انصرام دو
اپنی یہ عرض اوس سے ہی کہ تو بھلا یہ کیونکہ ہو | ایک زمین ہو سنگلاخ آدمین تو ہون کلام دو
دے ہی جواب مجکو وہ ایک غزل تو کیا ہی یہ | ایسے کہی قصیدہ تو صبح سے لیکی شام دو
مطلعِ نعت منقبت کہہ تو چکا ہی میرے جان | بس مجھے آکے مانگنے کرکے تو اب کلام دو
مثل زبان خامہ ہین گر نبی و امام دو | معنی تو اونمین ایک ہین گو کہ ہوئے بنام دو
ہونے نہ دی غروب ایک بہر نماز عصر کو | ایک کری اشارے سے قرص مہ تمام دو
جاکے اونھون کے رتبہ تک پا نہ سکی ہون خیال و وہم | وقت مراجعت جو کوچ ایک کہین مقام دو
اوسنکے طوافِ روضہ کو بہیجے کبھو نہ جبرئیل | رکھکی زمین پہ ایک گام تازہ کرے سلام دو
موسی و خضر اور مسیح در پہ انھونکی وقت طوف | ایک نہر جو چوبدار کرتے ہین اہتمام دو
سجدہ کرین ہین جہر دمہ در پہ و نکی روز و شب | مہر ہین اوس سے یون ہی لو داغی ہین یہ غلام دو
ہوتے حکیم کس سبب معتقدِ قیام دہر | دیتے نہ گر زمانہ کو ملکی یہ انتظام دو
وصف براق دلدل اب کہہ تو ہین انبیا کرن | شرق سے تا بغرب تک جسکی تہین ہین گام دو
مرضی حق نہین ہی یہ دو ہوں اور ایک بام | ورنہ پھرین دو عرش پہ ایسی ہین خوشخرام دو

برش اونخون کی تیغ کی مجھسی بیان نہوسکی — خامہ کی اب بان ہولی لکھنی سی جسکا نام دو
چاہی تھی طبع میری طول دی اس کلام کو — کہین علی نبی سی یون اسکا صلہ تمام دو
ہی امید اس سی یہی یون علی سی نبی کہین — اور رندکو دو جو ایک جام دیجیو اسکو جام دو
یہ بھی صلہ نہین ہی کم عرصۂ حشر مین اگر — یاد کرین جو مجھسے کو ایسے باحترام دو

قصیدہ در مدح حضرت علی علیہ السلام

بسان دانہ رد ئیدہ ایک بار گرہ — کھلے جو کام سی میری پڑے ہزار گرہ
معتقد اتنی ہی خاطر میری کہ جاے نفس — کرینگا مین بدم وا پسین شمار گرہ
نہ لٹ دہوئین کی ہی یا ریشہ زلف محبوبان — رکھی ہی کیون مری خاطر کو روزگار گرہ
کھلے نہ تجھپہ تمنائے دلکی میری بات — رہی زمانہ مین اک یہ بھی یادگار گرہ
طرح ہلال کے ہوتا ہی ناخن تدبیر — کشادہ کار ہمارے مین بد ر وار گرہ
گیا ہی چھوڑ کے یون دلمین عقدہ غم ترا — کہ بند یار مین دیجائے جیسے یار گرہ
جہان مین جو ہی گرہ اوسکو پایداری ہے — نہین جو بستگی دل کی پایدار گرہ
برنگ شیشہ رہی دقت اشک ریزی کے — گلے سی پڑتی ہی دل تک ہزار بار گرہ
سوائے ناخن دست فنا میری دل سے — کھلی نہ بجز حبابین حباب دار گرہ
کرو رمرتبہ فصل بہار مین کھولی — صبا نے غنچون کی جاسے لالہ زار گرہ
ہزار حیف کہ یہ میری دل کی رشتہ کی — کھلی نہ اک نفس سرد ایک بار گرہ

غلط ہی تو جو زمانہ مین سمجھے یہ سودا — کہ کار بستہ سی یاروں کی کھولین یار گرہ
بغیر ناخن شیر خدا جہان مین کوئی — کسیکے کام کی کھولین نہ زینہار گرہ
غضب کے پنجہ سی جسکے بزنگ رنگ نہ اشک — نہ آسمان کی ہو جائے تار تار گرہ
کیا ہی دلمین خیال اوسکی وصف گلگونکا — ہوئی ہی غنچہ مین اب باد نوبہار گرہ
ثنا مین اوسکی وسلے کیونکہ اب بندھی مضمون — ہوا کو دکر نہ سکے کوئی زینہار گرہ
گدائے درنے تری مہر کے تئین زر سرخ — دیا ہی کھول کے دامن سی اپنے بار گرہ
کردن ہون ختم دعائیہ پہ سخن کہ ادب — زبان کو دی ہی خموشی سی شعلہ دار گرہ
ہوا ہیانکے دلونکی شگفتگی کے ساتھ — ہمیشہ گل کیطرح دیوے روزگار گرہ
برائے خاطر اعدا زمانہ ہر ایک آن — طلب کیا کرے غنچون سے مستعار گرہ

قصیدہ در مدح حضرت علی علیہ السلام

یار وحشتا رہتا گل و شمع ہم چارون ایک — ہین کتان بلبل و پروانہ یہ ہم چارون ایک
مے مجھی ابر و ہوا شیشہ و جام اب ہوئی — گریہ و نالہ دل و دیدہ تم چارون ایک
یارا گر کلبۂ احزان مین نہووے تو ہمین — خلوت شمع دل و داغ الم چارون ایک
آہ کس کس سے بچے دل کہ ہوی ہین تیری — غمزہ و ناز و ادا عشوہ صنم چارون ایک
باد تند و شرر و برق و خس و خار اسے یار — خو تیری خلق ہوئی ہو کے ہم چارون ایک
نازا اوسکو ہے جسے تجھسے رضا و تسلیم — لطف و اشفاق ترا جود و کرم چارون ایک

جسکے تو پاس نہووے تو اوسی عالم مین
مجلس و شادی و تنہائی و غم چار دن ایک

سبزہ و ابر و ہوا گل نہ سدا ہوون یکجا
ساقیا جام کہ ہین یہ کوئی دم چار دن ایک

اونکو نزدیک جو ہین خاک نشین دربار
مسند و ریسے زمین تخت و کلم چار دن ایک

زاہد و پیر مغان برہمن و شیخ اے یار
دلمین رکھتے ہین تیرے ہاتھ سے غم چار دن ایک

کر دیا ہین کرشمہ نے تیری آنکھونکے
مسجد و میکدہ و دیر و حرم چار دن ایک

خرد و ہوش و دل و دین کرین ہین پیدا
دیکھ کر یار تجھے صورت رم چار دن ایک

کاغذ و خامہ و تحریر و مرکب سودا
ہو کے کہتے ہین بیک اہل کرم چار دن ایک

شاہ مردان تیری خلقت جو نہوتی منظور
ہوتے عنصر نہ کبھو ملکے بہم چار دن ایک

دشمن و دوست و بد و نیک زمانیکے بیچ
حکم رکھتے ہین تری پیش کرم چار دن ایک

ماہ نو پشت فلک قوس قزح تیر شہاب
بار احسان سے تیری رکھتے ہین خم چار دن ایک

طبع انسانمین تیری عدل سے رکھتے ہین اثر
حنظل و آب بقا شربت و سم چار دن ایک

ستم و ظلم و تعدی و جفا عالم سے
ہو کے آپسمین گئے سوے عدم چار دن ایک

حکم رکھتے ہین بمیدان سخن تیرے پاس
نیزہ و تیر و قضا سیف و قلم چار دن ایک

کر دعائیہ پہ سودا تو سخن ختم کہ ہین
اثر و وقت زبان سے بہم چار دن ایک

یاالٰہی طرب و جشن و نشاط و مدح
رہین آفاق مین تا حشر کہ دم چار دن ایک

قصیدہ در مدح حضرت علی علیہ السّلام

زخمی ہین ترا اور گلستان ہی برابر — ہر خرمن گل گنج شہیدان ہے برابر
کہتے ہین جسی سرو سو گلشن کی ہی وہ آہ — نرگس لب جو دیدۂ گریان ہے برابر
فریاد کنان بلبل و دیوار چمن مین — جو رخنہ ہی سو چاک گریبان ہے برابر
ہے سینۂ تفسیدہ ہر اک تختۂ گلزار — جو غنچہ ہی سو وہ دل سوزان ہی برابر
سوز دل عشاق تماشا جو ہو تجھ کون — یہ سینۂ پر از داغ چراغان سے برابر
دریا میری آنکھون سی یہ بہتا ہی لہو کا — مژگان سی مری پنجۂ مرجان سے برابر
آنسو نہ بھی تجھ سے کبھو میری کہ تجھ پاس — لخت دل و گلبرگ بدامان ہے برابر
یکسان ہی وجود و عدم نسا فگار ی پاس — یان سر بہ تن عاشق و بہتان ہے برابر
خونریزی مین ترکون سی تری چشم مین ہمسر — خنجر سے او نکی صف مژگان ہے برابر
آنکھون سی مروت تری اور دل سی تری رحم — قسمت ہی یہ اپنی کہ گریزان ہے برابر
پہر دیکہین جو ہی تیرا جل بار سوا و سکے — تیری نگہِ دیدن پنہان ہے برابر
حیران ہون تیری سامنے کسطرح مین ٹھہرا — جانے مین تیری آگے دل و جان ہی برابر
کیا درد بیان تجھ سی کرون مین کہ تیری پاس — میرا سخن اور کذب رقیبان ہے برابر
تو نے وہ کہا کیا کہ جسے مین نے نہ مانا — یان حکم قضا اور تیرا فرمان ہے برابر
ظالم مین نواحی مین تری گھر کی جو دیکھا — ہر سمت صف گور غریبان ہے برابر

یون نہین ہی جو خاطر مین تری مین بھی ہون حاضر
یہ زندگی اور روح کا سوہان ہی برابر

رہتی ہی تپ غم یہ سدا مجکون کہ میری
آہ و سحر و شمع شبستان سے ہے برابر

کیا درد کہے سامنے تیرے کوئی اپنا
یان زخم دہان و لب خندان ہی برابر

فریاد کرون کس سی کہ روداری کی تیری
کہنے کو لیے گبر و مسلمان سے ہے برابر

نالش کرون انسان کہ جہان حق لطف تیز
مور و ملخ و دیو سلیمان سے ہے برابر

وہ ختم رسالت نہین جسکا کوئی ہمتا
اور ہی بھی جو کوئی شہ مردان ہی برابر

ہے علم الہی سے وہ امی لقب آگہ
وان عقل کل و طفل دبستان ہی برابر

دونونکا نہین امر کم از امر الہی
دونون کی حدیث آیۂ قرآن ہی برابر

شاہا در درگاہ کا تیری جو ہی قندیل
کب جاوے سی اوسکے مہ تابان ہی برابر

جو خاک ہو ادر کے تیری خاک کا اوسکے
جو ذرہ ہی سو مہر درخشان ہے برابر

جو صاحب تحقیق ہین اونسی نہین مخفی
چشم اوسکے ہین تو ظاہر و پنہان ہی برابر

ہر خاک مین ذرہ کے صبا عہد مین تیرے
گلشن مین ترشح کے نگہبان سے ہے برابر

قرانہ الہی ہی کرون کیا تری تقریر
گو منہ مین زبان ابر درافشان ہی برابر

سودا بدعا ختم کرے ہے اسے شاہا
تجھ مدح مین یہ نظم ہزاران ہی برابر

یارب یہ سدا گوش زد اپنے ہو کہ باہم
دل دوستونکا خرم و شادان ہی برابر

کہتے پکارین دشمن کہ تپ غم سے ہمارا
آتشکدہ و سینۂ سوزان ہے برابر

قصیدہ درمنقبت حضرت علی علیہ السّلام

اوڈھ گیا بہمن و دے کا چمنستان سی عمل
تیغ اُردی نے کیا ملک خزان مستاصل

سجدۂ شکر مین ہی شاخ ثمردار ہر ایک
دیکھ کر باغ جہان مین کرم عز و جل

قوت نامیہ دیتی ہی نباتات کا عرض
ڈال سی پات تلک پھول سی لیکر تا پھل

واسطی خلعت نوروز کے ہر باغ کی بیچ
آب جو قطع لگے کرنے روش پر مخمل

بخشتی ہی گل نورستہ کی رنگ آمیزی
پوشش چھیٹ قلمکار بہر دشت و جبل

عکس گلبن یہ زمین پر ہی کہ جسکے آگے
کارنقاشی مانی ہی دو دم دہ اول

تار بارش مین پڑتے ہین گہر آکے گرگ
ہار پہنانی کو اشجار کے ہر سو بادل

بار سی آب روان عکس ہجوم گل کے
لوٹتے ہی سبزہ پہ از بسکہ ہوا ہے بیکل

شاخ مین گل کی نزاکت یہ بہم پہونچی ہی
شمع سان گرمی نظارہ سی جاتی ہی پگھل

جوش روئیدگی خاک سی کچھ دور نہین
شاخ مین گاو زمین کی ہی جو پھوڑی کونپل

دم عیسی سی فزون فیض ہوا ہے یان تک
دین مین قسم جمادات سے شاید ہو خلل

فکر رہتی ہی مجھے یہ کہ زبان سے اپنے
کہین دعوای خدائی نکرین لات و ہبل

حدّ ایام کی بیش از مدد نامیہ سے
بچۂ مرغ چمن تخم سے آتا ہے نکل

سبز ہوتا ہے فصیحی کے سبب سے ہر بار
جو زبان سی سخن اب طوطی کی آتا ہی نکل

دست گل خوردہ و شاخ گل و گلزار بہم
بجہان نشو و نما کر نہین ہین ضرب مثل

غنچہ پہ کچھ نہین موقوف عجب فصل ہی یہ   گل ہم بیہ نجر ہے عقدہ ہو کسی طرح کا حل
یاسمن رنگ جو رکھتی ہی خزان سے مانا   چاہتی ہی بہ سماجت کرے سبزی سے بدل
چشم نرگس کی بصارت کی زبس ہے درپے   غنچۂ لالہ نے سرمہ سے بھرا ہی مکحل
اسقدر محو تماشا ہی کہ نرگس کی طرح   چشم سیار گلستا نمین جھپکتی نہین پل
آبجو گرد چمن لمعۂ خورشید سے ہے   خط گلزار کے صفحے پہ طلائی جدول
سایۂ برگ ہی اس لطف سے ہر ایک گل پر   ساغر لعل مین جون کیجے زمرد کو حل
سنگ نے رتبۂ آئینہ کیا ہے پیدا   تیغ کہسار ہوئی بسکہ ہوا ہی صیقل
برگ برگ چمن ایسی ہی صفا رکھتا ہی   گل کو دیکھو تو نگہ جاتی ہے سنبل پہ پھسل
لڑکھڑاتی ہوئی پھرتی ہی خیابانین نسیم   پانون رکھتی ہی صبا صحن مین گلشن کے سنبھل
اتنی ہی کثرت لغزش ہی زمین پر باغ   جو ثمر شاخ سے اوترا سو گرا سر کے بل
فیض تاثیر ہوا یہ ہی کہ اب حنظل سے   شہد ٹپکے جو لگے نشتر زنبور عسل
دانہ جس شور زمین سے پھیلا دیقان نے   سبزوان دانۂ شبنم سے ہوا ہی جنگل
کشت کرنے مین ہر ایک تخم سے از فیض ہوا   گرتے گرتے بزمین برگ ہرا آتا ہی نکل
سبز فام اندنون آتا ہی نظر ہر گل زرد   خواہ ہو شیخ بیسر خواہ ہو فرزند مغل
جوہری کو حیرتان جہانہین اس فصل   آگیا لعل و زمرد کے پرکھنے مین خلل
تاکجا شرح کرون مین کہ بقول عرفی   اخگر از فیض ہوا سبز شود در منقل
ہے مجھے فیض سخن اوسکے ہی مداحی کا   ذات پر جسکے مبرہن کنہ عز و جل

مہر سے جنکو منور ہی دل جون خورشید
رو سیہ کینہ سے جسکے رہی مانند زحل

سر کے پیکان نہ قبضے سی کمان کی سر مو
ہو اشارہ جو ترا تیر قضا کو کہ بجل

سایہ مین دست کرم کی تیرے ہر صبح و مسا
دولت ہر دو جہان سے ہو غنی عبد اقل

دین و دنیا کی ہی اشیا سی کہین وہ اعلیٰ
ہووے جو شی تری اشیا مین سبھون سے اسفل

وصف تجھ تیغ دو سر کا مین کرون کیا تحریر
دل مجنون کی جو میدان مین کرے کرکے صیقل

جمع کب ہے سکین اعدا کے حواس خمسہ
دیکھ کر اوسکو علم ہاتھ مین تیرے اک پل

توام اجزا جو موالید کے ہین یکدیگر
منجمد رہی مین اوسکے وہین آجاے خلل

اوسکی سر جوٹی کا مین حسن کہون کیا جسکے
زلف معشوق کا دیکھے سے نکلجاوے بل

بز غنود کام سی باہر ہے کچھ اوسکی رفتار
ہے چھلاوے کیطرح چال مین اوسکی چھل بل

جست و خیز اوسکی بیان کیجے اگر پیش حکیم
اعتقادات حکیمانہ مین آجائے خلل

معدلت کیش تری ذات ہی ایسی شاہا
آنچ سے آگ کی تا نکہ خس مین جو جاوے بل

کرہ نار تجھ آتش سی غضب کی جل کر
چشم پولی فلک کے لیے ہووے کاجل

امر حق سی جو بلا کہنے یہ چاہا سو نہین
علم کا بار تری کوہ و فلک کو ہے ازل

عرض دو نون نی کیا یون بجناب اقدس
بوجھ ایسی ہی بہت ہم ہین گرفتار کسل

آخرش تجکو ہی پایا متحمل اوس کا
جیت دیکھا کہ کسی سی نہین سکتا ہی سنبھل

طرح اپنی نہ سمجھ یہ جو کیا مین اس سے
رتبہ تجھ مدح کا اعلیٰ ہے سخن ہے اسفل

عرض حال ہی اپنا ہی مجھے اسکی غرض
تا با آخر جو یہ موزون مین کیا از اول

پر کروں کیا میں کہ ہے آٹھ پہر دل میرا　　گردش چرخ سے ہوں شیشۂ ساعت بیکل
خود یہ ظالم ہے تظلم پہ کرے کسکے نظر　　آسیا کب کرے زیر پا یہ دانہ کو بسمل
راست کیشوں سے کجی اتنی ہے اس ملحو کو　　کر دیا سرو کو ان نے نہ کبھو پھول نہ پھل
سات یہ فتنہ ہیں کہتے ہیں جسے ہفت فلک　　ایک سے ایک بڑا ایک کے ایک نے یہ بغل
میں جو دیکھا نہ کہ از نخل حیات انسان　　بر نہ آئے عمل اسکا کبھو امید و امل
ہے کہیں مہر کہیں کین جو اوس عالم سے　　علم اوسکا ہے عجب عقدۂ مالا ینحل
اوس ستمگر کے تلوّن سے یہ عالم ہر گز　　شادی و غم میں نہ دیکھا میں تفاوت یک پل
حلقہ مارے یہ وہ افعی ہے محیط عالم　　زہر کا جسکے نہیں ہے کوئی پا زہر بدل
کرکے دریافت اس احوال کو یا رب مولی　　تجھ سے یوں عرض کرے ہے یہ ترا عبد اقل
یہ نکو مجھ پہ گوارا کہ گزند اسکے سے　　ہند کی خاک میں اجزا بدن جاویں گل

جلد پہونچا دے زمین نجف اس عاصی کو　　کہ اگر عمر ابد ہے وہ جو واں آئے اجل
میری قسمت کے موافق تو معین کر دے　　اپنی سرکار سے واں ما تحلل کا بدل
ہاتھ پھیلائے جا ہر در ناکس کے حضور　　دست ہمت نظر آتا ہے جہانکا یہ بغل
چاہتا ہے کہ کرے آخر و دو نائیہ پہ　　نظم تجھ مدح کی بہتر ز کلام اول
تا کہ ہے سبزہ بہ رخسار گل اندام خوش　　تا ہے سنبل پیچیدۂ محبوب پہ بل
تا کہ ہے داغ دل سوختۂ عاشق کو نشاں　　پھول لالہ خودرو کے ہے جبتک یہ جبل
بوئے گل مست کرے باغ میں تا بلبل کو　　تا کرے باد سحر عقدے کو غنچے کے حل

تا لب جو پہ کیے خیمہ کو استادہ حباب — تا بچھاوے بروش سبزۂ فرش مخمل

شاخ کے ہاتھ میں تا ہو بہ چمن ساغرِ گل — گل نمے جبتک رہے غنچے کی صراحی بہ بغل

تا پہ پیمانہ پیئیں بادۂ گلگون می خوار — ساتھ مطرب کے بجے تا دف و نی و چنگ و دہل

پھرے تا باغ میں ہر ایک روش پہ سرخوش — راہ چلتے میں قدم مست کا تا جائے پھسل

نخل امید سے اپنے ہوں برومند محب — ہو محبت نہ تری جنکو نہ پاوے وہ پھل

در منقبت حضرت علی علیہ السلام

سنگ کو اتنے لیے کرتا ہے پانی آسمان — مٹھ پہ لاوے آرسی تا عیب جوئی کی فرمان

ختم اسپر ہو چکی بد خلقی و بد خصلتی — پھر نہ آیا اسکے گھر اسکا گیا جو میہمان

کام عالم کا بسان جو ہے تصویر اوسکی ہاتھ — بند رہتا ہے بہ معنی گو بصورت ہو روان

تنگی اوقات کرتا ہے نصیب حسن و لطف — غنچہ و گل مں سبب سے رنگ و بو کا ہے مکان

ناتوان کو دے توانائی اگر اوسکی مدد — خار ہو جاویں وو ہیں زنجیر پائے پہلوان

دیکھ ٹک احوال عنقا کا کہ اس ظالم کے ہاتھ — نام پیدا گر کرے کوئی تو مٹتا ہے نشان

درد میں رنج و تعب ہتا ہے اہل درد کے — دکھ دہندوں کی ہو خواہی میں دہیندی جان

پا برہنہ در بدر جکو پھرا تے دیکھ پیا — خار کے سر پر کیے دامان گل کا سائبان

ہنس کو موتی چگاتا ہے سدا یہ بے تمیز — پا بست کھینچے ہے ہما کا دو دیکھے مشت [illegible]

قلمی نسخے میں مصرع یوں ہے: منھ پہ لاوے عار سے تا آب روئے مردمان۔

رشتہ کے خاطر کری سوراخ گوہر کا جگر — بہر سود ناکسان لین سی کسانکا ہی زبان

دور مین اس کی دیکھیے اب بجز بخل و حسد — دوستی کا تو نہین ہرگز کہین نام و نشان

ایک لب نان کیلیے حیران ہوتے شہر شہر — مثل ماہ نو تڑی پھرتے ہین عالی ہمتان

کیا کرون اسکی طبیعت کے تلوّن کو مین نقل — کیا کرون نیرنگی گردش کا اب اسکی بیان

آن مین اوج حسب کو پہونچے مجہول النسب — خاک ذلت پر گرے ہین فلان ابن الفلان

چتر ہوتا کاسۂ فقرا اکثر آیا ہے نظر — بارہا تختہ پہ دیکھا صاحب تخت قران

تا کجا کیجے غرض اس سفلۂ دونکے مزاج — یک وتیرہ پر نہین گاہی چنین گاہے چنان

لیک جب ایسا ہوس اہی دل تو نہ کیجے اوسکا ذکر — آشنا کر اب غزل خوانی سے تو اپنی زبان

گر نسیم زلف کا تیری چمن مین ہو بیان — نکہت گل سے پریشان ہو دماغ بلبلان

مشرب عشاق پر تنہا نہین ہی دست برد — نالے نے تیری کیا پامال زہد زاہدان

عشوہ کرتا ہی ترا جو کچھ جہانکے سر اوپر — چاہیے ہو تربیت اوس سے جفاے آسمان

جس سے پوچھو ہون تو کیون نالان ہے سو کہتا ہی کہ — ہاتھ سے انکا فرو کے نام جنکا ہے بتان

ناز معشوقان ہی دیکھو جور گردون زیاد — ہے عجب احوال دنیا مین کوئی جاوے کہان

منہ کرے جدھر کو تو ہوتی ہی آفت روبرو — جس طرف جاون تو ہی درپیے بلاے ناگہان

اب کہین عالم مین اسکے سوا نظر آتا نہین — جز پناہ اوس آستان کے موضع امن و امان

ملتجی اوس در پہ ہر یک صبح محتاج و غنی — ملتمس ہر شام دربان سے گدا و خسروان

ایکدن پوچھا مری دل نے یہ پیر عقل سے — کس مکین سے یہ شرف رکھتا ہی کہ تو وہ مکان

واقف اسرار اوسکا کون ہی بجز اسرار حق / راز کا اوسکی نہین خبر راز حق کی رازدان

لیکن اتنا تجھسے کہتا ہون اگر ہی تجھکو ہوش / سُنکے یہ کہدے اسی ہی اپنی تو خاطر نشان

کعبہ کو بتخانہ سے ہرگز نکرتا کوئی فرق / گر نہوتا اوسکا دامان پاک تو لا در میان

یہ سخن نکلا زبان سی جو ہین پیر عقل کے / سُنتے ہی اس حرف کے دل نے کہا اوس سے کہ ہان

ہیں ید اللہ بیشک لاریب بازوے نبی / قوت ہر یک ضعیف طاقت ہر ناتوان

گوہر بحر حقیقت لعل کان معرفت / نور چہر لامکان چشم و چراغ قدسیان

اسقدر رکھتی ہی صولت اوسکی شمشیر دو سر / گر صفا علا مین ہو اگر کیجیے اوسکا بیان

ڈالدین رو مین تن اوس ہنگام میدان سپر / موسی باریک اپنی گردن کو بتا دین سرکشان

کس مین یہ قدرت جو کوئی مثل اوسکے ہو سکے / آشنا ہووے گر اوسکی عکس سی آب روان

دہار پانی کی وہ ہین تیغ زمین کی تھر کو / کاٹکر اودھر کو نکلے پردہ نہ آسمان

جتنی ہی جمعیت افلاک ہووے منتشر / تاب کیا باہم رہین اجزاے ارضی توامان

اوسکی توسن کا جو پوچھا خامی وصف حال / پڑھ کی یہ مطلع کہا معذور ہون اے مہربان

حسن لطف آشفتگی سکا جسکی کا نونکا بیان / باغ مین سوسن نہین کرسکتی با چندین زبان

جوش بدن از بسکہ ہی جیون اختر چرخ کبود / جلد کی نیچے سی ہر قطرہ لہو کا ہی عیان

گرم ہووے وہ پہر کی اسکی تو اوسکا حسن و لطافت / دیکھی سو جانے سخت کیسکی ہو خاطر نشان

ہر گل رنگین سے مثل اسپ لیلان عرق دے بہار / لالہ زار اوسپہ ہی شبنم جسطرح گوہر فشان

جب قدم رکھتا ہی وہ جیسے ہر گام پہ / صدقی کرتی ہین خرام ناز اپنا دلبران

لیکن از بس جور گردون نے کیا ہے مجکو تنگ ۔ مضطرب ہو کر مین اپنا حال کرتا ہون بیان

گوش زد میرے نہ کی دن نے مجھو آواز خوش ۔ جب سے مین نے آ کے دیکھا ہی جہان کا گلستان

بانگ جغد دہشت کر دیتا ہی اوسکا انقلاب ۔ سمع تک پہونچے اگر میری نوائے بلبلان

کب تلک بے امتیازی کیجیے اس ملعون کا ذکر ۔ تا کجا اوسکے جفا و جور سے کیجے بیان

اے شہِ دنیا و دین تجھسے ہے میرا اک سوال ۔ مطلع پنجم سے ہے اس نظم مین جسکا بیان

تجھ ہم سے نفع کو ہیں پہنچے زمین و آسمان ۔ مہر دیتے ہیں سیم و زر اور لعل و گوہر بحر و کان

کچھ عنایات و کرم سے اپنے مجکو بھی دلا ۔ لیکن اس داد و ستد کی شرط ہے یہ درمیان

خواہش دل کے موافق اپنے جو چاہون سو لون ۔ ورنہ جو ہمت ہے تیری کیا کرون اوسکا بیان

پر مرا مطلب تو یہ کچھ ہے کہ تیرے در سوا ۔ سر فرو لاؤن نہ مین پیش در نواب و خان

اس سوا اور کیا تمنا ہے کرون مین جسکو عرض ۔ چیز کیا ہے مایۂ دنیا پہ پیش عاقلان

تا کہ ہیئت کو زمانے کی ہے یا مولا قرار ۔ منحصر جبتک ہے اجزائے زمین و آسمان

دوستونکو تیری نعمت اوج سعادت ہو نصیب ۔ خاک ذلت مین رہین یکسان ہمیشہ دشمنان

قصیدہ در منقبت حضرت امام حسین علیہ السلام

سوائے خاک کھینچونگا منّتِ دستار ۔ کہ سرنوشت لکھی ہے میری بخط غبار

چمن زمانہ کا شبنم سے بھی رہے محروم ۔ اگر نہ روئے میری روزگار پہ شب تار

کرون ہون تیز مین دندانِ اشتہا ہر صبح ۔ زمانہ سنگ ملامت سے توڑتا ہے نہار

عجب نہین ہی کہ جاتی رہی ہو دنیا سے — زبس خوشی کی میرے دل سی اب کیا ہی کنار

رہی نہ شیشۂ صحبت کے بیچ کیفیت — نت اوٹھہ کی سنگ سے اس سر کا توڑتا ہی خمار

زبسکہ دل ہی مکدر میرا زمانہ سے — بجاے اشک مین آنکھونسی پونچھتا ہون غبار

کہان تلک وہ کرے روزگار کا شکوہ — کہ جسکے بخت کی سوگند کھاتے ہے ادبار

دلا تو اپنے غم دلکو اب غنیمت جان — بدل خوشی سی لے دور مین نکر زنہار

کسو ہی سی غم دل یون نہ لیگیا دوران — کہ شادی مرگ کیا ہو نہ اوسکو آخر کار

جو گوشِ ہوش تو رکھتا ہی تو برابر ہے — صداے نغمۂ داؤد و نالۂ دل زار

تو سادہ لوحی سی اے دل جہان کی ہی کج فہم — کری ہی بہ آشتی اپنی ہی ہر زبان گفتار

ہین حرف حق کو سنا ہی زبانی منصور — کہ راست گو کو زمانہ مین کھینچتے ہین دار

شب گذشتہ نپٹ دردسر مین تھا بیتاب — گذر گیا چمن فکر کی طرف ناچار

سنی مین ایک غزل بلبل طبیعت کر — کہ بخت دل گری آنکھون سے اب ہزار ہزار

نپوچھہ مجھہ سے کدھر ہی خزان کہان ہے بہار — کہ بلبل قفسی کو ہی گل سی کیا سروکار

عجب نہین ہی کہ بادِ سموم ہو جاوے — نسیم گر کرے یکدم مرے چمن سے گذار

نہفتہ ہی شادی بغم چمن مین دنیا کے — کہ گل ہنسی ہے گریبان پیرہن کو پھاڑ

کہان بہار کہان ساقی اور کہان ہے شراب — کہان مغنی و مطرب کدھر ہی ناخن و تار

فلک کے ہاتھ سے اتنی بھی دار ہی نہ رہے — کہ روئے دل کھول کر پکار پکار

شکستگی سے مجھے دل کے یون ہوا معلوم — فلک نے گوشۂ خاطر کو بھی کیا مسمار

پڑا پھرے ہی اسی فکر مین سدا ظالم — کسو طرح سے کسو دلکو دیجئے آزار
رکھے ہی مجھ سی خصوصاً عداوت قلبی — خیال خام کو یون دیکے اپنے دلمین قرار
کہ خاک کرکے اسی ہند مین بناؤنگا — چراغ بتکدہ و خشت خانہ خمار
کدھر خیال کو اب لیگیا ہی یہ بد مغز — زبس بھرا ہی سر اوسکا ہوئے کج رفتار
دکھاؤنگا اسی اب مردیون کرین ہین عزم — مشیت ازلی بھی جو ہووے ہم سے برار
جہان کی مرگ کو کہتا ہی خضر عمر ابد — خدا نصیب کری مجکو زندگی یکبار
خدا نخواستہ گر آسمان کی گردش سی — قضا طبیب ہولی گر مسیح ہو بیمار
فلک سے اوسکو ملا نکے آگی وان ہوین — جب اوس دیار کی جاروب کش سی منت دار
اگر وہ خاک سے اوسکو شفا کی نیت سی — قضا قضا ہی کری ٹلک گر کرے تکرار
ہے اسقدر وہ زمین نور سے ہی مالامال — کہ جسکی رات کے آگے نہین ہی دن کو قرار
اسی ہی غم سی جہان مین ظہور کرتی صبح — ہمیشہ پنجہ خورشید سی گریبان تار
ہوا کے وصف مین لا وسجا کی گر لکھون غزل — مرا سخن ہے رہ سرسبز تا بروز شمار
زبس ہوا کو تراوت نے وان کیا ہی نثار — شرار سنگ مین ہی رشک دانہ ہای انار
عجب نہین ہی کہ ہون اس ہوا سے دانہ سبز — اگر زمین پہ گری ٹوٹ سبحہ زنار
غرض مین کیا کہون یارو چمن مین قدرت سے — عجب ہے لطف کی اس قطعہ زمین پہ بہار
غرضکہ دیکھ کر اس جا کی مرتبہ کی تئین — لگا زمین سی کرنے فلک یہ استفسار
خبر ہے اسکی مجھی اے زمین کہ تجھ مین سے — ہوا ہے کس لیے اوس خاک کو یہ عز و وقار

دیا جواب مین نے کہ اے فلک ہیہات — نہ سمجھ مجھ سے تناسب اسی تو دیگر بار

نہین ہے خاک وہ ہے آبروئے آبحیات — نہین وہ خاک ہے کحل بجواہر الابصار

مجھے ہے نسبت اب اوس خاک سے کہان حسین — ابوتراب کے فرزند نے کیا ہو قرار

چمن مین صنع کے جسکے سبکروی آگے — کبھو نہ ایک قدم چل سکے نسیم بہار

شہا ہمیشہ ترے بندگان عالی کے — جناب مین ہے سوا رکھے ہے عرض چہار

چہار عرض ہے اب عرض اولین یہ ہے — کہ ہند بیچ پریشان نہو یہ مشت غبار

صف نعال مین اپنے بلا کے دے جاگہ — کہ نور معرفت اوسکے تئین ہو مستقر قرار

سوائے خاک در اپنے سے اوسکو یا مولا — دوئم یہ ہے کہ تو کسی در سے اب نہ سروکار

سیوم اگرچہ سراپا ہے جوہر ذاتی — رہے ہمیشہ تہی دست ہے بہ رنگ چنار

چہارم آنکہ ہمہ دوستان بہر دو جہان — قبول ہووین بحق آیۂ اظہار

رہین فلک پہ مہ و مہر جب تلک قائم — ہمیشہ دیکھے اسی طرح چشم لیل و نہار

موالیان کے قدم سے نگار ہے اقبال — جدا نہو سر اعدا سے چنگل ادبار

قصیدہ در منقبت حضرت امام کاظم علیہ السلام

کیفیت چمن بہنا ید ہے بیان تلک — بلبل سے مست ہو گئی اب باغبان تلک

صحن چمن مین پھرتے ہین مستی سے لوٹتے — لیکر ہوا کی موج سے آب روان تلک

نشو و نمائے سبزہ و ریحان و یاسمن — ہے طعنہ زن نمو خط گلرخان تلک

سوسن پہ اس نمک سے ہی شبنم کہ جون عرق — آتا ہی عارض بت ہندوستان تلک

ساقی اوٹھا لے شیشہ و ساغر کو لا بیاض — تک اس غزل کو پڑھتے چلین گلستان تلک

آیا نہ ایک گل کبھو اس بوستان تلک — جسکی بہار پہونچی نہووے خزان تلک

کیفیت اپنی سے ہین نگون ہولن تبان کے ہاتھ — ورنہ نہ پہونچی ساغر لبے مے لبان تلک

رکھئے قلم کو مدح مین ایسونکے سرنگون — سجدہ کرین ہین جنکو زمین و زمان تلک

کرتے ہین جنکے امر سے عالم مین زندگی — لیکر کے جن دانش سے کروبیان تلک

خادم کہین ہین دانکی منھ آپسین دیکھکر — پہونچے ہی کوئی دن کو زمین آسمان تلک

از بس اب انکی عدل سے معمور ہی جہان — پہونچا ہی کار خلق اس امن و امان تلک

جب سے ہوئی ہی گلشن دنیا مین یہ بہار — کچھ کام بلبلونکو نہین ہے فغان تلک

گلچین کی کیا مجال جو توڑے چمن مین پھول — صورت سے گل کی لرزے ہی باد خزان تلک

قوت سے انکی عدل کی اب زیر آسمان — ناطاقتی ہی آفت ارضی کو یان تلک

موقوف تھا ظہور خدا تمپہ یان تلک — جون بن حروف معنی نہ آوین زبان تلک

جا گہ جو کفش کن کیلیے حق نے دی تمھین — رخصت خیال عرش نے پایا وہان تلک

بھیجا کہ مرغ قدر تمھارا ہی بال زن — جبریل کا نہ وہم گیا اوس مکان تلک

محراب نقش پا کے تمھارے ہے جسجگہ — وہ سرزمین پہونچی ہی اس عز و شان تلک

ذرا ہو گر رسائی کا مانع تمھارا امر — پہونچے نہ نور مہر کبھو خاکدان تلک

شوکت کی بارگاہ تمھاری کا اب بیان — کیا ہو سکے ہی مجھسے کرو نہین کہان تلک

انجم[1] تگرگ وار زمین پر ٹپک پڑین — صدمہ جو پہونچا دس سے کبھی آسمان تلک
بس جسکے تم سی آقا ہون وہ بار احتیاج — جائے کہو تو کس در و کس دار بان تلک
سدرمق مجھے ہو تمھاری جناب سے — محتاج تا نہ چلون کس و ناکسان تلک

قصیدہ در مدح حضرت امام موسی رضا علیہ السلام

اگر عدم سے نہو ساتھ فکر روزی کا — تو آب دانہ کو لیکر گہر نہ ہو پیدا
نہین ہین طالب رزق آسمان سے کہ مجھ — یقین ہی کا سہ واژن مین کچھ نہین ہوتا
نکل وطن سی ہی غربت مین او رکیفیت — کہ آب بجنت سے جب تک ملے ہتاک مین صہبا
ہنر کو مفلسی ہرگز ضرر نہین کہ نہین — خمار کو تہیدستی سے نقص جوہر کا
بلند ہمت اگر ہون نہ زیر چرخ ضعیف — ہلال عید ہو عالم کا کیونکہ روزہ کشا
فتادگی مین یہ عزت سے دیکھا ای سرکش — کہ نیک و بد نے کیا نقش پا کو راہنما
ہوا ہون بزم جہا نمین ہلاک غیرت شمع — کہ زیر تیغ سر عجز ادن نے خم نہ کیا
جہانکے باغ مین جون شاخ بی ثمر مینے — کسیکی دوستی سے نفع جز ضرر نہ لیا
یہ خون مین کب برامید نخل دہر تلے — نہ خوش کیا مری ہمت نے قد کو خم نہ کیا
جفاے دہر کرے سنگدل کو نازک دل — بنے ہی شیشہ جہان مین گداز ہو خارا
مرے سخن کی مرے بعد ہوز یادہ قدر — گہر یتیم جو ہو وے تو ہو فزود بہا

[1] یہ مصرع قلمی نسخہ مین یون ہی سہ انجم تمام قطرۂ خون ہو ٹپک پڑین ،

نہین ہی کام مجھے شعر و شاعری سی ولے ۔۔۔ خرد نے مجکو نصائح سے بار ہا یہ کہا

یقین تو جان گیا ٹوٹ دل میرا وہین ۔۔۔ جو خار ریجہ کی میرے پانؤن مین ذرا ٹوٹا

ولے شکست یہی اس فقیر کو بہاوے ۔۔۔ قدح طمع کا اگر توڑے سنگ استغنا

چمن مین دہر کے خوش ہو کی جو ہنسا دو ہا ہین ۔۔۔ بہ رنگ گل آہ گردون نے شادی مرگ کیا

غرض مین دیکھکے یہ تنگ چشمی گردون ۔۔۔ شب گذشتہ اسی فکر بیچ مرتا تھا

کدھر کو جاؤن مین تا دل کری مراد اشد ۔۔۔ وہ ہین خیال مین قدسی کا یہ سخن گذرا

دمی بہ بزم حریفان شگفتہ شو چون قد ۔۔۔ کہ جان ہمرہ تو دارد در آستین مینا

یہ سنکے مژدۂ جان بخش میکدہ کیطرف ۔۔۔ چلا مین گھر سے نپٹ خوش ہو یہ غزل پڑہتا

نہ سنگ پا ہی یہ دل ای خدا نہین یہ حنا ۔۔۔ بتان کرین ہین اسی پائمال کیون تمنا

شکست وعدہ ساقی سی دل ہوا اتنا چور ۔۔۔ کہ جاے اشک نکلتی ہین ریزۂ مینا

جو درد دل کے مزے سے ہو آشنا بیدرد ۔۔۔ عجب کہ ہر بن مو سی نہ دل کھے پیدا

گرہ مین غنچہ صفت زر کری دنی گو جمع ۔۔۔ ولے سخی ہی اوڑا وینگی اوسکو مثل صبا

کری نہ چاک گریبان صبح پنجۂ مہر ۔۔۔ جو شور عشق نہووے بعالم بالا

ہے سخت تنگ زمانے سی دل مین حیران ہون ۔۔۔ کہ مہر سنگدلان کیونکہ یان گئی ہے سما

غرضکہ میکدہ آیا شعف سی اتنے مین ۔۔۔ بتان کی چشم مین جون آ گئے نشۂ صہبا

ولے نگاہ جو کرتا ہون میکدہ کیطرف ۔۔۔ گئے حواس مری مجھسے دیکھتا ہون کیا

کہ مست چاک گریبان جام چشم پر آب ۔۔۔ ہے آہ و نالہ مین نے گریہ در گلو مینا

یہ حال دیکھ کے دانا کا خرد سے پوچھا مین　　جگہ طرب کی مین آیا ہون یا کہ جائے عزا

دیا جواب خرد نے مجھے کہ اے نادان　　خوشی ہے دہر مین یہ غم سے پوچھتا ہے کیا

نہین ہے امن کہین زیر آسمان ہرگز　　بجز زمین خراسان کہ ہے وہ عرش آسا

زہے زمین کہ شاداب اسقدر جسمین　　ہمیشہ سبز ہے کشت امید شاہ و گدا

شرف یہ کیون نہ ہے اوس زمین کو رب کریم　　تو غور کر کہ قدم درمیان ہے کسکا

رضا ہے جسکی وہ ہی ہے جو کچھ رضائے حق　　رضائے حق بھی وہی ہے جو کچھ ہے اسکی رضا

نہ ہے وہ گنبد زرین کہ جسکا ہے یہ شکوہ　　فلک نے دیکھ جسے دل مین پیچ کھا کے کہا

کہ کہنہ جان کے مجکو جناب قدس نے　　نیا کیا ہے سر نو سے آسمان طلا

شعاع نور سے خورشید جسکے قبے کی　　پلک جھپکنے سے یک ذرہ بھی نہین پیتا

دکھاؤن کسکو مین اس گنبد طلا کا عکس　　کہ جس طریق ہے پانی مین اوسکی جلوہ نما

چراغ راہ خضر مین اگرچہ پاشیدہ دین　　نہووے نور کبھو تیرے شمع بینش کا

کہان سے پہ وہ ظلمات بیچ جاکر خضر　　شراب عمر ابد سے یہ زندگی پاتا

گئی بنائے تعدی جہان سے تیری اب　　بتان کو نازوادا مین رہا نہ ظلم و جفا

شہا سحر کا گریبان چاک ہے تو وقت　　اسی ہی خوف سے کانپے ہے دست مہر سدا

ہے عرض حال غرض مجکو ورنہ مدح تری　　بجا ہے ہر بن مو ہو زبان نہ ہووے ادا

نہین ہون گر کسی لائق ولے ہے شرم تجھے　　کہ دو جہان مین جامی کہون ہون مین تجھسا

کیا ہے دہر نے عرصہ کو مجھپہ تنا تنگ　　کہ جان لب پہ مین لے جی نہین نکلتا تھا

نہ اتنی کی رگ پے نے کسو کی تن میں جگہ | جو گھر کرے ہے مرے تن کے بیچ تیر بلا
ہیں آنکھیں رخنۂ دیوار سیل اشکوں سے | غبار غم مری چہرہ پہ اسقدر چھایا
یہ عرض حال ہے سودا کا جو سنا تو نے | تری رضا ہو جو کچھ آگے یا امام ہدیٰ

قصیدہ در منقبت امام عسکری علیہ السلام

عیب پوشی ہو لباس چرخ سے کیا ننگ ہے | مانع آئینہ بہتر اس صفا سے زنگ ہے
ٹک پرے رکھنا قدم اس آستاں سے گرد باد | خاکساری کو ہمارے سرکشی سے ننگ ہے
آہ کس منہ سے کہوں تجھکو کہ ٹک ادھر تو دیکھ | شکل سے میری سدا بیزار میرا رنگ ہے
محو حیرت کے تئیں ہے دوست اور دشمن سے کیا | آئینہ تصویر کا دور از غبار و سنگ ہے
صبحدم سودا چمن میں مجکو آیا تھا نظر | اندنوں شاید وہ کچھ شور جنوں سے تنگ ہے
پاس گلبن بیدماغانہ سا کچھ بیٹھا ہوا | اک غزل پڑھتا تھا یہ مطلع کہ جسکا ڈھنگ ہے
شمع کا میر صدائے خندۂ گل زنگ ہے | ٹک اب پرے جا بول بلبل کو تو کیسا ننگ ہے
اسمیں جرات سے میں اسکا قطع کر طول کلام | یہ کہا چرخ منقش کیا زمرد رنگ ہے
گوشۂ خاطر سے کرتا ہے عرض اس قصر کو | سر اٹھا دیکھا تو ٹک تنہا ہی بولا ننگ ہے
واگر اس تنہا میں اک شعر نے یہ دوش کہا | بندہ خانہ کیا تمہیں تشریف لانا ننگ ہے
ہر مکاں میں مسند و ہر ایک جا فرش سمور | ہر طرف مطرب لیے چوسو رباب و چنگ ہے
نوش کرنیکو کباب و رینجنے کی خاطر شراب | دیکھنے کو رقص محبوبان خوش آہنگ ہے

یہ کہا سنکر جو ترغیب آپ کہتے ہین مجھے
اوسکو باور کیجیئے گا یہ خیال ننگ ہے

نازپردہ جو استغنا کی ہین اونکی تئین
یک قدم راہ طلب طے کرنے سو فرسنگ ہے

دکھلانا راہ اجل اونکو تماشا رقص کا
ورد دل سننا کسی کا اونکو عود و چنگ ہے

غم کسی دل سوختہ پر اونکو کھانا ہی کباب
نت اونھین خون جگر پینا ہے گلرنگ ہے

خاک در ایک ایسی کے ہین وہ تیری مسند کیا ہے
عرش کے دامن پہ گر بیٹھین تو اونکا ننگ ہے

قبلۂ دنیا و دین یعنی امام عسکری
جسکی میزان عدالت اتنی بی پاسنگ ہے

ایک پلہ مین ہو کاہ اور دوسرے پلے مین کوہ
کاہ کو باور تو کرنا کوہ سی ہمسنگ ہے

روئے کار حشر سے پردہ کا اوٹھنا ہی محال
پردہ پوشی پر جو اوسکی حلم کا آہنگ ہے

چشم خوبان مین شراب آتی ہی لینے کو پناہ
گر خزان کی خطا نہین آتش کی اوپر رنگ ہے

طرۂ محبوب مین ہو جسطرح عاشق کا دل
مرغ دور از وہم یون اوسکو میان چنگ ہے

کر قصیدے کے تئین سودا دعائیہ پہ ختم
قافیہ کو وسعت اب آگے نہایت تنگ ہے

مانگ لے جو مانگنا ہی توصلہ اوسکا یہان
نہ خراج روم ما لیہ نہ باج زنگ ہے

سر گل امید کی محروم تیر کے دست کا
ہو نہ جبتک گلشن دنیا مین آب و رنگ ہے

لالہ سان ہو عرق آستین عدو سر تا قدم
یہ شعر جسوقت تک دامان کوہ و سنگ ہے

قصیدہ در منقبت حضرت امام آخر الزمان

جون غنچہ آسمان نے مجھی بہر عرض حال
دی سو زبان دہن مین ولیکن سبھی ہین لال

ہرگز کسی گرہ کے لیو جز خراش دل　　مارا نہ آسمان نے کبھو ناخن ہلال

اجزاے کار بند ہی عالم کا اوسکے ہاتھ　　جز چشم عاشقان کہ ہین جاری باتصال

ہمپر سدا رکھے ہے گلرنگ کو حرام　　خون بہار تیغ خزان پر کری حلال

ہر روز اوٹھ کے غنچۂ گل کو کری ہے تنگ　　ہر شب رکھے ہے خاطر بلبل کو پر ملال

ایدل غرض کسیکو نہ دی چین آسمان　　شکوہ نکر تو اس سے کہ ناحق ہی یہ جدال

گردون سی کار بستہ کھلے کیونکہ ہی محال　　ہرگز نہین ہی عقدہ کشا ناخن ہلال

پس کیا ضرور تھا جو کیا شکوہ سپہر　　ایدل تو ہرزہ گوئی سی اپنی زبان سنبھال

خواہش ہی دو جہانکی اگر تو زبان سے　　جز مدح شاہ مسند علم سخن نکال

مہدی ہادی وہ کہ گر اوسکا ہووے حفظ　　مرکز کو خاک کی تو تو ہی ہی یہ احتمال

کھلجاے سب زمین کی گرہ آپ مین ابھی　　لے شرق تا بغرب جنوب و تا شمال

اوسکا قدم نہو جسے جہان کی جو درمیان　　کب چار عنصرون مین ہی حد اعتدال

جو کچھ لکھون مین اوسکی سخاوت مین ہی بجا　　یہ مطلع حضور مری بات پر ہی دال

چاہی اگر کوئی دو جہانکا متاع و مال　　تیری گدا سے ورسی کرے آکی دو سوال

مرضی مین گر چلے نہ تری اکدم سپہر　　دست قضا اٹھاوے اودر دیکے گوشمال

شاہا ترے جو نشتر خنجر سے ایک دم　　دشمن کے دلمین سہو سی گذرے اگر خیال

ہے کیا عجب کہ خون نکلے ہر عضو کی رگین　　جا مغز استخوان مین چھپین شمع کی مثال

شاہا ترا بیان شجاعت مین کیا کرون　　یہہات اس زبان کی تئین کب ہے یہ مجال

تیری ثنا و مدح کوئی مجھ سے ہو سکے
ہے کیا بساط ذہن مجھے کیا فضل دے کیا کمال

اے شاہ دین پناہ شتابی سے کر ظہور
تا دوست ہو دین شاد تو دشمن ہو پائمال

اکثر جو اختلاف ہیں دین نبی کے بیچ
اس جھگڑے کا تصفیہ ہے موقوف انفصال

سو اکو آرزو ہے کہ جب تو کرے ظہور
اسکی یہ مشت خاک ہو تیری صف نعال

تیری ہر ایک دوست کا مانند صبح عید
صفحے میں روزگار کے روشن ہے جمال

جوں شام سلخ ماہ محرم تمام عمر
ظلمت ہی میں بسر کریں اعدای بدخصال

قصیدہ در مدح عالمگیر ثانی

رکھے ہمیشہ تری تیغ کار کفر تباہ
بحق اشہد ان لا الہ الا اللہ

فلک پہ سبعہ سیارہ تا قیام جہان
پھرا کریں تری مرضی شریف کے ہمراہ

سجود در سے تری بہرہ ور ہوں اہل زمین
رہے رکوع میں تا قامت سپہر دوتا

بجا ہے تجھکو سلیمان جلال گر کہیے
کہ ہے وزیر کا تیری خطاب آصف جاہ

علو مرتبہ تیرا نظر کرے جو کوئی
رہے فلک ہی کو اوسکے برنگ شمع نگاہ

کرے جب آنیکا تو عزم پشت پر اوسکو
رکاب اپکے اقبال بولے بسم اللہ

جہان پناہ ترے درگہ عدالت میں
کسیکو دیوے اذیت کوئی معاذ اللہ

جلے جو شام کو ویرانہ بزم میں تیری
تو صبح شمع کے آتا ہے سر پہ روز سیاہ

کرم بھی آشنا ہے تیرا ہے خلق کی اوپر
کہ اب نور سی غافل ہے جسکے ہے آگاہ

امید عفو ترا گر نہ بیچ ضامن ہو — کوئی نکر سکے ہرگز کسی طرح کا گناہ

کرے ہی عرض یہ سودا جناب اقدس مین — زمانہ چاہی تھا مجکو رکھے بحال تباہ

تجھ آستان پہ لے داب مدد کر طالع کے — پہونچاہے آن کے حاضر ہے بندۂ درگاہ

لیں اب جہان مین کوئی خوش نصیب مجھ سا — امید جسکی بر آئی ہو اتنی خاطر خواہ

کیا مین فرض کہ آنیسے زیر بال ہما — جنھین حصول ہو جمشید کی سی شود جاہ

پہ اُنکو اوج سعادت سے میری کیا نسبت — وہ ہو نجم ظل ہما تک مین تا بفضل اللہ

غرض کر دن ہون دعائیہ پر مین ختم سخن — ادب کی مرضی ہی طول کلام ہو کوتاہ

الٰہی تا ہو جہان تو ہو اور دنیا ہو — جہان خوبی ہی تو اے جہانیونکے پناہ

قصیدہ در مدح محمد شاہ عالم

ہے اشتہار تجھسے مرا اے فلک جناب — رخشندگی ذرہ ہی از فیض آفتاب

یک تخم ہون مین خاک نشین زمین شور — نشو و نما دے مجکو کرم کا ترے سحاب

ہے یہ جہان مین وہ در دولت سرا کہ یان — ناکام جو بہا آن کے ہوتا ہی کامیاب

روشن دلون کو گر نہ ہو سجود در تیرا — رکھو نشان سجدہ جبین پر نہ ماہتاب

یہ عدل ہی ترا کہ قوی کو ضعیف پہ — کرنیسے اب تعدی کی آتا ہی اجتناب

گنجشک کے چلے نہ وہ تیر آشیان تک — پر گیری مین لگائیے جسکے پہ عقاب

اوس رخش برق وش کی ترو صف شہا — لکھنے کیا ہی مطلع روشن یہ انتخاب

رانون مین اوسکو صوت سیماب اضطراب — چالاک تر خیال سے اور دم سے شتاب
گلگون بھی اوسکو کہئے تو ہے یہ سخن بجا — آتی ہے باس جسکے عرق سے بازگلاب
طاؤس ہا عنان کشیدہ تو اوسپر گہ خرام — ہے آرزو صبا کو کہ بوسہ دے بر رکاب
بخشی جو تجکو حق نے جوانی مین سلطنت — شیب زمانہ کو یہ ہوئی خواہش شباب
نزدیک شام کچھ یہ شفق پھولتی نہین — کرتا ہے چرخ پیر حنا باندھ کر خضاب
اس بارگہ کو کیون نہ فلک مرتبت کہون — جسکی بلند کاہکشان سے بھی ہو طناب
برج حمل کیطرح سے ہے اوسکے بیچ تخت — تو اوسمین یون شرف سے ہو جون گھر مین آفتاب
سودا کرے ہے ختم دعائیہ پہ سخن — اسجا نہین ہے طول سخن مقتضائے ادب
اوس تخت پر بمسند اقبال بیٹھ کر — کرتا رہے تو شادی نوروز اجتناب

قصیدہ در مدح وزیر

صبح ہوتے جو گئی آج مری آنکھ جھپک — دی وہین آکے خوشی نے در دل پہ دستک
پوچھا مین کون ہے بولی کہ وہ مین ہون غافل — نہ لگی شوق مین جسکے کبھو شائق کی پلک
ہے خوشی نام مرا ہون مین عزیز دلہا — زندگانی کی حلاوت ہے جہان مین مجھ تک
کھول آغوش دل اوسکے لیے مجھی جلدی نادان — بہر خاطر نے یہی دن کب مجھے دکھلائے فلک
سنکے یہ مژدۂ جانبخش جو مین کھولی آنکھ — شعلۂ نور کی آئی مجھے نظر آئی جھلک
آنکھیں ملکر کے جو دیکھوں ہون تو آکے در پیش — سر سے لیکر غرق جواہر مین وہ ہے پانون تلک

غرض اس شکل سے آئی جو لطف وہ کافر
کہا مین ولکی طرف دیکھ کر اللہ معک

ناگہ اوس شوخ نے مجھ سے یہ کہا اے سودا
ابتو شیشہ ہی اندوہ کا پتھر سے ٹپک

یہ بھی کوئی طرز ہے رہنے کا زمین پر نادان
یہ کوئی طور ہے جینے کا ترے زیر فلک

آدمی کے تئین کچھ گرمی صحبت ہے شرط
وہ بھی انسان ہے دنیا مین جو اتنا ہو خنک

گو ترا وضع زمانہ سے ہے دل افسردہ
پر ہم آئے ہین ترے گھر مین لا دھر رکھیو تنک

ایسے مہمان کی تو لازم ہے کہ خاطر ہو عزیز
بادہ بھر شیشے مین کچھ لا کے نمکدان گزک

بزم آراستہ ہو لے کے ارباب نشاط
پاس لے بیٹھ ہمین سبکو جھمکا آپ بھی چھک

آج وہ دن ہے کہ جس گھر مین تو دیکھے ادھین
کہین ہوتی ہے بھگت اور کہین ہے دلک

یان تلک شیخ و برہمن ہین طرب کے معروف
دیر مین بجتی ہے مردنگ حرم مین ڈہولک

سنکے مینے یہ کہا اوس سے کہ اے مایۂ ناز
خیر ہے بات سمجھ کر تو کہہ اتنا نہ بہک

بے سبب کیونکہ مین اندوہ کی لعنت چھوڑون
کس طرح دوستیِ غم کرون دل سے منفک

وجہ کچھ ہووے تو کر مجھ سے تو اوسکا اظہار
کچھ جہت ہو تو بیان کر کہ سنون مین بھی تنک

کر کے دریافت یہ مجھ سے کہا اوسنے کہ مگر
سمع مین تیرے یہ مژدہ نہین پہونچا ابتک

آج اوس شخص کی ہے سالگرہ کی شادی
کہ بصورت ہے وہ انسان پہ بسیرت ہے ملک

یعنی نواب سلیمان فر و نام آصف جاہ
عہد مین جسکے یہ عیتو رنزرگ دکو جک

کسیکی آگے کوئی ہاتھ لیجائے کیا ذکل
مٹھی باندھے ہوئے پاتا ہے تولد کو دک

تجھ سے ممنون نہ فقط ہے رہے زمین پہ ہر یک
بار احسان سے تیرے ہے دوتا پشت فلک

چل سکی ہی نہ کسی امر مین تدبیر حکیم — مہر سی رای کی تیرے وہ نہ لی تا دستک
ختم کر اب تو دعائیہ پہ سوا یہ کلام — آمین کہنے کو گئی باب اجابت پہ ملک
یا الٰہی جو یہ تیرا ہے چراغ دولت — تا ابد اوس سی منور رہی قندیل فلک
تا قیامت رہی مسجود خلائق وہ جگہ — مسند جاہ کی تیری بچھے جسپر تو شک
جو ترا دوست ہو اب آئینہ گیتی پہ — اوسکی تمثال کبھی چھوٹے نپاوے منفک
کاتب دست قضا شکل عدو کی تیری — صفحۂ ہستی سی جون حرف غلط کر دے حک

قصیدہ در مدح وزیر

کہے ہی کاتب دوران سی منشی تقدیر — سمجھ کے دفتر قسمت کیا کر اب تحریر
یہ روز و شب تو بنائیگا تا کجا اسطرح — کہ جام مہر مین آتش و مہ کو کاسۂ شیر
گمان و عہد نہ کر اب تو بحر دنیا سے — گہر نکالے تو عریان حباب بنی حریر
رہائی اسمین ہی تیری کہ کاغذ سابق — درست کرلے عطارد کو کرکے اپنا مشیر
وہ سلطنت کہ نمونہ جسے خدائی کا — کہین ہین شرق سی تا غرب ہر صغیر و کبیر
سنا نہین ہی کہ غازی دین عماد الملک — جو میر بخشی تھا دا انکا صوب ہوے اہ وزیر
اگر طلب کری کاغذ وہ تجھسی اے نادان — تو کر سکیگا پھر اوس وقت اوسکی کچھ تدبیر
دیا جواب یہ اون نی کہ میرے کاغذ مین — حضور اوسکی کسی وجہ کی جو ہو تقریر
یقین ہی خامہ دست کرم سی اوسکی مجھے — سوا عفو مری حق مین کچھ نہو تحریر

مری خطا بھی ہی کچھ چیز اوسکی ہمت پاس — ہر ایک لحظہ جو بخشا کری ہی گنج خطیر
غنی ہوا ہی یہ اوسکے کرم سے ہر محتاج — کہ فرق ہو نہین سکتا بہم امیر و فقیر
دو دام زلف بتان سی کری اوسی تنخواہ — جو مانگے فرقۂ عشاق سی کوئی جاگیر
جہان کی باغ مین نقاش تیری گلگون کے — جو چاہین شکل بناوین تو کیا کرین تدبیر
کہا مصور باد بہار نے جسکو — اگر قیاس مین ٹھہرے تو کھینچے تصویر
جو کھینچی یاد مین تجھ خلق کی چمن و نقاش — تو بو مشام مین عالم کے دی گل تصویر
نہین ہی معجزۂ عیسیٰ سے کم تری تدبیر — کیا ہی زندہ سر نو سے جتنے عالمگیر
اگرچہ مین یہ قصیدہ کہا تو ہے لیکن — تری ثنا کی مصنف ہو یہ زبان تقصیر
کری ہے عرض یہ سودا ہمیشہ عالم کا — رہی تو کار کشا اے امیر ابن امیر
گرہ جو کام مین عالم کے تیری ہی اوسمین — پڑی ہزار گرہ شکل دانۂ انجیر

قصیدہ در مدح وزیر

دیکھا جو دیر و کعبۂ ہم سنگ رنگ ڈھنگ — کچھ ایک سا رکھین ہین ہم سنگ رنگ ڈھنگ
کیا تجھ لبون سی لعل کو نسبت کہ اونکی طرح — پہونچا سکے ہی کوئی ہم سنگ رنگ ڈھنگ
ساقی نے بھر کے جام زمرد کو یہ کہا — ہم بادہ آئین خوب ہے ہم سنگ رنگ ڈھنگ
سودا مین کیا کہون در و دیوار باغ کا — رکھتا ہی یار بن غم و ہم سنگ رنگ ڈھنگ
بس مجکو منتظم ہے کہ میرے سخن کے بیچ — اتنا ہی دہر کا جو رکھے ڈھنگ رنگ ڈھنگ

مطلع یہ جا حضور پڑہتا ہون جو وقار کا پیدا کرو نہین کوہ کیے ہمسنگ نگ ٹے ہنگ
دریاے فیض کا ہی ترے ننگ نگ ڈ ہنگ پاوین کہان تراحمن کنگ نگ ڈ ہنگ
یہ عدل ہی ترا کہ زمانے مین اب نہین فرہاد کا بجز جرس رنگ رنگ ڈ ہنگ

قصیدہ در مدح وزیر

مرغ معنی کے اگر صید پرا تنا ہو خیال عرش پرواز ہو تو کھل نسکین اوسکو بال
نہ بچے طائر مضمون نظر انداز مرا فکر عالی کی ہی شاہین میری راہ نوال
آوے ہی شعر و سخن پر جو طبیعت میری معنی بیرشے سحر عدم کی کرے ہین استقبال
کچھ نمجھے تازہ مضامین کی نہین سعی تلاش پھرتی ہین ناملقہ میرے کی سدا وہ دنبال
شست و شو دون ہو نہین الفاظ کو حسن آپی نی در دہی آب گہر سامنے اوسکو وہ زلال
یہ زبان مجھ سے کی خامہ کو عطا کر نیسے مین سمجھتا ہون جو منشی ازل کا ہی مآل
کہ ہے مدح مین ایسے کی جسے تا بہ ابد پرورش کر نہین گذرے کہ دمہ کی مہ سال
یعنی نواب فلک رتبہ شجاع الدولہ قائم اوسکا رہی تا حشر یونہی جاہ و جلال
تمنا سے جبین بدر بھی ہوتا ہے ہلال بسکہ یان سجدے کی مشتاق ہوا رہا کمال
کرم انسان پہ جو ہی طبیعی تیرا خواہ ہو نیک کوئی خواہ کوئی بداعمال
مفلسی سی نہ مکدر کوئی خاطر پائی آب زر سی جو ہوئی تو نے زبس گرد ملال
قول پہلے ونکی نہوتی تری ہمت جو دلیل پہلے سمجھتا مین حکما سی ہے خلا کیونکہ محال

جنگ ہر جا مین ترا ہو کف جود بلند
اور اوس وقت کوئی تجھسے کرے آکے سوال

ہو ہے انبار طلا دست تلے سائل کے
کہ جسے پنجۂ خورشید کا پہونچے نہ خیال

روز میدان قدم اپنا تو جہان گاڑ رکھے
کوہ کا سینہ پہٹے دیکھ ترا استقلال

شرق تا غرب تلک ہیبت تری تیزی کا
دہاک ہے تیغ جنوبی کی تری تا بہ شمال

اوسکی خونریزی سے یون فوج عدو گہٹ گئی
جون مہ نو سے محرم کے پلٹتا ہے سال

تیری شمشیر کے جلوے کے تئین جو دیکھے
کہو وہ اوسکو کنہیا زرہ حسن و جمال

کون ایسا ہے مین تشبیہ تجہے دون جس سے
تو ہی آئینۂ ہستی مین ہے اپنی تمثال

ختم کرتا ہے دعا یہ پہ سودا یہ کلام
دوستا ہون شاد ترے اور ہون دشمن پامال

قصیدہ در مدح نواب شجاع الدولہ بہادر

اشجار کا بستان جہان کی ہے عجب ڈہنگ
جلتا ہے حنا رادسے رخ گل پہ جو ہو رنگ

بہرتی ہین سبا گلستانکی کہون کیا
پہل کے دانے نہین جو نخل و ثمر انمین ہین یہ سنگ

دنیا مین توقع نہین انسان کو کسو سے
پہٹا اوسکی و زیر آب ہے جیسی ہند کا اورنگ

کیا منعم مرا اور کیا لب لحیہ ہے کہ اوسکا
یون نام مفصل نہین آداب کا یہ ڈہنگ

الطاف و کرم کا جو شمار اوسکی کرے نہین
جاری ہین امواج کو کنکر لب گنگ

دیکھا نہ یہ ہین حوصلہ جز اوسکے بشر کا
وسعت بہی زمانے کی جو اوسکی ہے کچھ تنگ

باڑہ کا اوسی زور شہ ہند کا سے کہیئے
ہیبت بجہان اوسکی بہر جا او رنگ

عرصہ تری گھوڑی کے جو سرپٹ کا ہی آئین
پاپے قرس باد سحر کرنے لگے لنگ

کچھ برق سی تڑپے ہی سدا ابر سیہ مین
تھا جو کہون سو نہین رکھتا ہی وہ تیزتگ

خاطر پہ خلائق کی ہی تجھکو کہ سوے باغ
بے رخصت بلبل نکرے سیر کا آہنگ

دل تجھ سے ہو میلا کسی طوطی کا یہ کیا دخل
آئینہ تلک عہد مین تیرے نہ لگے زنگ

آتش رہے یون آب مین انصاف سے تیرے
آئینہ مین جس شکل ہو عکس رخ گلرنگ

پس جو کوئی تجھسا ہو شناور کی ہو تجھسے
ہرگز نہ اسے مانیو کب مجھ مین ہی یہ ڈھنگ

جس مرتبہ مین تجکو سمجھتا ہون مین ممدوح
یہ مدح تو وان عار ہی مداح سو ہے ننگ

سودا نہ چل اب آگے کہ یہ جا ادب ہی
کر قطع سخن کا تو دعائیہ پہ آہنگ

قبضے مین تری قوت شمشیر سے تیرے
لے شام سے تا روم رہے روم سے تا زنگ

پرواز ہما جب ہو سکے اوج سعادت
شہباز کا طالع کی ترے داو سے رہے جنگ

قصیدہ در مدح نواب شجاع الدولہ بہادر

خون مرے دل مین نہین تشنہ ہی گویا ترا ناز
شرم سے خو کی تری ہو گئی ہی آتش بگداز

گردش دہر ان آنکھونکی بلا گردان ہی
بخت برگشتہ کا مژگان کی تصدق انداز

جنبش لب سخن آبروئے چشمۂ خضر
دم عیسی کے لیے موج تبسم دمساز

نذر ہنگام ادا ایک جہان کا دل و دین
ناز کے وقت گریبان دو عالم ہے نیاز

تیوری کی گانٹھ کا کب ہمسہ کھلے ہی عقدہ
ہو وے گی کوئی گرہ دہر کی یان محرم راز

کینہ جوئی کا تو کیا ذکر ہے سبحان اللہ
مہربانی کا تری جور فلک پا انداز

تو جو کہتا ہے نہیں دلکو ترے صبر و شکیب
اس سخن سے تو ہے انصاف رہ دور دراز

عہد میں حسن کے تیرے جو پیمبر ہو کوئی
معجزات اوسکے میں ہے سب سے بڑا ہی اعجاز

کون وہ دن تھی کہ جب تب ترے نظاریکو
تیرے آئین میں پریشان نظر یکا تھا جواز

سو دہ صحبت سے یہ بالعکس کہ پیش آئی ہے تو
مجھ سے ہر روز نیاز اور سے ہر شب بے نیاز

نالہ و آہ سے میرے بجہان رات کو خواب
بسی ہے چشم خلائق سے رہ دور و دراز

ایک طالع کی تو اپنی نہ کہوں میں ورنہ
اودھر کو جب دیکھیے تا دیدہ مہتاب ہے باز

امتحان میری وفا تا بہ کجا کیجیے گا
صفت عشاق میں سب جانتے ہیں اے طناز

یوں خم تیغ جفا سے ہوں ترے سر بسجود
آگے محراب کے جسطرح سے ہو پیش نماز

کوئی سنتا نہیں فریاد کو میری ورنہ
آہ کی طرح میں ہو جاؤں سراپا آواز

دل کی گو کہہ نہیں سکتا میں برانداز دگر
کس لیے میں کہوں تجھ تجھسے کہی کچھ غماز

مال و زر رہتا سو دیا عشق میں تیرے برباد
نقد جان پر نہیں آتی جو کردوں اوسکو نیاز

کسطرح سے یہ ستم چاہیگا انصاف وسکا
استخوان کو ہو مرے جور ترا تو تیا ساز

دہر میں داد رس خلق ہے اب جسکی جناب
اور ابنائے جہاں میں ہے سبھوں سے ممتاز

یعنی موسوم بہ نواب شجاع الدولہ
ذات سے کر جسکے زمانیکو ہے فخر و ناز

زیر ران ہے وہ تری رخش طرح گردون
شور قلقل سے ہے یہ ز صیحہ کے جسکی آواز

جلد پر اوسکی صفا سے ہے یہ کچھ کیفیت
دیکھ کر جسکے تئیں جھجکتا ہے آئینہ ساز

بوی خوش باد سحر یان سی اوسکے تحفہ ‎ لیکے جاتی ہی سوی زلف بتان بہر نیاز

گوش سی تا بدم اوسکے ہین گل خوبی سی ‎ صد چمن جسکے طویلے کا نہو پا انداز

اوس سکر کو جو پھینکے تو رے دریا پر ‎ ٹوٹے ہرگز نہ حباب اوسکو بزیر تگ و تاز

غرض اس نظم سے تو یہ نہ سمجھیو ممدوح ‎ کہ طمع پر تری مداح کی ہو عرض نیاز

خلعت و اسپ گہر تیری نہ آگے کچھ چیز ‎ نہ وہ مین ایسی تجھ پاس کرون دست دراز

ہے تصدق جو مقرر میری خاطر اوسمین ‎ نمکین شیرین کو ہی ذائقہ سے تیر ساز

بہر پوشش مجھے ملتا ہی وہ جامہ جسکا ‎ دامن آلودہ کبھی گو حرص سی رہتا ہی باز

مجکو کچھ کام نہین تو مجھے جو چاہی رکھ ‎ مین ہون بندہ ترا اور تو ہی مرا بندہ نواز

مطلب اس سی یہ جو سوا ہی ترا پیر غلام ‎ اور کیا ہوسکے جز یہ کہ دعا بعد نماز

تیرے اعدا ہین نظر دین مین یانیکی ذلیل ‎ حق دو عالم مین رکھی تجکو سدا با اعزاز

قصیدہ در مدح نواب وزیر

گر فلک اب یہ مہربان ہووے ‎ جون تگرگ ابر دُر فشان ہووے

دخل کیا ہی کہ اوسکے جینے کا ‎ کسی انسان پر گمان ہووے

خلق کو اسقدر ہے استغنا ‎ نہین ممکن کہ وہ بیان ہووے

رہرو آگے اگر پڑا ہو گہر ‎ دور ٹھوکر سے گر روان ہووے

ہے جو کچھ جس کنے ہی اوسکی عطا ‎ آصف الدولہ اور جہان ہووے

دیکھ کر جسکو خلق بولے ہے — تو ہوا اور عمر جاودان ہووے
پرورش کسکو یون ضعیفون کی — تجھ سوا زیر آسمان ہووے
کین سے گردون کے عمر بھر رہے دور — جس پہ یکدم تو مہربان ہووے
دی ہے جو حق نے تجکو حشمت وجاہ — فہم وان تک رسا کہان ہووے
تجھ سا آفاق مین ہو جب ممدوح — اور سودا سا مدح خوان ہووے
نہین شایان کہ عرض مطلب کی — اوسکی ہر بار رہ زبان ہووے
اب عادہ کردن ہون سنکے جسے — آمین آمین بجا حضران ہووے
شادی و عیش و خرمی ہر روز — آگے تجھ دل سے تو امان ہووے

قصیدہ در مدح نواب آصف الدولہ بہادر

کیا قلم کو رقم سے ہے منظور — کہ صریر اوسکے سے ہے دلکو سرور
نور صبح بہار کاغذ پر — خط خط گلعذار کا دستور
زلف خوبان چین سی خوبی مین — کھینچے ہر سطر جسکے آب کو دور
ہے تبسم قلم کے منھ پر مشق — قلم اتنی رقم سے ہے مسرور
کہ لکھا چاہتا ہے اوسکی مدح — خلق مین جسکا خلق ہے مشہور
یعنی نواب آصف الدولہ — ہو سلیمان پہونچکے جس تک مور
تو وہ دریائے فیض ہے جس سے — دا ہم کر سکے کبھو نہ عبور

تیری بخشش ہے یہ کہ گوہر سے — جون صدف مشت خلق ہی معمور

مطلب اس نظم سے ترے آگے — کچھ خوشامد مجھے نہین منظور

بسکہ ہے لائق ثنا یہ جناب — مدح کرنی ہوئی مجھے بھی ضرور

میری ہی اعتقاد ہے یہ مدح — ورنہ رتبہ ترا ہے اتنا دور

کہ جو چاہے خیال وان جاوے — پہونچنے کا اوسے کہان مقدور

کہکشان خامہ آسمان کاغذ — ہو مرکب اگر شب دیجور

اتنے سامان پہ تیری سب انصاف — سو وین تحریر مین یہ کیا مقدور

ختم سودا کرے سخن بدعا — آمین سب بولین بندگان حضور

فضل سے حق کے تو بہ حشمت و جاہ — رہے تا حشر خرم و مسرور

قصیدہ در مدح نواب آصف الدولہ بہادر

سودا پہ جنون نے کیا خواب خور حرام — لائے گھر اوس طبیب کے ہی عقل جسکا نام

احوال وسکا دیکھ کے کہنے لگا طبیب — اب فصد و مسہل اسکو لیے ہی مفید تمام

کہنے لگا سُن اوسکو وہ دیوانہ در جواب — تجھ مین لہو کہان یہ ترا ہی خیال خام

جو کچھ کہ میرے تن مین ہو تھا سو کئی سال — عامل نی خیر آباد کے پیکر کیا تمام

مسہل طلب کرے ہی غذا کی زیادتی — مجکو سو ماہ عید بھی گذرا ہے صیام

کیا سودا اس علاج سے کہہ اوسکے ماسوا — تا اپنی مین دوا کرون اک بے کے قرض دام

تب اون نے یون کہا کہ بتا دشمنین کا علاج — اس درد سی تو پاگئے شفا ہو جو شاد کام
اوسکے حضور عرض یہ کر جسکے سایہ مین — ہو ضعیف پیل سے لے اپنا انتقام
سُنتے ہی یہ نوید قصیدہ بر کر آ نذر — لیکر اب اس جناب مین حاضر ہوا غلام
اے وہ کہ تیرے عدل کی نسبت بخاص عام — نوشیروان پہ عدل کا گویا ہے اتہام
دنیا ہی تیرے عدل مین سے آ عادل زمان — زخم جگر کو سودۂ الماس التیام
مذکور حلم کا مین کرون یا بیان خلق — یا مین تری شجاعت و ہمت سے اب کلام
ترا ہی بار حلم ہے اے صاحب وقار — کشتی خاکدان کا جو پانی پہ ہے قیام
آدے نسیم اگر چمن خلق سے تری — خوشبو جہانیونکا ابد تک رہے مشام
تیغ سخا بھی ایسی ہے جس سے بلاک دل — باقی ہین گر گروہ غمونکی بیک ساعت انہدام
کچھ کم نہین جہان مین سلیمان سی ترا جاہ — گو السنہ پہ آصف دولت ہے تیرا نام
رتبہ ترا ہی وہ جو کرے قصد وہم کو وہم — پہونچے نہ ماندگی سے بیک کوچ دو مقام
ذرہ کرے ہی خاک کا اوسکی فلک نیاز — جس گلزمین پہ سیر مین کرتا ہی تو خرام
تجھ سی کی کوئی مدح و ثنا مجھسے ہو سکی — مین کیا ہون کیا زبان مری اور کیا مرا کلام
اس نظم سے غرض ہی مری عرض مدعا — مقصد مرا قلیل ہی پہونچے بہ انصرام
اپنی تری جناب مین اتنی ہی عرض ہے — کس کسکا ملتجی ہون کہا کر ترا غلام
انصاف ہی کہ ہو وہ عطا اس جناب کی — اوراونکی مین مساجت و منت کرون مدام
دیہات جو ہین مصرف مطبخ کی اونمین سے — ہی نقدی کی عوض ہو مجھے صحنک طعام

اے گنج بخش خلق مرا ہی جو مدعا — کرنا روا حضور تری کسقدر ہی کام
سودا الیں اب خموش کہ جا ادب ہی یہ — اس نظم کو تو کر بدعا کیہ اختتام
تابندہ جب تلک بفلک ہین مہر ماہ — تا جلوہ گر رہین بجہان صبح اور شام
دنیا ہو اور تو ہو الہی بخرمی — تیری نصیب جام می عیش ہو مدام

قصیدہ در مدح نواب سرافراز الدولہ بہادر

صباح عید ہی اور یہ سخن ہی شہرہ عام — حلال دختر رز بے نکاح و روزہ حرام
پھرا ہی آج بمقصود بادہ خواران چرخ — ہی اب بر سر زمین دور دور ساقی و جام
بعیش گاہ جہان خوش ہو خرمی ز آج — گئے بدل بمباحت مناہی کے احکام
معانقہ بجہان آج مے پرستون کی — کرے ہی محتسب آکر با بنساط تمام
سرور ہی یہ جہان مین کہ شیخ و زاہد و رند — بہ طربات و ظرافت بہم کرین ہین کلام
وہ اوسکے غنچہ گل سمجھے ہی جو زاہد کی — دھرا ہو سامنے مینا سے بادہ گلفام
ہر ایک گھر مین صدا ہی مغنی و مطرب — ز شام تا بسحر اور سحر سے لے تا شام
دلون مین سب کے خوشی نے جگہ کی ہی اتنی کہ ہیچ — عدم سوا کہین اندوہ کو رہا نہ مقام
نظر مین گل کی طرح یکدگر ہین اہل زمین — زمین تمام چمن زیر چرخ نیلی فام
ہر ایک دست نگارین مین یون ہی دست حنا — شفق مین پنجہ خورشید جون قریب بشام
خوشی نے جوش یہ مارا ہر ایک دل مین کہ اب — نہین قبا مین سماتا ہی خلق کا اندام

اوسکی عید مبارک کا ہی مگر یہ سبب　　جو افتخار زمان کا حسن رضا خان نام
کہ جسکی ذات فیوضات سی کہاتی ہے　　جہانین صاحب فرزند مادر ایام
بہونچکے ہو در دولتسرا تلک اوسکے　　وہ کامیاب ہو جو ہو سر نوشت کا ناکام
جو وہ کیا نہ کرے دستگیری منجب　　قدم کا ایک کے اوس سرزمین پہ ہو نہ قیام
ہے خلق واسطے خلقت کے اوسکی گویا خلق　　حیا و شرم ہوئی ختم اوسپہ حلم تمام

قصیدہ در مدح سرافراز الدولہ

نہ عدل و عمل کا تیری صفت ہو کچھ مجھسے　　کہ نعمت و شان تیری تیرے دہی خوش فرجام
سوای وصف کا تیرے مجھے نہ بہاوی کچھ　　خدا ہمیشہ رکھے اوسکو با عز و اکرام
مرا ہمیشہ یہ مقصد بدل نہفتہ ہے　　رہین بحلقۂ طاعت یہ بندگان و غلام
ہے اسقدر ترا آلودگی سی دامن پاک　　کرین طواف حرم اوسکو باندھکر احرام
یقین سبہی یہ کہ دم سے تیکین کہ نزد خدا　　نہین جو دوست ترا ہے وہ دشمن اسلام
عروس دولت دنیا کی کار خیر اپنا　　کیا ہی تجھپہ ہو عاشق باشتیاق تمام
اگر ہزار طلاق اوسکو دیوے تو لیکن　　نجاویگی تیرے در سے یہ تا بروز قیام
غرض کہ اسلیے تیری یہ مین نہین کی مدح　　کہ چاہون تجھسی مین اسکے صلے مین انعام دوام
عوض مین اسکے صلے کی کرون نہین تجھسے عرض　　قبول ہووے جو مرا حرف اے ذوی الاکرام
مجھے تو گوشۂ خاطر مین اپنی دے جاگہ　　کہ تا بسر کرون لیل و نہار با آرام

کرے ہی ختم دعائیہ پر سخن سودا — ادب سے دور ہی خدمت مین تیرے طول کلام
الٰہی باغ جہا نمین ہو جب تلک مانا — شبیہ غنچہ صراحی سی شکل گل سے جام
مے سرور تجھے دے ہر ایک عید کے دن — طرف سے ساقی کوثر کے ساغر گلفام

قصیدہ در مدح سرافراز الدولہ

عزیز عقل کو سودا کی تھی جدائی شاق — سو اوس کنے وہ پھر آیا ہی بسکہ تھا مشتاق
وہ پوچھتا ہی کیا تونے کہہ تو کیا حاصل — باتفاق جنون کر کے بار تجھسے نفاق
یہی نہ تجکو ملا نفع اوسکی صحبت سے — کہین ہین سب تجھے دیوانہ زیر کہنہ رواق
مگر تمنا مین جنون کی وہ شعر لکھ لکھکر — برنگ نامہ کے اپنے سیہ کیے اوراق
ملی نہ دولت دین اس سے تجکو نہ دنیا — ہوا پہ رو زمین کو تو شہرۂ آفاق
جواب دے ہی یہ سودا کہ وضع پر میری — سخن ترے کا نہین ہر کسو طرح مصداق
مین از قبیل جواہر ہون باز نیر فلک — بیک تجلی طالع پھری ہے سنگ سماق
کہا یہ سنکر اوسی پیر عقل نے ملے یار — اگر نہ مانیکو اسطرح سے ہی کہ تجھسے نفاق
دلونکی درد کا سامع حسن رضا خان ہی — جہا نمین اہل جہان جسکے ہو سو اشفاق
چنانچہ کہتا ہی تعلیم پیر عقل یہ عرض — زبان پہ ہی مرے سن لیگا نہ آفاق
دیا ہی قوت اعضا نے دلکو میرے جواب — سبب ضعیفی کے طاقت مری ہوئی ہی طاق
سو اب مین تیغ زبان سے لڑون ہون بخت کیساتھ — ہون فتحیاب مدد کی جو ہووے تیری وفاق

سلامتی مین تو اپنی روانہ رکھ مجھ پر
ذلیل و خوار رہون مین بچشم اہل نفاق

سو طالب اتنی مین حرمت کا اب نہین جس سے
کرون معاش بسر لیتا مین بہ ظلم و طراق

بنان دوال مین سازش کر ایک گوشہ مین
مدام مدح مین تیری لکھا کرون اوراق

ترا قیام حکومت رہے قیامت تک
مطیع خلق کو تیرے سدا رکھے خلاق

کرے دو طرح عید کی شادی نصیب ہو تیری
ہمیشہ نذر تری دیوین ساکنان آفاق

بسر کرے جو ترا دوست ہو بعشرت و عیش
عدو ترا ہو زمانے کا مورد شلاق

قصیدہ در مدح احمد علی خان

برج حمل مین بیٹھ کے خاور کا تاجدار
کھینچے ہے اب خزان پہ صف لشکر بہار

کہتے ہین یون زبانی پیک صبا یہ حکم
پہونچا حضور سے طرف باغ روزگار

مرکب جو شاخسار کے ہین اونپہ اب شتاب
پہونچے سوار ہو کے جوانان برگ و بار

ہین بخشی دو زبرجد جو مریخ و ماہتاب
انکو یہ امر ہے کہ امیران نامدار

تمغہ کھول وہ خزانہ گل اشرفی کی تم
پکڑو قلم کو ہاتھ رکھو پیادہ و سوار

کر دو یہ حکم پیر فلک کو کہ اکو دبیر
ہووے نہ محررونکا تغافل اگر شعار

اہل قلم جو دفتر بخشی گری کے ہین
اونسے کہین ہمارے تقید یہ بار بار

گلگون لالہ گر کہین بیداغ رہگیا
چیرینگے سینہ ہر سقندی کا غنچہ دار

لینا ہے کام مجھکو جوانان باغ سے
بھر بھر سپر گلونکے تئین دو تو عیار

بس ہلکار لالۂ خودرو سے یہ کہین — رنگین شتاب مستک فیلان کوہسار
دگلے ہزار رنگ کے پہنا دین ابر کو — موج ہوا تلک ہو زرہ پوش اِبکی بار
کہدین کہ چار نہر سے گلشن کی صحن باغ — چار آئینہ کو سج کے رہین مستعد کار
بارود گولی پیر مغان میکدہ کے بیچ — رکھین نہ اب سوا کمر کیسہ زینہار
بند وقلین بدلے شیشونکو بھر بھر کے مغبچے — آ کر شتاب صحن چمن مین کرین گذار
جتنے ہین نے نواز جہانگیر وہ اب کرین — پیشہ جو وہ کرنا سے بجانے کا اختیار
ترکش لگا کے دینے کو تصحیح بہار — گلگون پہ اپنے ترک ہزارا ہوا سوار
لازم ہی تجکو پی کی شراب طرب کا جام — گرمرد ہی تو سیر گلستان کر ایک بار
یک گلکز مین نہین کہ جہان آب تیغ سے — کرتا نہو وے کھینچ کے شمشیر آبدار
غصے سی بکید گر کے کٹے مرتے ہین یہ کہ موج — گرداب ٹوٹے ڈھال رو کی ہی مارہی جب کٹار
بن خود ایکدم نہین رہتا سر حباب — ڈالے رہی ہے منھد پہ جھلم سنگ آبشار
اندام جو ئبار پر اب عکس تاک سے — بکتر سجا ہی دیکھون ہوتی کیا یل کیا نہار
گر بار چہ بھی ابر سیہ کا ہوا مین ہے — گجنال کیطرح سے چنگھا رہی ہی بار بار
تھا جسقدر کہ سبزۂ خوابیدہ یہ سدا — سنکر زمین سی چونک اوٹھا ہوکر بیقرار
آسودگان خواب عدم بھی ہین عنقریب — اوٹھکر کے خاکدان سے کرین حشر آشکار
کرتے ہین طائران چمن اب یہ زمزمہ — یارب ابکی سال قیامت ہو یا بہار
طاؤس نام وہ جو ہین اس فوج کی نقیب — کرتے ہین یہ صدا کہ جوانان لالہ زار

باہم سے دستہ دستہ جدا ہو کھڑے رہو — جلدی سے باندھ کر کمر کینہ استوار

میدان صاف کرتی ہے جاروب باد تند — تا وقت کارزار من گل سے نہ اوجھے خار

صد برگ جعفری و گل شرفی نے اب — کیسری بانی کر کے یہ باہم کیا قرار

سنمکھ صف قشون خزان آ کے جھگڑی — ہو کر ادتماری کیجئے میدان مین کارزار

استادہ ہے جہان علف سبز خاک پہ — پانی کی جسطرف کو زمین پر چلے ہے دہار

ہر آن مین ترانہ بلبل کے واسطے — ہے اندنون یہ شعر تجلی کا روبکار

از رسا یہ ہای بید مولہ بہر طرف — دار و زمین کمان سیہ توز در کنار

ترکش صبا کہے ہے مرا تیر بازگشت — ہو پشت پر حریف تو نکلے جگر کے پار

خالی سمجھ کے ہاتھ کو اپنے ہر ایکدم — مانگی ہے برگ بید سے خنجر کو ہر چنار

دامن کو باندھ باندھ کے ہو مستعد سرو — قمری ہر ایک کہتی ہے یون نعرہ مار مار

ایسا نہو کہ طعن کرین ہمکو بلبلان — لڑیو قدم کو گاڑ کے یاران طرحدار

نرگس کو باوجود ہے بیماری شدید — تس پر چمن مین آن کے وہ ناتوان زار

لکارتی ہے یہ کہ وہ بہتیان ہو جو کوئی — ٹالے تو بار ہی آن کے میرے عصا کا وار

کمرکھ کے ہر درخت سے یون سنگترا کا نخل — کہتا ہے گرچہ ہاتھ مین شیشہ ہے تیرے یار

لیکن تو دیکھیو کہ خدا وہ گھڑی کرے — کتنو نکا سر مین توڑ دنگا پتھر ہی مار مار

گو لونگی ہر درخت کو غصہ نے اندنون — کچھ آگ سی لگادی ہے کیجو تم اعتبار

دل مین غرض ہر اک کے مین کیا بیان کرون — پایا ہے آتش غضب دلمین نے یہ قرار

نکلین بجائے دانہ شرر کچھ عجب نہین　　دیجے اگر انار کو پنجہ مین لے فشار

القصہ آج پیک صبا سے مین بجا دم　　پوچھا کہ سن تو کسلیے خاور کا تاجدار

قتل خزان پہ مستعد اتنا کہ جس لیے　　کی جمع فوج قاہرہ اتنی کہ بیشمار

ایسا تو اس سے آج تلک کچھ نہین ہوا　　ہان امر سلطنت کا نرالا ہے اختیار

یہ سُنکے دیکھ دیکھ مری سمت یون کہا　　سنتا ہے اے عزیز تو کافر یا دیندار

دین نبی مین ہے تو ابھی باندھکر کمر　　گلدستہ کی طرح سے تو ہوجا شریک کار

اور جرم کو خزانکی جو پوچھے تو پیش خلق　　بعد از یزید کے ہی خزان ہی گناہگار

ٹک چشم منصفی سے تو اعمال اوسکے دیکھ　　کسکے لہو وہ گلشن دولت ہے اب دوچار

نانا کو جسکے پوچھو تو راکب براق کا　　دادا جو دیکھو مشرق و مغرب کا شہسوار

بدخواہ دولت نبی کا ہووے جو کوئی شخص　　اور سینہ صف کشی کرے خاور کا تاجدار

آخر وہ اس گھرانے کا بندہ ہے زر خرید　　پس کیون نہ وہ کرے جسے اتنا ہو اقتدار

ایسا یہ خاندان ہے کہ نہ پشت سے فلک　　رکھتا ہے جسکے کی غلامی کا افتخار

رکھی جہانکے داغ غلامی جبین ماہ　　ماہی کہ دین جسکی اطاعت ہے خار خار

اثبات تجھپہ جرم نہین اوسکا اب تلک　　اپنی تو اعتقاد ہے اتنی گناہگار

یکبار لعن گر کرے طوطی یزید پر　　بے اختیار ہو کے کرے اوسپہ صد ہزار

لیکن یہ دیکھیو کوئی ڈنکو بضرب کفش　　گلشن سے اوسکو کھینچ نکالینگے کرکے خوار

سنکر غرض یہ پیک صبا سے مین یون کہا　　ہے کون ٹک بتا تو مجھے وہ بزرگوار

کہنے لگا کہ تجھسے تعجب ہے یہ سخن
اتنا تو ہو کے عاقل و دانا و ہوشیار

یہ رمز اب تلک نہیں سمجھا ہزار حیف
ہے یہ وہ جسکی خوان کرم کا تو ریزہ خوار

یعنی وہ سیف دولہ بہادر کہ جسکی تیغ
کرتی رہتی سدا سر اعدا پہ کارزار

جب میں سنا زبان صبا سے یہ نام پاک
وہ میں پڑھا یہ مطلع رنگین و آبدار

دیوے نہ تیرے نام سے گلشن میں گر بہار
پھولونکو آب رنگ نکالنا ہو ناگوار

تیری سخا کی یاد سوا خاک میں نہال
تبلاوے باغبان تو ثمر دے نہ شاخسار

ناخن بغیر غنچوں کی گانٹھیں نہ کھل سکیں
تیری سخا جو باد سحر کی نہ ہووے یار

میخانۂ جہان میں کرم سے ترے کہیں
کوئی شکستہ حال بجز توبہ و خمار

برساتا اسحاب کرم یان نہیں کہ اب
ہوتا ہے ہر رنگ آتش یاقوت آبدار

جو کچھ کہا میں اسکو خوشامد نہ جانیو
یان ارث ہے شجاع و سخی ہونیکا شعار

گلگون تیرے کی وصف میں کیا کیا بیان کروں
گرد اسکی کھینچے جب گل رنگ حنا حصار

اس حصہ میں کہ ہے ہر دو اسطرح شریان
تڑپے ہے جون نسیم چمن میں ہو بیقرار

رتبہ کو تیرے جاہ کی کیا میں بیان کروں
جسکے تئین نہ وہم فلک کر سکے حصار

قالی کا اوسکو فرش کا آتا ہے عرض طول
بعد فصل گل نہو سکیں جسکے نمونہ دار

جتنا ہے سطح روے زمین اوسپہ گرا ہو کر
جس فصل میں بچھا دو تو ہے موسم بہار

جس آن تو قدم سرکھے اوسپر ...
کھل جاوے دیکھنے ہی تجھے چشم روزگار

اور ہو دیگا بھی لوہتی تو خاطر کو جمع رکھ
صندوق سے تجبن کے بنا یہ کہ وہ گار

کیسے ہیں دوستونکی تری شکل ماہ و مہر — ہو سیم و زر ہر آن مین کیا لیل کیا نہار
ہاتھی کے ساتھ ساتھ یہ کہتا چلے عدو — مفلس ہون کچھ دلا مجھے نواب نامدار

قصیدہ در مدح احمد علیخان بہادر

ہمجوش کا ہو دل تو رہے دہر سے تنگ — باور نہین تو دیکھ کہ نالان سدا ہے زنگ
آمادہ مہر کین پہ سدا اوسکے دل کی لہر — ہے مستعد لطف و غضب اسکی ہر ترنگ
قطرے سے کرتے دانۂ گوہر اسے ہے دیر — یا برق کو ہے پہونچے ہی خرمن پہ کچھ درنگ
ٹک دیکھ چشم دل سے تو اسکے یہ کروٹین — ہر اک مین شکل بوقلمون ہے ہزار رنگ
اتنا حسد ہے عاشق و معشوق مین کہ لو — منہ پر جو ہو چراغ کی تو جل مرے پتنگ
معدوم دستگیری کا شیوہ ہے اسقدر — نزدیک ہے نہ ہاتھ کو پکڑے حنا کا رنگ
ہوتا نہ آتی نا خلقون مین جو اک خلف — کھا جاتی زہر مادر ایام آکے تنگ
یعنی وہ سیف دولہ بہادر کہ جس سوا — پائے کوئی نہ لطف و کرم کا کسی مین ڈھنگ
ہمت کی عظم دشمان کو جسکے دریتیم — تعداد موج بحر تلک بخشتا ہے ننگ
نواب مدح حاضر و غائب اگر تری — بولے نہ جو زبان ہے وہ گویا دہن مین سنگ
جس دشت کیطرف ہو تری یکنگاہ مہر — اے بوستان چشم حیرت کے آب و رنگ
پائے غزالہ دام مین وان بند ہو اگر — ناخن سے اپنے کھول دے جا کر گرہ پلنگ
حکم صلاح سے ترے اے صالح زمان — عرصہ ہوا اسقدر وہ منہیات پر ہے تنگ

ہے کشمکش شراب کو جب کیجیے نظر
جس وقت دیکھیو تو ہے خشکو نکی نیچے بنگ

شہباز بخت کرتے اپنے تئین سدا
دیکھے ہماے اوج سعادت میان جنگ

قصیدہ در مدح احمد علیخان

ہے سخن سنج اک جوان متین
فخر صائب جو دہ کرے تحسین

رات جا کر مین اوسکی خدمت مین
اوسے دیکھا تو تھا نپٹ غمگین

مین جو پوچھا کہا سبب مت پوچھ
خبث کرنا کسو کا خوب نہین

نہ کچھ اس سے حصول دنیا کا
نہ کچھ اس سے بر آوے مطلب دین

لیکن اے یار تجھ سے کہتا ہون
ملکے گو تجھپہ سب کرین نفرین

داغ ہون انسے اب زمانہ مین
بزم شعرا کے مین جو صدر نشین

یعنی سودا و میر و قایم و درد
نے ہدایت سے تا کلیم و حزین

کیا غرور دو داغ دکیا نخوت
سر نسا کبر ہے جو اون مین نہین

مثل شیراز کہ کتا سبحا اللہ
سمجھے ہر ایک اپنی چین جبین

ننگ جانین جو بزم کا اونکے
بر علی ہو صف نعال نشین

بعد صد منت و سماجت کے
جا دین گر یہ مشاعرے مین کہین

میر مجلس کی تاب و طاقت کیا
کرے تکلیف شعر اونکے تئین

شوق کو انتہا رکش کرکے
اک دو مصرع پڑہین جو آپ کہین

درد کس کسطرح ملاتے ہین   کرکے آواز منحنی و حزین
اور جو احمق اونکے سامع ہین   دمبدم اونکو یون کرے تحسین
جیسے سبحان من یرانی پہ   لڑکے مکتب کے کہتے ہین آمین
کوئی جو پوچھتا ہے عالم مین   فخر کس چیز کا ہے اونکے تئین
شعر و تقطیع اونکے دیوان کی   جمع ہووے تو جیسے نقش نگین
اسمین بھی دیکھیے تو آخر کار   یا تو اردو ہوا ہے یا تضمین
غرض اس خبث کی تئین سنکر   ہوکے بے اختیار بولے وہین
کہا سودا کو ان بزرگون نے   مت گنون اوسکا ہے یہ کب آئین
اور جو ہووے بھی تو لائق ہے   فخر کرنا بجا ہے اوسکے تئین
ہے وہ مداح ایک ایسے کا   مسند جاہ جسکی عرش برین
یعنے نواب آصف الدولہ سدا   جسکی شمشیر و فرق دشمن دین
رفعت جود دست سے جسکے   دامن خلق کا ہے یہ آئین
پنجہ آفتاب سے جس طرح   بہرہ ور ہو ہمیشہ روے زمین
گلشن دہر مین چہار طرف   ایک مفلس جو ڈہونڈہیے تو نہین
غنچہ کی بھی گرہ مین بند کیا   اوسکی بخشش نے مشت زر کے تئین
ہو تنک اے خامہ باریاب حضور   مدح غائب سے کسکو ہو تسکین
اس چمن مین غرض ترا محتاج   ہے تونگر سے لیکے تا مسکین

لالہ ساں گر ہے پیالہ میرے ہاتھ — کف نرگس پہ کاسۂ زرین
دست و پا اپنے گم کرے ہر عدو — یاد کر تیرے تیغ و خنجر و کین
نیند او سکو نہ آوے تا نہ پڑھیں — جائے افسانہ سورۂ یٰسین
غرض اس گفتگو سے اے نواب — نہیں ہے اسپ دخلعت سنگین
کیا کرونگا میں تو سلامت رہ — تیرے دروازہ کا ہوں خاک نشین
خوان نعمت سے تیری مجکو سدا — صبح شیرین ملے ہے شب نمکین
سنگ تجھ آستان کا بعد از بوس — خواب کرنیکو ہے مجھے بالین
اس سوا کچھ نہیں مجھے منظور — ذکر تیرے سے ہو زبان شیرین
ہر زبر دست زیر دست تیرا — رہے جب تک ہے آسمان و زمین
تا قبول دعا ہو سودا کی — تو بھی اپنی زبان سے کہہ آمین

قصیدہ در مدح بسنت علیخان

کل حرص نام شخصے سے تو اپنے مہربان ہو — بولا نصیب تیرے سبب دولت جہان ہو
گو اشرفی روپے کی خواہش ہو تیرے دل میں — ظاہر ترے پہ ہر جا گنجینہ نہان ہو
لعل و گہر کی ہووے تجکو اگر تمنا — مصرف کی تیرے تیرا اشیائے بحر و کان ہو
عمدہ تو اسقدر ہو سرکار بیچ تیرے — مور و ملخ سے زیادہ خیل ملازمان ہو
جاہ و جلال یاں تک دیوے تجھے زمانہ — جب ہو تری سواری صد فیل پر نشان ہو

گر ملک چاہتا ہو تو تخت بیچ تیرے ہندوستان سے لیکر ادھر تا باصفہان ہو

آگے تو کیا کہوں مین دل چاہتا ہے تیرے قبضے مین لے زمین سے تا حد آسمان ہو

سنکر یہ حرف بولا آسودہ اک قدر رتبہ کب اشرفی روپے کی نزد عاقلان ہو

یہ تو بڑے ہین اتنے آفاق مین کہ جنکو کیسہ سے دور کیجے کام اپنا تب روان ہو

لعل و گہر جو پوچھو پتھر ہین اور پانی رتبہ نہ انکو پیش ارباب ہمتان ہو

عمدہ تو وہ کوئی ہے نزدیک فہم جسکے اہل کمال آگے دنیا مین عزوشان ہو

نام نکو سے بہتر دنیا مین کیا نشان ہے وہ بھی کوئی نشان ہے جو فیل پر روان ہو

ملکونکے سرزمین سے حاصل یہی ہے آخر دو مشت خاک جسمین اک مشت استخوان ہو

ارض و سما کا ہونا قبضے کے بیچ اپنے بے دعوی خدائی کیونکہ مجھے گمان ہو

جو کچھ کہا ہے تونے یہ تجکو سب مبارک مین اور میرے سر پہ میر السنت خان ہو

دیکھے ہے جسکے جلوہ پاکیزہ طینتونکی آنکھونکو امن ہووے جنکے تئین امان ہو

جو مرتبہ جہانمین ہے بے نیازیونکا سمجھے ہے وہ کوئی جو اوسکا مزاجدان ہو

یہ وضع لاابالی رکھتا ہے وہ کہ جسکا اشعار مین غزل کے ممکن نہین بیان ہو

بلبل کو گاہ سنکر انعام بوستان ہو پھولونکی بو سے گاہے گلشن مین سرگران ہو

لاکھون دے جسجگہ مین وہ گرگ کو خریدے بکتا ہو یک نگہ کو یوسف تو وان گران ہو

جسقدر دم مرتبہ مین ہو بید ماغی اوسکی پرواز اعتنا کی قدرت کہان کہ وان ہو

رخصت نہ دیکے خاطر یان گوشۂ نگہ کو عالم کا گو کہ اسمین بربادخانمان ہو

گر معدلت پہ آوے وہ گلشن جہان مین ۔۔۔ سر کھودین باغبان کے بلبل کا آشیان ہو

مشت حباب جو سی مرغ ہوا نہ چھوٹے ۔۔۔ شبنم کے دانو نمین سی دانہ کا گر زیان ہو

سُنکر وہ شخص بولا ہم بھی ملینگے اوس سے ۔۔۔ یا سود دل ہوا ہمین یا جان کا زیان ہو

یہ حرف اوسکو منہ سے نکلا تو سُنکے سودا ۔۔۔ کہنے لگا غلط ہے رے یار یہ کہان ہو

گہ دل مین گاہ جبین گہ چشم مین بسی ہے ۔۔۔ ملتا ہو تب معین اوسکا اگر مکان ہو

ہووے کبھی گر معین اوسکا مکان تو کسکو ۔۔۔ وان چھوٹنے کا نادان کسکے تئین گمان ہو

ایسا ہون ایک مین ہی جا کر حضور اوسکو ۔۔۔ مطلع اگر پڑھون دیدل اوسکا شادمان ہو

صحن چمن مین گلگون گر تیری زیر ران ہو ۔۔۔ ہر گل پیادہ ہو کر وان طرقوا کنان ہو

خورشید دست سائل ہو جاوے آسمان پر ۔۔۔ تیری علو ہمت جسوقت زر فشان ہو

لیکن نہ سمجھیو اِس گفتگو سے ہرگز ۔۔۔ منظور مجکو تیری ہمت کا امتحان ہو

کسواسطے کہ مجکو اتنا ہی چاہیے ہے ۔۔۔ جامہ ہو ایک بر مین کھانے کو نیم نان ہو

سو تو زیادہ اس سے تیرا کرم ہے مجھپر ۔۔۔ کفران نعمت اوپر قادر نہ یہ زبان ہو

تا مہر و مہ فلک پر یارب رہے درخشان ۔۔۔ یہ آستان دولت مسجود دو جہان ہو

قصیدہ در مدح بسنت خان

تاثیر گردش آج کواکب کی صبح کو ۔۔۔ کہتے تھے دو جہان کی خوبی کی روبرو

دل چاہتا ہے یون کہ بنایئے ایک باغ ۔۔۔ وہ گل زمین زیر فلک کر کے جستجو

فیض دم مسیح کا جسکے ہوا ہو فخر — آب دسجگہ کا آب خضر کی ہو آبرو

لاوے نہ ادس زمین کی درختو نکی ایک شاخ — غیر از بر امید خلایق ثمر کبھو

ہووے ازل سی تا باید ہر چمن کی بیچ — سرسبز دانکی خاک سی صد تخم آرزو

پاتا فراغ خاطر آسودہ سے ہو گل — جمعیت دلی سے پڑی کو غنچہ ہو بہو

بینائی و مشام کو عیسی کی تقویت — دیوے ہمیشہ دانکی گلستان کا رنگ و بو

بلبل ہو دانکی بلبل آمل سی دد بدر — طوطی کرے ہمیشہ فصیحی سے گفتگو

یون منعکس صفای عمارت مین ہو چمن — جو ایکرو مکان ہو سو معلوم ہو دو رو

ایسا ہو سطح کرسی پہ ادس گھر کی ایک حوض — کوثر ہوا آب شرم سی دان جسکی روبرو

چادر تلے ہو آکے یون سنگ آبشار — جیون بر جبین نقاب تلی جون رخ نکو

جو جی کو ہر چمن کی روان یون ہوو یکا آب — جیون روح دوڑتی ہو رگ جانکی سمت کو

کنکر ہر ایک جو مین جھلکو نسی آب کے — تفاوت یان تلک ہین کہا کھا کی کشت و شو

جلوہ دکھو مین ہی جو رنگ گل کی عکس کا — آوے نظر وہ جیون رگ یاقوت ہو بہو

یون جادہ گر ہو شہر کا سایہ کہ جسطرح — کوئی سیاہ مست پڑا ہو کنار جو

موسم ہے پیا فصل کا دستا بھرا سکے — کیفیت بہار سی نرگس کے غنچہ کو

یون ہو کٹوری ادسمین کی جون منگی ہاتھ — مستی مین چھپٹ کے جا ہر ساغر سبو

پی پی شراب سرخ جوانان سبزہ فام — دابن موسم بہار مین آدین جو سیر کو

باہم گلے مین ڈالکی باہیں برنگ تاک — مستی سی دے چلین بیچ دو اپنے ہر ایک سو

انقصہ سنکے خوبی نے تاثیر سے کہا — جو مدعا ہو باغ سے کر اوسکی گفتگو

بولے کہ مدعا تو یہی ہے کہ تا ابد — اوسمین بسنت خان بہادر ہو اور تو

اس میکدہ مین فیض سے جسکے شکستہ حال — غیر از خمار و توبہ نہ دیکھا کوئی کبھو

مطلب کو اسطرح سے وہ پہونچے ہے خلق کے — تاثیر جون دوا کی پہونچتی ہو دا دکو

کیسے سے گر نکالے تھا حاتم شہر تو کیا — عالم کے دل کی اوس سے نکلتی ہے آرزو

طرہ کی تیری نکہت سنبل مین دیکے بو — پہونچے تھی ہمکو باد شمالی کبھو کبھو

پانی بہت چمن مین پیے اپنی تشنگی — چاہے کہ آب رفتہ ہی آئے بسوے جو

اپنا جنون نہ بادبہاری سے ہو برابر — ہم آتشی مزاج وہ بے پایا تند خو

جس دشت مین ہے اندنون سودا کی بود و باش — دیکھا جو مین تو ہے وہ عجب ایک مقام ہو

اور اوس جگہ وہ یون نظر آیا کہ کیا کہون — نے طاقت شنود ہے نے تاب گفتگو

گذرا ہے سر سے پانون کا اوسکو ہر ایک خار — اور پانون سے گذر گیا اوسکا ہر ایک مو

ہمصحبتان بزم سے اوسکے اگر کوئی — وان جا کے پوچھتا ہے کبھو اوسکے حال کو

مانند شیشہ کے گلگون دہن کو کھول — چاہے کہ کچھ کہے تو لہو کی بہے وہ لہو

احوال تو یہ کچھ ہے جو مینے کیا بیان — اسمین حواس اسکو جو آجاتے ہین کبھو

اڑتا ہے جو کچھ رو تو کہتا ہے اوس سے یہ — جا ہے وہ بسنت خان بہادر کنے جو تو

بعد از سلام شوق یہ کہیو ہمارے دوست — اے بوستان دل کی تمنا کی رنگ و بو

جب سے ترے قدم سے جدا ہو کے رہ گیا — نے دین کی رہی تلاش نہ دنیا کی جستجو

مانند برگ خشک کہ ہو نخل سے جدا — کرتے پھرے ہیں دشت میں نالے ہر ایک سو
اب آرزو یہی ہے کہ آوے جو باد تند — جوں شعلہ آگ اپنی میں دیں زیشت و رو
تقصیر عفو کی ہے ترے یا گناہ کی — انصاف یہ نہیں مجھی مجرم جو سمجھے تو
تیری کرم نے مجکو بہ آموز کر دیا — تھی ورنہ معصیت کی کب اس رو سیہ کو خو
تیرے ہی ذات سے متعلق ہے جرم عفو — آنکھوں میں دلمیں چشم میں ہو جا تو ہی تو
لیکن غلط یہ حرف کیا بندگی میں عرض — کسطرح سے محیط سمندر یہ ہو سبو
مولا یہ تجھ کہوں میں ہوئی مجھسے کیوں خطا — مدت سے دلمیں تھی مرے بخشش کی آرزو
لے دل تو بعد ختم غزل کر حضور رتین — پاکیزگی ہے اوسکی طبیعت کی گفتگو
ابر بہار باغ کو تا دے سرشت و شو — مقبول تجہ مشام کو ہووے نہ گل کی بو
پاکیزہ طینت اسقدر انسان نہ ہووے خلق — دھو دھو کریں خمیر جو آدم کی خاک کو
شرمندہ ہو جہاں میں حور اوسکو رو برو — جلدی میں وہ طبیعت محبوب تند خو
دریا دل اسقدر ہے کہ جگ میں تمام خلق — بحر سخا کی سمجھے ہے تجکو ہی آبرو
اس نظم سے غرض نہیں مدح و ثنا ہمیں — ہے تیرے ذکر خیر کی اپنی زبان کو خو
تا زیر آسمان ہو زمانے میں صبح و شام — اپنی ہے یہ جناب الٰہی سے آرزو
روشن ہو تیرے دوست کا تب چراغ عیش — بدخواہ کی نصیب نہو روز خوش کبھو

قصیدہ در مدح مہربان خان

جب کہی مورد تحسین مین اکثر اشعار
کہا اوستاد نے مجھ سی مرے سنکر اشعار

اے پسر چاہ نصایح مین کرون ہون اونکو
کرکے تحویل ول اپنے تو کہا کر اشعار

ہین جو خاقانی و فردوسی و سعدی مشہور
کیا عجب ہے کہ اونکے جو ہرا ہرا اشعار

اولا یہ کہ مجالس مین زبان دانون کے
تیرے آگے جو پڑھے کوئی سخنور اشعار

سخن ایسا ہو سر زد کہ دل دسکا ہو دو نیم
گو ہو تیغ زبان کا ترے جوہر اشعار

دوسرے یہ جو تو چاہے کہ نہ تجھ سا ہو کوئی
شعر سی میرے کسیکے ہون برتر اشعار

شعر تحسین پہ بھی نادان کو نہ پڑھیو کبہی
پڑھیو دانا کی تو نفرین پہ مکرر اشعار

سو می گر کہے تجھسے کوئی نادان کہ ہین
تیرے دیوان مین دو دانین کی افسر اشعار

شعر اپنے تو نہ پڑھیو جبتلک ہیں اصلاح
ہوئین با نعرض تری اونسی بہی بہتر اشعار

چاہئین بال ترن اون کو نہ سمجھیو فلک
مرغ معنے سی ترے پا دین جو شہپر اشعار

نہین آفاق مین دلکش سخن بے تاثیر
گر اثر ہو تو کرین دل کو مسخر اشعار

حق کی امداد ہی مقبول سخن کا ہونا
یون تو کہتے ہین سبہی بہتر و بدتر اشعار

مہربان خان بہادر ہین کیا خوبی خلق
جسکے ہین بحر معنی کے شناور اشعار

اس کمال انکو پہنچے آگے وہ سخن سنجو نکے
ڈرتے ڈرتے ترے بر بان لائے ہین اکثر اشعار

کس نہ باندان نسی کہون اوسکی ہین تاثیر کلام
عاشقون کی ہین رگ جان کو نشتر اشعار

شیوۂ جور کرے ترک وہ ممکن گر او سکے — سُنے عشاق سے معشوق ستمگر اشعار

قصیدہ شہر آشوب

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جوان ہے — دعوی نکرے یہ کہ مرے منھ مین زبان ہے

مین حضرت سودا کو سنا بولتے یارو — اللہ رے اللہ یہ کیا نظم بیان ہے

اتنا مین کیا عرض کہ فرمائیے حضرت — آرام سے کٹنے کی طرح کوئی بھی یان ہے

سُنکر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہ جا — اس امر مین قاصر تو فرشتونکی زبان ہے

کیا کیا مین بتاؤن کہ زمانہ کی ہے شکل — ہے وجہ معاش اپنی سو جسکا یہ بیان ہے

گھوڑا لے اگر نوکری کرتے ہین کسو کی — تنخواہ کا پھر عالم بالا پہ نشان ہے

گذرے ہے سدا یون علف و دانہ کی خاطر — شمشیر جو گھر مین تو سپر بنئے کے یان ہے

ثابت ہو جو دگلا تو نہین ٹٹو مین کچھ حال — تیر و نہین ہے پر سپہ گیری تو پلے چلا کمان ہے

کہتا ہے نفر غرہ کو صراف سے جا کر — بی بی نے تو کچھ کھایا ہی نہ فاقہ سے بیان ہے

یہ سُنکے دیا کچھ تو ہوئی عید وگرنہ — شوال بھی ہمپر ماہ مبارک رمضان ہے

اس رنج سے جب چڑھ گئے چھتیس مہینے — تنخواہ کا پھر بیٹھنا اس شکل سے یان ہے

لیتے ہین پا مین روپیہ وہ تو دو داہہ — ماشہ ہو تو بس دمڑی کی جنہین تاب و توان ہے

قاضی کی جو مسجد ہے گدھا باندھ کے اودھین — بیٹھا ہوا اس شکل سے ہر پیر و جوان ہے

لا جو اذان دیو تو منھ موڑ کے اوسکا — کہتے ہین کہ خاموش مسلمانی کہان ہے

یہ بھی تو نہیں ہے کہ اسی سے ہو تسلی
اس سب پہ تفنن کے لیے بیسنی نان ہے

اسمیں جو کہیں درد اوٹھا پیٹ میں انکو
پھر بو علی سینا ہے تو وہ حیران ہے

رکھتے ہیں غرض مرگ کے لڑ بھڑ کے سپاہی
گو ذوکی سمجھ یہ طبابت کی کہاں ہے

سوداگری کیجے تو ہے اسمیں یہ مشقت
دکھن میں سبھی وہ جو خرید صفہان ہے

ہر صبح یہ خطرہ ہے کہ طے کیجیے منزل
ہر شام یہ دل وسوسۂ سود و زیان ہے

لیجا جو کسی عمدہ کی سرکار میں دے جنس
یہ درد جو سنیے تو عجب طرفہ بیان ہے

قیمت جو چکاتی ہیں سو اس طرح کہ ثالث
سمجھے ہے فروشندہ یہ دزدی کا گمان ہے

جب اس شخص ہوا مرضی کے موافق
پھر پیسوں کی جاگیر کی عامل پہ نشان ہے

پھر ... لکھا کر ... کرنے جو وقت
کہتا ہے وہ پیسا ابھی مجھ پاس کہاں ہے

ادھر سے پھر آئے تو کہا جنس ہی لیجا
دیوان بیوتات یہ کہتے ہیں گران ہے

آخر کو جو دیکھو تو نہ پیسے ہیں نہ وہ جنس
ہر اک متصدی سے میان اور تہیان ہے

ناچار ہو پھر جمع ہوئے قرض کے آگے
جو بالکل نکلے ہے تو فریاد و فغان ہے

دو بیل کی جا کر جو کہیں کیجیے کھیتی
اور مینہ بھی موافق ہے تو پھر تو تو سمان ہے

ہیں خشکی و تری کے تفکر میں شب و روز
نہ امن ہے و لگے تیغن نے جیکو امان ہے

گر خان و خوانین کی کرے کوئی وکالت
اسکا تو بیان کیا کروں تجھسے کہ عیان ہے

ہر گھر میں وہ جا ہے کہ میں نوارہ سا چھوٹون
ہر کوچہ میں جوں آسیا چکا بود و دوان ہے

دیوان کی بخشی کی بیوتات کے حاضر
مانند کنھیا کے جہان دیکھو تہان ہے

تیسرے یہ ستم ہے کہ نہالی تلے اوسکے | لڑکونکی شرارت سے سدا خار نہان ہے
بھاگے یہ عمل کر جو وہ شیطان کا لشکر | دیوالی کو لے ہاتھ تھا تب مین وان ہے
اب کیجیے انصاف کہ جسکی ہو یہ اوقات | آرام جو چاہی وہ کری وقت کہان ہے
جس روز سی کاتب کا لکھا حال مین تب سے | ہر صفحہ کاغذ پہ قلم اشک فشان ہے
وہ بیت کہ کی سیکڑے لکھنی کو ہے محتاج | خوبی مین خط اب جسکا بہ از خط بتان ہے
یہ بھی مین تکلف ہی سی کہتا ہون وگرنہ | آفاق مین ان چیزونکی اب قدر کہان ہے
احیا ہو جو مانی کا زمانہ مین نئے سر | خطاط کی اوتنی ہی رہی قدر کہان ہے
ہدیہ ہو سوا پانچ ٹکے گدڑی مین آکر | یاقوت پکارے جو بکاؤ قرآن ہے
دمڑی کو کتابت لکھین دھیلے کو قبالہ | بیٹھے ہوئے وان میر علی چوک جہان ہے
چاہی جو کوئی شیخ بنے بہر فراغت | چھٹتی ہی وہ شعرا کی سطون زبان ہے
دیتا ہی دم خر سے کوئی شملے کو نسبت | گنبد سے کوئی پگڑی کو تشبیہ کنان ہے
اور اوسکو جو دیکھی کوئی وہ بہر معیشت | اس فکر و تردد ہی مین ہر ایک مان ہے
پوچھے ہی مریدون سی یہ ہر صبح کو اوٹھکر | ہے آج کدھر عرس کی شب روز کہان ہے
تحقیق ہوا عرس تو کر داڑھی کو کنگھی | لے خیل مریدان گئے وہ بزم جہان ہے
ڈھولک جو لگی بجنے تو وان سب کو ہوا وجد | کوئی کودے کوئی روے کوئی نعرہ زنان ہے
بے تال ہوے شیخ جو ٹک وجد مین آکر | سرگوشیون مین پھر بد اسلوبی کا بیان ہے
گر تال سی ٹپہ تا ہی قدم تو بھی ہنس ہنس | کہتے ہین کوئی حال ہی یہ رقص زنان ہے

اور ماحصل اس رنج و مشقت کا جو پوچھو — ڈالا ہوا دان دال نخود قلیہ نان ہے

سب پیشہ یہ ہے کہ جو کوئی ہو متوکل — جورو تو سمجھتی ہے نکھٹو یہ میان ہے

اور بیٹی کے دلکو ہے خرافت کا تیقن — بیٹے کو جنون ہونیکا باباکے گمان ہے

پھر حو ہم کے جب لڑکے لگے بھوک سے مرنے — ہر خان و خوانین کے ہمراہ دوان ہے

جب روزہ خدا ایسے نکالے کوئی نواب — تب یارونکی سفارش مین ادہر رقعہ خوان ہے

مضمون ہی رقعے کا کہ کچھ دیجیے اسکو — مداح اماموں کا ہے اور مرثیہ خوان ہے

بالفرض اگر آپ ہوئے ہفت ہزاری — یہ شکل بھی مت سمجھیو تو راحت جان ہے

ٹک دیکھنا منصور علیخان جی کا احوال — چھاتی پہ کڑکن بجلی ہے اور شیر دہان ہے

آرام سے کٹنے کا سنا تو نے کچھ احوال — جمعیت خاطر کوئی صورت ہو کہان ہے

دنیا مین تو آسودگی رکھتی ہے فقط نام — عقبیٰ مین یہ کہتا ہے کوئی اسکا نشان ہے

سواد سپہ تیقن کسیکے دلکو نہین ہے — یہ بات بھی گوئندہ ہی کا محض گمان ہے

یان فکر معیشت ہے تو وان دغدغۂ حشر — آسودگی حرفیست نہ یان ہے نہ وہان ہے

در ہجو اسپ

ہے چرخ جب سے ابلق ایام پہ سوار — رکھتا نہین ہے دست عنان کا بیک قرار

جنکے طویلے بیچ کئی دن کی بات ہے — ہرگز عراقی و عربی کا نہ تھا شمار

اب دیکھتا ہون مین کہ زمانہ کے ہاتھ سے — موچی سے کفش پا کو گٹھاتے ہین وہ دوبار

تنہا وہی نہ دہر سے عالم خراب ہے — خستہ سی اکثرون نے اوٹھایا ہے ننگ و عار

ہینگے چنانچہ ایک ہمارے بھی مہربان — پاتے ہیں سزا جو اونکا کوئی نام لے نہار

نوکر ہین سو روپے کے دیانت کی راہ سے — گھوڑا رکھین ہین ایک سو اتنا نزار و خوار

نے دانہ و نہ کاہ نہ تیمار و نہ سئیس — رکھتا ہے جیسے اسپ گلی طفل شیرخوار

ناطاقتی کا اوسکی کہان تک کرون بیان — فاقو نکا اوسکے اب مین کہان تک کرون شمار

مانند نقش نعل زمین سے بجز فنا — ہرگز نہ اوٹھ سکے وہ اگر بیٹھے ایکبار

اس مرتبہ کو بھوک سے پہونچا ہے اوسکا حال — کرتا ہے ایکبار وہ اوسکا جو بازار مین گذار

قصاب پوچھتا ہے مجھے کب کروگے یاد — امیدوار ہم بھی ہین کہتے ہین یون چمار

جسدن سے اس قصائی کو گھوڑے پہ سند ہے خاد — گذرے ہے اس نمط او سے ہر لیل و ہر نہار

ہر رات اخترونکی تین دانہ بوجھکر — دیکھے ہے آسمان کیطرف ہوکے بیقرار

تنکا اگر پڑا کہین دیکھے ہے گھانس کا — چرکی کو آنکھ موند کر دیتا ہے وہ پسار

خط شعاع کو وہ سمجھ دستہ گیاہ — ہردم زمین پہ آپکو پٹکے ہے بار بار

پیدا ہوئی ہے تسپہ اگن باد اسقدر — ہرگز دروغ اسکو تو مت جان زینہار

گذرے ہے وہ جدہر سے کبھو اوسطرف نسیم — باد سموم ہو وے وہین گر کرے گذار

دیکھی ہے جب وہ توبرہ تھان کیطرف — کھووے ہے اپنے سم کنوین تاہین مار مار

ہے اسقدر ضعیف کہ اوڑ جاے باد سے — میخین گر اوسکی تھان کی ہووین نہ استوار

سمجھا نہ جاے یہ کہ وہ ابلق ہے یا سرنگ — خارش سے زبسکہ ہے مجروح بیشمار

یہ حال اسکا دیکھ غرض یون کہی ہی خلق　　جنگل سی موذ یکو تو چھوڑا اوسکو کردگار
لیجا رہین چور یا مرے یا ہو گئین یہ گم　　ان تین بات سی کوئی جلدی ہو آشکار
تہا نہ اسکے غم سے ہی دل تنگ زین کا　　خونگیر کا بھی سینہ جو دیکھا تو ہی فگار
القصہ ایکدن نہ مجھے کچھ کام تھا ضرور　　آیا یہ ذہن مین جائیے گھوڑے پہ ہو سوار
تہے جتنے گہوڑے پاس قضارا وہ آشنا　　مشہور تھا جنہون کی وہ اسپ نابکار
خدمت مین اونکی رہنے کیا جا یہ التماس　　گہوڑا مجھے سواری کو اپنا دو مستعار
فرمایا جب انہون نے کرا تو مہربان من　　ایسے ہزار گہوڑے کرون تم پہ مین نثار
لیکن کسیکے بیٹھنے کے لائق نہین ہے آ　　یہ اتفاقی ہوا اسکو بچا تو گئے انکسار
صورت کا اسکا دیکھنا ہیگا گدھے کو ننگ　　سیرت سے جسکی نسبت ہی سگ خشمگین کو عار
ہے بیر اسقدر کہ جو تبلاے اوسکا مین　　پہلے وہ اسکو ایک بیابان کرے شمار
لیکن مجھے ضرور ہے تو ارتیح یاد ہے　　شیطان سی کسی پہ نکلا تھا جست سی ہو سوار
بانسدا سپ تھا ذ شطرنج اپنے پاؤن　　جز دست غیر کے نہین چلتا ہے زینہار
اکدن گیا تھا آگے یہ گہوڑا برات مین　　دولھا جو بیاہنے کو چلا اوسپہ ہو سوار
سیفر سی جو تھا سیاہ دستے ہوا سفید　　تھا سر سا جو قدہ ہوا شاخ باردار
پہونچا غرض عروس کے گھر تک تو نوجوان　　شیخو خست کے در پہ سی کر اوسطرف گذار

قصیده در تعریف مسجد نو

با عندلیب گلشن ایمان برابرست
گل بانگ مرغ خامه‌ام الله اکبرست

دارم من از لباس حرف صوف در ردا
هر سو که او روان شود اسلام رهبرست

بر صفحه پای خامهٔ من کج نمی فتد
کز رشتهٔ محبت حق تار مسطرست

بین السطور او که بهر صفحه نقش زد
از چاک جیب صبح سعادت منورست

حرف زبان کلک من از کثرت جلا که
نحولیست هر ورق چو بر آئینه جوهرست

هر گه رسد چو شاهد معنی بخاطرم
می بینمش که جامهٔ احرام در برست

چشمم اگر بسبزهٔ خط بتان فتد
بی آهوی حرم بنظر نوک نشترست

بازوی شاهباز خیالم که در هواست
بر مرغ رو بقبله نشین سایه گسترست

از استماع نظم کلامم درین مقام
هر رند جبه در بر و عمامه بر سرست

زاهد چنانست تشنهٔ حرفم بقول کس
چون گوش روزه دار بر الله اکبرست

تا بشنود بمدرسه بانگ و صلوٰة را
شد دیر پی معالجه گر برهمن کراست

خواهان سبحه بسکه بود خلق دانه اش
از در شاهوار بقیمت گران ترست

در فکر بوریاست گدا از پی نماز
مصروف بر عمارت مسجد توانگرست

هر سنگ او ز عکس کواکب بوقت شب
در چشم روزگار ز ترصیع بهترست

یارب چه مسجدیست که گرد حریم او
ارواح اولیای مکمل کبوترست

فرمانروا مسیح بمعمار آن بناست　　دل را نفضای او که چنین روح پرورست

آید صدا ز گنبدش از جنبش نسیم　　بنگر که شان رفعتم از عرش برترست

دل در تعجب ست که گلدسته های او　　هم در بهار و هم بخزان تازه و ترست

وصف کتابه اش چه نویسم که در نظر　　چون سرنوشت صاحب ایمان منورست

حاجت دران حرم بفروغ چراغ نیست　　شب تا سحر تجلی حق شمع منبرست

بر سطح او مقابل محراب حوض نیست　　چشمی پر آب جانب ابروی دلبرست

دیدم چو عکس قبهٔ زرین او در آب　　پنداشتم که مهر بکوثر شناورست

کرسی روز مرتبهٔ انبیا بلندست　　صحنش بوسعت کرم حق برابرست

جاروب صحن شکل خطوط شعاعی ست　　جاروب کش بصورت سلطان خاورست

چاهی باین لطافت و خوبی بکنج اوست　　آبش چنان قریب که بالب برابرست

مردم بگرد او همه وقت از پی وضو　　چون صورت صف مژهٔ دیدهٔ ترست

نقاشی عمارت آن سجده گاه خلق　　در تازگی ز باغ جنان هم فزون ترست

نقاش او که رنگ طرازست چون بهار　　گلشن بهر گلی که ز دیوار تا درست

نوعی کشیده کرده موج نسیم صبح　　بر عارض نگار چو زلف معطرست

بیرون ز حد وصف بود دستکاریش　　هردم بکلک صنعت او صنع دیگرست

از بس دران احاطه صفا را بکار برد　　مطلع بوصف او ز گهر هم صفاترست

یک سمت نقش لاله و یکسو صنوبرست　　از عکس یکدگر بقرائن برابرست

اینجا کسے کہ پیش نماز ست وصف او
در گوش ہوش از ہمہ اوصاف برترست
ہر کس کہ بود منکر قرآن شنید و گفت
لا شک کلام حق بزبان پیمبر ست
گویند عرشیان کہ صدائے موذنش
در گوش ما ز نغمۂ داؤد خوشترست
خوش بلبل ست او کہ سحرگہ ترانہ اش
در باغ دین بمدح خدا و پیمبر ست
خوش لہجہ طوطی ست خطیبش کہ نغمۂ او
بہر ضیافت صلحا چو شیر و شکر ست
واعظ چہ واعظ ست کہ تاثیر حرف او
سد رہ صعوبت فردائے محشر ست
لا ریب ہمچو خانہ بود خانۂ خدا
کانجا گدا و شاہ بیک سجدہ ہمسر ست
سودا اگر کسے بقسم گوید این سخن
در رتبہ آن سگان ز حرم پایہ کمتر ست
شخصے کہ واقف ست ز شان بزرگیش
ادراک از زبان کس این حرف با در ست

قصہ

مرا دل نام پر اوسکے ہے شیدا
کیا ہے جنے حسن و عشق پیدا
وہی ہی آب و رنگ اپنے چمن کا
وہی معنی ہے طوطی کے سخن کا
چمن مین ذکر سرا وسکے ہی تعزیح
گلون کو دانۂ شبنم ہے تسبیح
یہ جلوہ حسن کا ہی گل مین اوس سی
اثر ہے نالۂ بلبل مین اوس سے
دلونکا عاشقون کے محرم راز
ادا و ناز کا خوبان کے دمساز
کہین نور چراغ خانہ ہے وہ
کہین سوز دل پروانہ ہے وہ

کسو کے دل میں پاتا ہوں اوسی درد
کسی سینے میں تاثیر دم سرد

اوسی کا جلوہ حسن زلف مہ رو
اوسی کے نافۂ آہو میں ہے بو

کسی جا گہ میں عیسیٰ کا ہو وہ دم
کسی جا ہو سموم آکر پر از سم

چراغ دیر کعبہ سے نہیں دور
یہ دونوں روشن از یک عالم نور

ہر اک جادہ باندازِ دگر ہے
گہر میں آب پتھر میں شرر ہے

نظر بھر دیکھ گر ہی تجکو فہمید
ہر اک ذرّہ میں چمکے ہے وہ خورشید

غرض وہ کیا کہے اوس سے جدا ہو
نہیں وہ شی جو اوسکے ماسوا ہو

خدایا دے تو اپنے عشق کا درد
عنایت کر دل گرم و دم سرد

محبت کا دے اپنے داغ دلپر
بغیر از شمع ہے تاریک یہ گھر

خم دل میں شراب درد بھر دے
پیالی چشم کی لبریز کر دے

تعشق میں کر اپنے اسقدر غرق
نہ مجھ سی کفر و دین میں ہو سکے فرق

عطا میری تئیں کر یا الٰہی
جنوں کی مملکت کی بادشاہی

کہ ملک عقل کو میں دیکے برباد
کروں جا کوہ اور صحرا کو آباد

رہے روشن مری یوں شمع ہستی
کروں ہر آن جوں پروانہ مستی

مجھے کر عشق کے خنجر سے دمساز
تڑپنے کی حلاوت سے نہ رکھ باز

زبان سے وہ سخن کر دی سرانجام
رہے محشر تلک جس سے مرا نام

بسان شمع یہ دل آب کر دے
گداز تن سے لذت یاب کر دے

چمن مین عشق کے یارب ہمیشہ — یہی میرا رہے تا زیست پیشہ
کرے یون بلبل نالہ دل زار — کہ جون طوطی ہو خون آلودہ منقار
مجھے آتش کی دے یہ طاقت و تاب — کہ ہو جاوے سمندر اشک سے آب
تمنا ہی یہ ہر اک چشم رو وے — کہ سنگ آبشار اب سینہ ہووے
روان رکھ تو مرے خامہ کو دن رات — لکھون تا حمد مین بعد از مناجات
تری حمد اے چمن آرا کہان ہو — اگر جون سرو سر تا پا زبان ہو
ثنا سننے کو تیری گل ہوا گوش — دہن مین سو زبان غنچہ کی خاموش
جہان اس باغ مین آب وان ہے — تو موج اوسکی تری رطب اللسان ہے
ثمر جیسے دیا تین شاخ کے ہات — زبان ہی شکر کی خاطر ہر اک بات
چمن کو دیکھ مرغان خوش آہنگ — کرین ہین وصف تیرا سب بہر رنگ
بھنورے تک یہ تجھ صنعت گری کو — نظر کر نسترن اور جعفری کو
سدا پھر پھر کے ہر اک پھول کی گرد — کیا کرتا ہی تیرے نام کا ورد
ترے بار کرم سی شاخ ہے خم — بھری ہے بلبل بستان ترا دم
چراغ شام کو ہر دم تری بو — نسیم صبح ہے تیری تگ و دو
نہ تنہا خلق کی نسرین و سنبل — بنائی خلقت انسان بہ از گل
بتان کا حسن ہے تیرا ثنا گو — خط پشت لب اونکا اور ابرو
رباعی مدح کی تیری ہو اے پاک — سمجھتا ہے اسے عارف کا ادراک

عطا کی جب سے مشت خاک کو جان — فراوان ہے دم آب و لب نان
ترے احسان بیان کیا ہم سے ہو وین — رہے بیدار تو بندے جو سو وین
رکھے ہی تجھ سے شیخ و برہمن راہ — تری کیا ذات ہے اللہ اللہ
غرض کیا کیا کرم ہم پر ہے تیرا — شفیع حشر پیغمبر ہے تیرا
پہونچ ساقی کہ اب دلکو نہین صبر — تری دوری مجھے اسوقت ہی جبر
لگی ہی کرنے آ کر سوے گلشن — چراغ گل نسیم صبح روشن
گھمڈ آیا ہے ابر از غرب تا شرق — مجھے بے کشتی تو ہرگز نہ کر غرق
تغافل کو نہ اب فرمائیو کام — لپک لیکر بغل مین شیشۂ و جام
تماشا ہی عجب گلشن مین موجود — چراغان صبح سے تا شام بے دود
رکھے ہی سبز زیر نیلگون کاخ — بگر دلالۂ فرمان کی شاخ
جھکا دے منہ مین ساقی شیشۂ مے — مغنی پھونکدے بہر خدا نے
کہ آ پہونچا ہے وقت بادہ نوشی — نہین مطرب یہ ہنگام خموشی
کھٹے ہے دیکھو [illegible] — [illegible] دن خدا کو
یہ مستی کو گھٹا کے ٹک نظر کر — یہ آتی ہے پری دوش ہوا پر
زبس باد بہاری مین نشا ہے — پڑا کیا بے خبر تاک اینڈتا ہے
گل مخمل پہ بیداری ہے نایاب — جہان دیکھو تو ہے آلودۂ خواب
کھلے داؤدی کے غنچہ چمن مین — تو کف لائے ہین مستی سے دہن مین

اوٹھا سکتے نہین سر ہے یہ جس — جھکی ہی جاے ہی کچھ چشم نرگس
جھکا دیتا نہین بار ثمر شاخ — نشے سے جھوم جھوم آتی ہی ہر شاخ
ہو اسے شاخ گل یون جھومتی ہے — کہ اگر وہ لب جو چومتی ہے
بھری ہی بوٹی مستی سے دنرات — چمن مین کیا ثمر کیا شاخ کیا پات
طمع پر پیار گر تیری نظر ہے — تو آمٹھی مین ہر غنچہ کے زر ہے
پیالہ کر از آب آتش آمیز — بسان دیدۂ عشاق لبریز
نہین رکھتا چراغ عیش بنیاد — نظر آتا ہے زیر دامن باد
جو کرتا ہے تلون دہر کا گل — کہان ساغر کدھر شیشہ کجا مل
خدا جانے زمانے کا ہو کیا طور — ہوا ہے آن مین کچھ اور سے اور
قسم ہے تجکو اپنے زلف و رو کی — قسم ہے تجکو گل کی رنگ و بو کی
تجھے اپنے دہان تنگ کی سون — تجھے غنچہ کی آب و رنگ کی سون
تجھے اپنی ملاحت کی قسم ہے — مرے دل کی جراحت کی قسم ہے
تجھے جھوٹی قسم اپنے کی سوگند — [illegible] ستم اپنے کی سوگند
تجھے ہے اپنی بدمستی کی سوگند — تجھے اپنی زبردستی کی سوگند
تجھے شیشہ ڈھلکنے کی قسم ہے — تجھے ساغر چھلکنے کی قسم ہے
تجھے ہر بار کی رنجش کی سوگند — مرے ہر دم کی آمیزش کی سوگند
قسم ہے نالۂ نے کی تجھے یار — قسم ہے نشۂ مے کی تجھے یار

قسم ہے تجھکو میری چشم تر کی ۔ قسم ہے میری آہ بے اثر کی
قسم ہے میری فریاد و فغان کی ۔ قسم ہے عندلیب بوستان کی
تجھے سوگند بسمل کی طپش کی ۔ تجھے سوگند اس دل کی خلش کی

مری الحاح و زاری کی قسم ہے ۔ مری بے اختیاری کی قسم ہے
تجھے ان ساری تعدادکی قسم ہے ۔ پہونچ جلدی کہ فرصت کوئی دم ہے
تغافل کو نہ اب فرمائیے کام ۔ مرا ہے آتش تر خشک ہے کام
مجھے دیوے اگر تو بادہ ناب ۔ کریں مجلس میں تیرا شکر احباب
کروں اس تشنگی میں اوسکو جب نوش ۔ گہر سی پہ ہو سب کا دامن گوش
مجھے گویا کرے ہی نشہ کا اوج ۔ کلید قفل لب پان مے کی ہی موج

شکایت ہے کہ اک عابد با آفاق ۔ عبادت کرنے میں حق کی وہ طاق
خدا کی یاد میں رہتے تھے دن رات ۔ نماز و روزہ میں گذرے تھی اوقات
بجز تسبیح رہتے تھی وہ بے کل ۔ مصلے پر سے اٹھتے تھے نہ اک پل
مریدونکی ہوئیں پر نور رعنیاں ۔ کیا جب اونکی سرمہ خاک نعلین
بلا تشکل و سکا جنت میں ہو ماوا ۔ اوٹھاتے جو انھوں کا آفتابا
غرض کیا کہئے اونکی ذات عالی ۔ نہ رہتی تھی کرامتوں سے خالی
جہاں وہ گاڑ دیتے اپنی مسواک ۔ لگی تھی نا شپاتی سیب و تاک
ہوئے عازم وہ کعبہ کے سفر کے ۔ کہ ہوں تا معتکف خالق کی در کے

ملے اک روز وہ سودا سے ناگاہ
کہا مجکو ہے قصد کعبۃ اللہ

مسلمان ہو جو ہے اوسکو یہ لازم
کہ تا مقدور راہ ادھر کا ہووے عازم

نجات اپنی اگر تجکو نظر ہے
تو آمرزش کا موجب یہ سفر ہے

یہ بہتر ہے کہ چل ہمراہ میرے
جرائم عفو وان سب ہونگے تیرے

کہانتک اے دیوانے زیر افلاک
رہیگا میکدے کی در کی تو خاک

کریگا بادہ خواری بات دنے
رکھیگا مغبچون سے ربط تا کے

موذن کی صدا سُننے سے رکھ ذوق
کہ ہو وہ لحن داؤدی کے مافوق

رکھیگا تو سخن میرا جو منظور
پئے گا جام شربت از کف حور

اگر یہ بات میری تین نہ مانے
کریگا یاد کہتا تھا فلانے

غرض اسکی کہان تک کیجے شرح
کیا ہے ہمسفر سودا کو ہر طرح

نہین یہ بات خالی از کرامات
لیا ایسے کو ہمرہ کرکے دو بات

پھر اوسکے بعد سامان سفر کر
کیا دونون نے ملکر قصد ادھر

یہ فرمایا کہ مرکب پر کرو زین
کہ ہے وقت سفر لیجے رہ دین

جو اسباب سفر ہے کرکے تیار
اوسے ڈالو بہ پشت باربردار

کہا سودا سے ہم تم ہین ہی یاری
کرین مرکب پہ پیش و پس سواری

وہ بولا یون سواری کا مری فکر
نہ کیجے آپ حضرت اسکا کیا ذکر

چلا کو پانون مین بہر زیارت
حرم کو سر سے چلنا ہے سعادت

بہت فرما رہے اوسکو بتکرار — نمانا اون نے جب تب ہوکے ناچار

سوار اپنے ہوئے مرکب پہ یہ جب — مرید اونکی ہوئے گرد آن کے سب

اوٹھا ہر اک کے عہدے کو ہوئے ساتھ — عصا کوئی کوئی لے مورچھل ہاتھ

کوئی لے پیکدان اور کوئی رومال — کوئی حضرت کے آگے کوئی دنبال

مصلا کوئی سر پر رکھ کے اوسدم — چلا صلوات پڑھتا شاد و خرم

بوضع خویش اوس مجمع کے اندر — برہنہ پا و سر ہودا قلندر

غرض دو چار کین تھین منزلین طے — کہ شیطان نے کئے قزاق در پے

رہی جب پانچوین منزل کئی کوس — وہ پہونچے کرنے حضرت کا قدمبوس

نصیبونکا مین آگے کیا کہون پھیر — مریدونکے سمیت اونکو لیا گھیر

کیا غارت اونھین ایسا ہی اکبار — نہ چھوڑا ایک کی تسبیح کا تار

تھی اونکی یا تو وہ کچھ عظم اور شان — رہی یا ایک پیراہن کو حیران

کرون کیا آگے اب غارت کی تصریح — نہ تھی جز دانہ ہائے اشک تسبیح

پیادہ کسطرح یہ کیا [illegible] — [illegible] آگے گیا پاس [illegible] آہ

نظر کر بعد غارت راہ کا رنج — لگے کہنے دل اپنے مین شش و پنج

نہ زاد راہ پاس انکے نہ مرکب — اب انسے عزم کعبے کا بندھے کب

توکل پر چلین کعبے یہ کیا ذکر — انھین اسباب کی اپنی پڑی فکر

کبھو عمامہ کے جانیکا مذکور — کبھو تھا نکہ پیراہن سے دل چور

سلیمانی کی گہ یاد آتی تسبیح — ہوئی جاتی تھی جسکے غم سے تشریح
کبھو کہتے مصلا تھا چکن کا — کہ جسپر تھا چکن کار دکن کا
کبھو کہتے کہ یارو کیا عصا تھا — بڑے حضرت کی میری ہاتھ کا تھا
کہا کیا پٹکا تھا میری کمر کا — سفر در پیش آیا یہ کدھر کا
عقیق سرخ کا جو ناسدان تھا — اگر بکتا تو قیمت مین گران تھا
کبھو کہتے تھے ہو مغموم از حد — نجانین کونسی تھی ساعت بد
کہ میرے پاس جو کچھ تھا سو کھویا — اور اپنے ساتھ یارون کو ڈبویا
لٹے جب اسطرح اسباب سارا — تو ہوا ایسے سفر کا کیونکہ یارا
مریدونکی نہ تھی یہ سنکے زنہار — جز آمنا و صدقنا کی گفتار
کیا اس غم نے انکو بسکہ دلریش — کہا سودا سے اے یارو فا کیش
تری اب اس امر مین کیا ہی تدبیر — ہمین آتی نظر کچھ اور تقدیر
ارادہ تھا کہ وان جا کر رہین ہم — نچاہی گر خدا تو کیا کرین ہم
جواب انکو دیا سودا نے سنکر — جو فرماتے ہو تم ہو ویگا بہتر
پر اب اس حال سی گھر کیونکہ جاؤن — بھلا وان جا کے منہ کسکو دکھاؤن
چلوگے گھر کو تم اپنے کس اسلوب — ہے ایسے قصد او دھر کا کہین خوب
کہا حضرت نے سنکر تم ہو گمراہ — نہین مسئلے مسائل سے کچھ آگاہ
حرم کا فرض ہے مقدور پر طوف — گیا یان مال آگے جان کا خوف

مرید از بس تھے گھر چلنے کے مائل — کہا سودا سے باہم ہو کے یکدل
سخن حضرت ہمارے کا ہے معقول — ہمیں سر رنج اونھونکا ہوگا مقبول
کہا سودا نے سنکر تم ہو مختار — سخن میرا نہ خاطر پہ کرو بار
غرض جب بات پھرنے کی یہ ٹھہری — نماز ظہر پڑھ وقت سپہری
ہوئے تھے صبح جس منزل سے راہی — پھر آئے شام واں ہو کر تباہی
گئی کچھ شب تو فرمایا کہ احباب — میسر تو نہووے گا خور و خواب

حکایت

حلب میں تھا پسر اک شیشہ گر کا — نہایت لاڈلا مادر پدر کا
پدر کا وہ دل و جان و جگر تھا — پدر عاشق وہ معشوق پدر تھا
بنایا حق نے سب سے دور اوسکو — پری پہونچے نہ ہرگز حور اوسکو
غرض حسن و وجاہت میں تھا مشہور — دل و سیر خلق کا جوں شیشہ تھا چور
پدر سے سیکھتا تھا شیشہ سازی — نہ تھا کچھ کام اوسے با عشق بازی
قضا کا کیا کہوں آگے ہیں نیرنگ — کہ مارا اوسے ناگہ عشق نے چنگ
ہوا مائل وہ اک زرگر پسر پہ — دیا آئینۂ دل اک نظر پہ
بہار اوسکی خزاں کرنے لگی زرد — نسیم آسا لگا بھرنے دم سرد
کبھو آنکھوں میں اپنے اشک بھر لائے — کبھو ہنسکر وہ آپی آپ رہجاے

رہے وہ صبح سے تا شام بیخواب
کہ جیسے چودہوین شب کا ہی مہتاب

نگہ کرتا تھا حیرت سے بہر سو
حباب آنکھین تھین گویا بر لب جو

نکرتی تھی ادسے تفتیش کچھ سود
ہوئی یان تک یہ حالت اوسکی افزود

کہ یک شب پھاڑ کر اپنا گریبان
برنگ گل وہ گلرو تا بدامان

چلا اسطرح گھر سے بے سروپا
کہ جاتا ہون کدھر جا کر کرون کیا

وے وہ شب تھی ایسی تیرہ و تار
کہ ہو روز سیہ کو جس سے زنہار

بیان کیا کیجیے اوس رات کا طول
فلک گویا سحر کرنا گیا بھول

کٹی جب اسطرح سے وہ شب تار
ہوئی عالم مین صبح اوس دم نمودار

پدر بالین تک اوسکے جو آیا
تو بستر خالی اوسکا اوس سے پایا

پھرا گھر گھر مین وہ حیران خاموش
گرا بستر پہ اوسکے ہو کے بیہوش

ہوئی اوس حال سے مادر جو آگاہ
کہا بھر کر دل ناشاد سے آہ

گھر آ جان دل محزون مادر
نکر قتل پدر و خون مادر

جو ہمسایہ تھے اوسکے ہمدم و یار
ہوئے اس ماجرے سے سب خبردار

کہا ڈیوڑھی پہ یون ہر ایک نے آ
کہ مادر جزع سے اب فائدہ کیا

خدا کے واسطے ٹک دلکو دے صبر
جدائی اوس کی ہے پر بھی تو ہی جبر

کریگا جستجو ہم مین سے ہر یک
لے آوینگے اوسی ہر طرح تجھ تک

اسی ہی گفتگو مین تھے وہ باہم
کہ آ کر ہوش مین با چشم پرنم

پدر اوسکا لگا کہنے کہ یا رو — مجھے بھی ساتھ تم بہر خدا لو

لگے کو چون مین کرنے گشت ہرسو — پھرے ہی جسطرح آ ب چکا ہو

کہ ناگہ اک نسیم آئی اودھر سے — جہان بیٹھا تھا وہ آوارہ گھر سے

گئی یوسف کی جب یعقوب تک بو — پدر نے ڈھونڈھکر پایا پسر کو

جب اس صورت سے پایا وان یہ ہوش — پدر تو دیکھتے ہی کر گیا غش

اوسے سمجھا رہے تھے ملکے سب یار — کہ اپنی باپ اوسکا ہوکے ہشیار

لگا کہنے کہ سن لے اے مری جان — مین تیرے روم روم اوپر سے قربان

کہیگا تو جو کچھ وہی کرون گا — رضا مین تیری جیونگا مرون گا

پر اب بہر خدا چل گھر کو یان سے — مجھے بیزار مت کر میری جان سے

وے جس روز سے وہ گھر مین آیا — کسو نے خوش اوسے اکدم نہ پایا

جب آیا تنگ وہ گھبرا کے اک روز — چلا وہ گھر سے بھرتا آہ جانسوز

گذر اوسکا کبھو جنگل کبھو شہر — دل اوسکے آ گئی جسطرح کی لہر

جو دیکھی والدین اوسکے نے یہ شکل — حرام اونپر ہوا کیا شرب کیا اکل

تھکے جب سو طرح کی کرکے تدبیر — کیا ناچار اوس وحشی کو زنجیر

پہر اوسکو تھا نہ کچھ زنجیر سے غم — بیاد دوست اپنے شاد و خورم

جب اون نے یہ بلا سر اپنے پر لی — دل زرگر پسر مین تب جگہ کی

کرشمہ تھا یہ الفت کے اثر کا — کہ دل پگھلا دیا زرگر پسر کا

اسی حالت مین یہ اکدن گیا سو | بخواب آیا نظر وہ آئینہ رو
کہ یون کہتا ہے وہ اوس سے بصد درد | دل گرم اپنے سے بھر کر دم سرد
وہی اے دوست میرا مدعا ہو | مرے حق مین جو کچھ تری رضا ہو
مرے زنجیر پا مین جو کڑی ہے | محبت ہی نے تیری یہ گھڑی ہے
جو ہین چونکا غرض وہ دیکھکر خواب | چلا گھر سے نکل ہو سخت بیتاب
اوسے وان جذب کامل کھینچ لایا | چلا خس کہربا کے ساتھ آیا
سنی زنجیر کی جب ان نے آواز | کھلا ہے دیدہ اوسکے پردہ راز
لگا کہنے کہ میری جان عاشق | مین سرتاپا ترے قربان عاشق
اب اوٹھکر یان سحر تو چل گھر کو میرے | کرون شانہ مین بالون بیچ تیرے
بجالاؤن ترا سب طرح فرمان | ترے جاؤن سدا قربان قربان
یہ باتین دوست کی جسدم پڑین گوش | تو بولا ہوش مین آکر وہ مدہوش
ترا گھر اس سوا ہے کونسا گھر | ترے گھر سے ہون مین کس آن باہر
جہان بیٹھا ہون مین سو گھر ہی تیرا | یہ ہر حلقہ قدم مین در ہے تیرا
مرے سرتا قدم تو مو بمو ہے | مین آپ ہی کو سمجھتا ہون کہ تو ہے
دیا حق نے جو کام اونکا سرانجام | اور آپس کے سخن پہونچے باتمام
لے باہم گلے بعد اوسکے رو کر | بہے دو بحر آتش ایک ہوکر
رہا از بسکہ عشق اوسکے مین محکم | ہوئے اک روح دو قالب وہ باہم

جو کوئی آپ کو اسطرح کھودے — خدا کا وہ خدا تب اوسکا ہووے
ہوا زر گر پسر جون اوسین موجود — محبت یون ہو تو ہو عید معبود
محبت حق کی جسمین یون در آئی — کرے ہر بندگی مین یون خدائی
جو حق کے عشق مین ثابت قدم ہو — مکان دیر بھی اوسکو حرم ہو
جو آگے اوسکے ہو دیوار یا در — نہ سمجھے حق سے خالی ہے یہ اب گھر
خدا کب عشق کو ایسے کے مانے — جو اوسکو ہر جگہ حاضر نہ جانے

خط

خانصاحب مشفق والا نشان — مظہر لطف و انیس و مہربان
بعد اظہار تمنا کے دلی — در جواب نامہ لکھتا ہون جلی
بر سر تحریر خط ہے دل یہ اب — ہو بموجب رقم احوال سب
آپ کا پڑھکر خط بہجت نمط — کچھ ہوئی تسکین نہ اس دلکو فقط
شکل نرگس ہے یہ چشم انتظار — رہ گئی وا دیکھکر بے اختیار
ہے خیال اس دلمین یا تماشا آپکا — ابتدا کو ہو نہ جسکا انتہا
کیا لکھون بیتابی درد فراق — دیکھنے کا ہی تمہارے اشتیاق
تاب دوری کی نہین ہے دلکو تاب — یون جلون ہون دن کو جیسے آفتاب
آپسے صاحب نہین کچھ دور رہین — گردش افلاک سے مجبور رہین

شمع سان سررشتۂ الفت تمام — سب یہ روشن ہے کہ ہم تیسے مدام

کچھ نہ پوچھو ماہی بے آب ہون — تشنۂ دیدار ہون بیخواب ہون

تم بن اب با چشم نظارہ کنان — روز و شب حیران ہون آئینہ سان

یاد مین شب کو بیاض صبح کی — واشد سر پنجۂ تقدیر ہون

رو کے کہتی ہے قلم اب مجکو تھام — ختم کرتا ہے یہ لکھکر والسلام

خط

پہلے پہونچے مری طرف سے سلام — کہ یہی ہے طریقۂ اسلام

پھر جو ہے اشتیاق ملنے کا — وہ قلم کی زبان سے کب ہو ادا

رسم دنیا مین ہے یہ مدت سے — کہ جہان واسطے ہے الفت کے

دل کو دلکی خبر پہونچتی ہے — چھپ سکے کیونکہ دوستی سی شے

لیکن اب دلکی بیقراری ہے — وصل کے دن کی انتظاری ہے

اب قدم رنجہ کیجئے جلدی — کہ نہین تاب صبر کی باقی

حد سے افزون ہے اشتیاق مجھے — نہین اب طاقت فراق مجھے

درہجو کوتوال

کیا ہو یارو وہ نسق پیہات ... لیمون کے چور کا کٹے تھا ہاتھ
باندھا جاوے تھا چور پگڑی کا ... مارا جاوے تھا چور رگگڑی کا
شہر مین کیا رہی تھا امن وامان ... کیسی کرتی تھی خلق خوش گذران
تھا نہ رشوت سے کوتوال کو کام ... شہر مین تھا نہ چور ٹٹے کا نام
اب جہان دیکھو وان بھگا ہی ... چور ہی ٹھگ ہے اور اچکا ہے
کس طرح شہر کا نہو یہ حال ... شیدی فولاد اب جو ہے کتوال
چور کب اوسکا نہ در مانے ہے ... کالا بال اپنا اوسکو جانے ہے
اُسنے رشوت لیے یہ بیٹھا ہے ... اُسکے دل مین یہ چور بیٹھا ہے
اپنے دروازی آگے رکھ نٹ کھٹ ... کیے ہین اُن نے گھر کے گھر چوپٹ
شام سے صبح تک یہی ہی شور ... دوڑیو گٹھری لیچلا ہے چور
صبح شبنم جو گل پہ ہوتی ہی ... بقچہ کو غنچہ کے وہ روتی ہے
چور دروازے پر یہ بنکا ہے ... ہوگی کب تک بجا خبرداری
بے خطر ڈر سے اب کوئی نہ رہا ... اہل میخانہ مین بھی ہے ہوہا
خلق جب دیکھکر کے یہ بیدرد ... کرتے ہین کوتوال سے فریاد
بولے ہی وہ کہ مین بھی ہون ناچار ... گرم ہے چوٹٹون کا اب بازار

موسم گرما

کیون ہوا اسقدر ہی عالم سوز — آتشی رنگ یہ ہوا نوروز
گرم ہے یہ بہار کا موسم — شاخ گل پھلجھڑی سے نہین کم
مرغ آبی چمن مین اب جو ہے — منہ کھلا ہی رکھے ہی جون بط مے
طوطی کی اگر سننے کوئی آواز — نوحے گویا پڑھے ہے سوز و گداز
طائرون تک ہی یہ ہوا کا اثر — پر قمری ہے مشت خاکستر
جوش ہے یہ بہار مین اس سال — لب جو پر ہے عکس کا تبخال
ہے عرق اس سے بھی گلون کے تئین — گرچہ پنکھا نسیم چھوڑتی نہین
گرم گل کا نہین فقط گل گوت — ہے جلو مین صبا کے سیکڑون لون
رنگ گل اسطرح درخشان ہے — ہر خیابان اک چراغان ہے
ہے حرارت گلون کو اب یان تک — نہین شبنم یہ نکلی ہے چیچک
پانی کو بلبلین پھرین بھٹکی — طفل غنچون کو لگ گئی چٹکی
شاخ ہر گل کی ہو گئی گلریز — جل گیا آہ سبزۂ نوخیز
یہ نہ لالہ کی پانی جھڑتی ہے — آگ جامے سے نکلی پڑتی ہے
گیا تالاب مین ہر ایک کنول — کنول کاغذی کی طرح سے جل
بوند کو دل صدف کا ترسے ہی — ابر نیسان سے آگ برسے ہے

ہے پسینے سے مینھ رونکا یہ حال / باد گویا ہے آب در غربال

ہووے جس سال یہ بہار کا رنگ / آ گرے گرمی کے کیا کہوں میں ڈھنگ

شفق آفتاب شام و سحر / آگ دے ہے تنور ہوا تکو یکسر

پنکھے سے تو تسلی اب معلوم / دم عیسیٰ بھی ہو تو ہووے سموم

پی کے تبرید یوں کہے رنجور / شمع کو نفع کیا کرے کافور

سایہ کی تیرگی پہ کر تو نگاہ / قرب سے دھوپ کے ہو رہی سیاہ

مہر سے اندنوں میں آ کے بجان / گل خورشید تک ہے رو گردان

سو سمندر کا صرف کرکے جو آب / صحن یک خانہ کیجئے چھڑکاب

کیا عجب ہے نہ ہووے اتنا نم / خاک رہ جاوے اڑنے سے یکدم

خلق کا تشنگی سے ہے یہ حال / طفل کو مشک و جوان کو پکھال

تو بھی نیت اوکھو نکی بھرتی نہیں / پیاسے مرتے ہیں پیاس مرتی نہیں

شکل نرگس ہی سب کو حیرانی / نرخرے تک بھرا ہو گو پانی

یہی سوچے ہے دل میں تشنۂ آب / بحر کو منھ لگا دے مثل حباب

رنگ یاقوت کا زبانی ہے / آب آتش کی زندگانی ہے

بسکہ گرمی کی آن مانی ہے / شرم سے آگ پانی پانی ہے

گرمی پڑتی ہے یا خدا کا قہر / کیا کہوں تجھ سے میں کہ شہر بشہر

چیلیں کیا انڈے چھوڑ بھاگی ہیں / پر فرشتوں کے جلنے لاگی ہیں

غرض ایسی ہے دہوپ پڑتی سخت — جن وانسان ووحش وطیر ودرخت
ہاتھ اوٹھا کر کہین ہین مثل چنار — وقنا ربنا عذاب النار
غیرتہ خانہ جاے امن نہین — اب کچھ آرام ہے تو زیر زمین

موسم سرما

سردی ابکی برس ہے اتنی شدید — صبح نکلے ہے کانپتا خورشید
چرخ کی اطلسی قبا پہ ہمیش — نہین یہ کہکشان ہے داغ کیش
جلتا عالم تھا کاشمیر ہوا — بلکہ کہئے کہ زمہریر ہوا
اندنون چرخ پر نہین ہے مہر — گودین کانگڑی رکھے ہی سپہر
کہرہ پڑنیکو کہتے ہین سب یار — ٹھنڈے سے ہی جہانکے دل مین غبار
لیک دیکھا جو غور کرکے مین آپ — نکلے ہی منھ سے آسمان کے بھاپ
پانی پر جس جگہ کہ کائی ہے — سبز وہ شال کی رضائی ہے
جیسے جاڑے سے پڑگیا پالا — سرد ہے داغ عشق جون لالا
اکڑے جاتے ہین دیکھ سنبل کو — گٹھری ہو جائے گل کی غنچہ مین بو
دیکھ گل پہ صبا! نسیب برد — پھرتی پھرتی ہی ہر طرف دم سرد
گر پڑے برگ تاک جھڑکے تمام — بلبلین مر رہین اکڑکے تمام
صرصر صبح جان کھولتی ہے — تیر سی دل کے پار ہوتی ہے

آگ بھی ٹھنڈ سے ٹھٹھرتی ہے ۔ کودوں کے بیچ چھپتی پھرتی ہے
دین ہین برباد ٹھنڈ سے یکدست ۔ جو کوئی ہے سو آفتاب پرست
کفر کی مے سے مست ہے جو ہے ۔ غرض آتش پرست ہے جو ہے
گر کسی مہوش کو دیکھے ہے ۔ شیخ بھی اپنی آنکھیں سینکے ہے
ہے گرفتار حال ہے جو شخص ۔ نہیں مل سکتے گرم ہو دو شخص
کوئی اب جا سے ہل نہیں سکتا ۔ گھر سے باہر نکل نہیں سکتا
پھر جو کوئی ندا ان نکلے ہے ۔ ٹھنڈ کے مارے جان نکلے ہے
اہل حرفہ کو کیجئے جو نگاہ ۔ کاروبار انکا ہو گیا ہے تباہ
پیٹ کے سر کیسے ہے بھٹیارا ۔ ہاے اب کیا کروں میں بیچارا
غرض ایسی ہی کچھ پڑی ہے ٹھنڈ ۔ مٹ گیا زمہریر کا بھی گھمنڈ
سودا آخر ہے سردی کا مذکور ۔ شعر بھی گر خنک ہوں رکھو معذور
آگے جاتا نہیں ہے اب بولا ۔ ہو گئی ہے زبان بھی ادلا

در ہجو [illegible]

سنئے عجیب و غریب [illegible] ۔ [illegible] آشنا اپنا
کہئے اس کے تئیں قسم کھا کر ۔ [illegible] پیغمبر
نہیں دین ہی کا اسکے اصول ۔ اور دنیا کے تئیں [illegible] میں [illegible]

شاہ قانع اگر دلی ہو فقیر — اسکو مانے کبھو نہ یہ بے پیر

دہر نے یہ بڑی حماقت کی — اپنے گھر اسکی لا ضیافت کی

لاکر ایسا ہی ایک دسترخوان — طول و عرض اوسکا کیا کرون بیان

شرق سے تا بغرب بچھوایا — اوسپہ تنہا اسیکو بٹھلایا

اوسپہ نعمات حق جہانتک تھے — یان سی آگئے وہ اسکے وان تک تھے

اسمین کچھ اوس سے ہوگئی ان بن — اسکو اٹھوا دیا پکڑکر گردن

ہاتھ بھی یہ نہ ڈالنے پایا — چاٹتا ہونٹھ اپنے گھر آیا

پھر گیا اوس سے تو زمانہ شوم — کھانے کا پکنا اسکے گھر معلوم

گھر مین اب جسکے دیگچہ کھڑکے — دربدر اوسکے یہ بیٹھے یون اڑکے

گور سے پھر جو رستم اوٹھکر آئے — میت اسکی اوٹھاے یا نہ اوٹھائے

ہر کسی بنیے کی دکان پہ جا — اپنی باتون مین اوسکو لے ہی لگا

کام ہر دم یہ اپنا کر لیوے — کلے بندر کیطرح بھر لیوے

جو اسے میہمان بلاوے ہے — آفت اپنے وہ گھر پہ لا دے ہے

کھانا آئے تو اسطرح ٹوٹے — جیسے کوئی کسیکا گھر لوٹے

مارے لقمے تو اسطرح بد ذات — جیسے جھاڑے کوئی پٹے کے ہات

جاوے بازار کو اگر وہ لئیم — خلق سمجھے کہ پہونچی فوج غنیم

نان پز بنیے کنجڑے حلوائی — کہیں آفت کدھر سے یہ آئی

در ہجو

ٹک میان فوقی کے گھر تک ای صبا
کہہ سلام شوق تو جا کر مرا

بعد ازان کہیو کہ اتنا بھی غرور
شاعری کے فن مین کرنا کیا ضرور

پاس اس عاجز کے بھی ہر آن ہے
دیکھ لو یہ گو ہے یہ میدان ہے

کیا قصیدہ کیا غزل کیا قطعہ بند
جو ردیف و قافیہ کیجے پسند

آپ کہہ کر مجکو بھی فرمائیے
جسکو جی چاہے اوسے دکھلائیے

گھر مین شیخی کرنی کچھ لگتی ہے مول
کلھیا مین گڑ پھوڑنیسے کیا حصول

گر دروغ اسمین کہا ہو مہربان
کاٹیے تیغ قلم سے یہ زبان

اب تلک حاضر ہے وہ جنگی غزل
مبتذل بے معنے بے ڈھنگی غزل

شعر کہنے کا یہی ہوتا ہے ڈھنگ
شعر کو بدنام مت کرائے دبنگ

حکایت

سلف کے زمانے کا تاریخ دان
یہ لکھتا ہے احوال دار رفتگان

کہ ملک عجم کا تھا اک بادشاہ
خداوند دیہیم و تخت و کلاہ

قضا کار وہ والی نامدار
ہوا درد قولنج سے بیقرار

طلب کی اطبا کی تجویز سے
طبیعت کی تسکین ہر چیز سے

پر اوسکو ہوتا تھا کچھ سود مند   ہر اک لحظہ تھا درد اوسکا دوچند
دوا سے نہ دیکھی جو شہ نے فلاح   کی ارکان دولت سے اپنے صلاح
کہ دست دعا کیجیے گر طلب   بہ نسبت دوا کے مناسب ہے اب
گئے ملکے سب اک قلندر کے پاس   کیا واقعہ اوس سے سب التماس
کہا دست دعوت کروں مین دراز   اگر بادشاہت کرے وہ نیاز
سُنا شاہ نے جب گدا کا سوال   یہ کچھ کر کے دل بیچ اپنے خیال
جب جان ہی ہاتھ سے جائیگی   تو کس کام پھر سلطنت آئیگی
غرض لکھ کے اقرار اک فرد پر   دیا بھیج اوس مرد کامل کے گھر
رکھا اوسکا اور کرکے اون نے وضو   دعا انکے حق مین کی ہو قبلہ رو
نہ گذرا تھا اس بات کو ایکدم   جو زائل ہوا رنج و درد شکم
بہر حال تب شہ نے پائی شفا   کہا کر لے وعدے کو اپنے وفا
کہا مرد درویش نے اے عزیز   اسے چاہیے شخص پر بے تمیز
یہ دنیا جہان جاے یکچند ہے   عبث دل ترا اسکا بند ہے
ہے درپیش اک عمدہ تجکو سفر   رکھ احوال تک وان کا مدنظر
کہ یان تو جو کچھ پیش آجائیگی   بہر حال دو دن مین کٹ جائیگی
اگر ہے گدا یان وگر بادشاہ   ہے دو دن کا زیر زمین خوابگاہ
مسلم ہوا جبکہ ہونا ہلاک   چہ بر تخت مردن چہ بر روے خاک

دنیا کی طلب مین دین کھو کر بیٹھے — ہو کر گمراہ
کرنا ہی نہ تھا جو کام سو کر بیٹھے — ای عقل تباہ
ہے عارضی خانہ جسم خاکی سودا — بے شبہہ و شک
سو مالک ہی اسنے آپ ہو کر بیٹھے — سبحان اللہ

بوقت صبح مری بلبل طبیعت سے — ہر ایک مرغ چمن آن کر لگا کہنے
تری ہی جنس کا گلشن مین ایک طائر او — ترے ترانہ کو نوع دگر لگا کہنے
کہا یہ مینے تری دوستی سے اوسکی تئین — یہ کسکے حق مین نوای بخیر لگا کہنے
جو گلستان جہان مین ہر آسمان پرواز — تو اسکے حق مین یہ بال و پر لگا کہنے
دیا جواب جو مینے بھی بد کہا تو کہا — اب اسکا نالہ جہان بے اثر لگا کہنے
مین اوسے نالہ او بدگا [illegible] کہتا ہوا — ہر ایک بلاد کو شام و سحر لگا کہنے
کہا یہ سنکے مری بلبل طبیعت نے — برا مجھے اگر وہ سر بسر لگا کہنے
[illegible] عقل — بھلا برا وہ مرے حق مین گر لگا کہنے
یہ مجکو خوب ہی ہے [illegible] میری [illegible] ترانہ کو — بچشم فہم اگر کر نظر لگا کہنے
دگر [illegible] اوسے [illegible] ترانہ سنجی [illegible] — ترانہ سنج اسے بد بیشتر لگا کہنے
اگر گہر کو کسی کے خزف کسی نے کہا — تو عالم اسکے تئین بدگہر لگا کہنے
[illegible] خزف [illegible] گہر [illegible] کیا کام — خزف کو اپنے جو کوئی گہر لگا کہنے
[illegible] بے ہنری [illegible] — اسے سوا اہل ہنر بے ہنر لگا کہنے

پھینک کر سر سے تاج شاہی کو — گر پڑا وہ جھکے اُسکے قدموں پر
چھوڑ کر بادشاہت دنیا — باندھی عقبیٰ کی سلطنت پہ کمر

قطعہ

باغ دلّی میں جو اک روز ہوا میرا گذار — نہ وہ گل ہی نظر آیا نہ وہ گلشن نہ بہار
نخل پُربار تھے سوکھے پڑے ہیں وہ شین — خاک اُڑتی ہے ہر اک طرف پڑے ہیں خس خار
مسکراتا تھا جہاں غنچہ وہ گل ہنستا تھا — اشک شبنم کی بھی قطرہ کا نہیں واں آثار
جس جگہ جلوہ نما رہتے تھے سرو و شمشاد — مشت پر قمری کی اُس جا نظر آئے انبار
دیکھتا کیا ہوں مگر سوکھی سی اک شاخ او پہ — عندلیب ایک ہے بے بال و پر و دل افگار
بدم مرگ بصد حسرت و صد سوز جگر — دیکھ کر سوئے چمن کہتی ہے با نالہ و زار
حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد — روئے گل سیر نہ دیدیم و بہار آخر شد

قطعہ

نوید زینہ فلک یوں ہوئی ہے شہرۂ عالم — ہلال عید ہوا اور گیا یہ ماہ صیام
دُہل بجا کے منادی کا دی اُنھوں کو خبر — جہان بیچ میں مشہور ہے جنھوں کا نام
نشاط و جشن و طرب خرمی امن امان — خوشی و خوشدلی عیش و عشرت آرام
وہ آج عید پہ حاضر ہے تہنیت کے لیے — اُس آستانہ پہ کہ ہے گا وہ سجدہ گاہ انام

وہ بارگاہ ہے ایسے جناب کی جسکا — کہا ہے آپکو نہ پشت سے سپہر غلام

عزیز دولت دین بادشاہ عالمگیر — ضعیف کفر ہوا جس سے اور قوی اسلام

رہی وہ خسرو ہندوستان کہ ہیں جسکے — بلند مرتبہ سلاطین عصر سے خدام

جہان پناہ پس از عرض تہنیت سودا — یہ چاہتا ہی دعائیہ پر ہو ختم کلام

اس آستان فلک مرتبت پہ تا با بد — رہی کنیز شب قدر روز عید غلام

قطعہ

یہ روز عید ہی آفاق میں ہی رسم قدیم — ہلالی چاہیے مولا کو نذر دین زر و سیم

بقدر رتبہ کے حاضر ہوئے ہیں لیکر نذر — جو تیرے دامن دولت کے سایہ میں ہیں مقیم

کوئی توسل لایا ہی اور کوئی یاقوت — سخن وہ نذر کیا میں کہ بہ ز دُرِ یتیم

گر اس جناب معلی میں پاوے عز قبول — نہ ہے سعادت طالع مرو کو نہی تکریم

اگرچہ کیا ہوں میں اور کیا ہی میری نذر بجا — یہ بات سمجھے ہی وہ شخص جو کوئی ہی فہیم

نشاط خوشدلی و عیش تجکو لیکر نذر — ہلال عید نے تو ختم کیا ہے تسلیم

دعا کرے ہے یہ سودا کہ منشی تقدیر — کرے شمار قلمرو میں تیری ہفت اقلیم

کرور عید کی دے خلق تہنیت تجکو — رہی ہمیشہ ریاست کا تیری سر دیہیم

قطعہ

ہر ایک عید دہ خور نے سیم و زر لیکر — تجھے زراہ ادب دور سے دکھائی نذر

علو مرتبہ تیرے نے ہاتھ سے اپنے — کبھو نہ اونکو کف دست سے اوٹھائی نذر
کوئی تو نقد لیے آیا تھا اور کوئی جنس — جہانیوں میں جسے جو میسر آئی نذر
اگرچہ لعل و گہر تابک سبھون نی گذرانے — پر اس جناب کے شایان شان نہ پائی نذر
مگر حضور میں اس عبد کو تری خاطر — شفا سلامتی تا بحشر لائی نذر

قطعہ

سحر تصنیف سودا اسے مغنی — یہ پڑھتا تھا بیک آہنگ پر درد
سُنے تھا جو اُسے سو وجد میں تھا — در و دیوار سے سیکر زن و مرد
بسان گل کسو نے جیب کی چاک — کری تھا جون صبا سر پہ کوئی گرد
گئے یان سے وہ محبوبان رعنا — گل نورستہ آگے جنکے تھا گرد
لگا مت دلکو بلبل اس چمن سے — نظر جو آج سبز آوے سو کل زرد
تماشے سی غرض اس بیوفا کے — جنہوں نی موند لیں آنکھیں وہ ہیں مرد

قطعہ

کہا کلام یہ سودا کے ایک عاقل نے — کسو سے ربط کوئی زیر آسمان نکرے
کیا جو تجربہ اُن دوستوں کو بد پایا — بدی کا جن پہ کسیطرح دل گمان کرے
چکھا اُنھونکی جو اکے یار دوستی کا شہد — وہ تلخ کام کہو زہر دشمنان نکرے

بغیر بخل و حسد چاہیے کوئی مذکور
اُنھون کے مہر و مروت کی ذرہ بیان نکرے

مین اُنسے ملکے ندان اختیار عزت کی
ذرہ تہارا اُنھون سی خدا تجکو دو جہان نکرے

تجھے بھی راہ نصیحت کے مین یہ کہتا ہون
کہ تو بھی کبھو ربط با منافقان نکرے

وہ آشنا ہین جہان مین کہ امتحان کے بعد
زبان نہین کہ وہ لعن ان پہ ہر زمان نکرے

یہ سُنکر اُس سی کہا مسکرا کے سودا نے
شکایت اتنی کسو کی کوئی بیان نکرے

بھلے بُرے کی تجھے امتحان سی ہی کیا کام
یہ شکر کر کہ کوئی تجکو امتحان نکرے

قطعہ

مین ایک فارسی دان سی کہا کہ اب مجکو
ہوئی ہی بندش اشعار فارسی ذہن نشین

جو آپ کیجیے اصلاح شعر کی میرے
نہ پائیے غلطی تو محاورہ مین کہین

کہا یہ بعد تامل کی دون جواب تجھے
جو میرے بات کا ہی یار تجکو ہے یقین

جو چاہی یہ کہ کہی ہند کا زبان دان شعر
تو ابتدا سکے لیے ریختہ کا ہے آئین

وگرنہ کہکے وہ کیون شعر فارسی ناحق
ہمیشہ فارسی دان کا ہو مورد نفرین

کوئی زبان ہو لازم ہی خوبی مضمون
زبان فرس پہ کچھ منحصر سخن تو نہین

ہجو

فدویا بولے ہی مین ہون استاد
مین کیا فن شاعری ایجاد

آکے شیدا جو ہو مرا شاگرد ۔ گوش دل سے سُنے مرا ارشاد
رفتہ رفتہ سُنا یہ شیدا نے ۔ کہا اُسنے کہ خانماں برباد
معنی کے گھر کو تونے ویران کر ۔ پھینک دی اُسکی کھود کر بنیاد
کسطرح سے مین ہون تیرا شاگرد ۔ بیت سعدی کی یہ مجھے ہے یاد

کس نیاید بزیر سایہ بوم
ور ہما از جہان شود معدوم

مان میرا کہا خدا سے ڈر ۔ اپنا شاگرد تو کسیکو نہ کر
بولی تیری جو کوئی بولے گا ۔ تیری بولی کا ہوگا اُسپر اثر
مار کر جب کوئی گرادے اُسے ۔ ورثا لوتھ اُسکی کھاٹ پہ دھر
چلین کاندھے پہ دھر تو پیٹین گے ۔ یہی کہہ کہہ کے اپنا سینہ و سر

کس نیاید بزیر سایہ بوم
ور ہما از جہان شود معدوم

شیخ گو بیٹھکر وہ سبز قدم ۔ مارے ہے اپنی شاعری کا دم
جو سخنور ہین صاحب اطفال ۔ دشکین اُن سے چلتی ہین پیہم
موجب اسکا جو اُنسے پوچھوں ہون ۔ کہتے ہین مجھ سے یون وہ کھا کے قسم
ہے یہ ایسا کہ جسکی شومی دیکھ ۔ پندیہ لکھ گئے ہین اہل کرم

کس نیاید بزیر سایہ بوم

ورنہ از جہان شود معدوم

تیری جس باغ تک صدا جاوے ۔ پھر کوئی خار و خس نہ وان پاوے
تجکو اس گل زمین سے جلد کوئی ۔ کچھ تصدق دے راہ بتلاوے
شومی قسمت سے اپنی تجھ تک ۔ کوئی ناکس ہی آوے تو آوے

کس نیاید بزیر سایہ بوم
ورنہ از جہان شود معدوم

واسوخت

یا الٰہی کہون اب کس سے مین اپنا احوال ۔ زلف خوبان کی ہر دلکو ہوئی ہے جنجال
یارب اس پیچ سے تو اس دل شیدا کو نکال ۔ کاش اب موت ہو یا دور ہو یہ سر سے وبال
تجھ سوا غیر سے مین کیونکہ کہون دلکا حال ۔ تیری ہی ذات سے میرا بھی ہمدم ہے سوال

ساز آباد خدایا دل ویرانے را
یا مدہ مہر بتان ہیچ مسلمانے را

کیون دلا مین نہ ہر اک آن تجھے کہتا تھا ۔ بیوفاؤن سے نہ مل مان تجھے کہتا تھا
درد فرقت نہین آسان تجھے کہتا تھا ۔ اسقدر مست ہو تو نادان تجھے کہتا تھا
دیکھ تو ہوگا پشیمان تجھے کہتا تھا ۔ کیون تو لیتا ہے مری جان تجھے کہتا تھا

انچہ کردی تو دلا با خود و با جان من

کس نہ کرد دست چنین کارگہے با دشمن

تجکو اس شوخ سے تنہا نہ پڑا ہے پالا   مفت مین مجکو بھی بیجا کی بلا مین ڈالا
ملکے آنکھوں سے دوانے تو مرا گھر گھالا   کیون رے دل کہہ تو بھلا مینے ترا کیا ڈہالا
کیون ہلو ہے تو مری جان کا لینے والا   ہاے رے ہاے مین دشمن کو بغل مین پالا

این زمان چارہ نداریم وچہ تدبیر کنیم
کردۂ خود بکہ گوئیم وچہ تقریر کنیم

کیا کرے دل بھی پڑا ہے یہ محبت کا فسون   کب تلک دل سے مین اسکا وش بیجا کو کرون
اس غم و درد و بلا بیچ کہانتک مین مرون   آتش غم سے طرح شمع کے رو رو کی جلون
اب نہین تاب زبان کو جو مین خاموش کرون   کیونکا اطول دل اس شوخ سے جا کر یہ کہون

شرح این آتش جانسوز نگفتن تا کے
سوختم سوختم این راز نہفتن تا کے

یار تجھ زلف کے سوا مین پریشان ہے دل   تیرے دیدار کا جون آئینہ حیران ہے دل
داغ ہجران سے تری رشک چراغان ہے دل   گاہ پروانہ گہی شمع شبستان ہے دل
اسقدر اپنے کئی سے یہ پریشان ہے دل   کیا کہون تجھسے بہت بے سر و سامان ہے، دل

حال دل خستہ شوقت چہ شنیدن دارد
بیخود دست آن قدر آئینہ کہ دیدن دارد

یہ کہو کس سے تمھاری تئی لاگی ہے لگن   کیا ہلو کسکو ٹھگا کسکا لیا تمنے من

ہوگئی ادہر تنگ ہی مین کچھ اب بھیڑین کیا ہوئے تمنے جو ہم ساتھ کئے تھے وہ بچن
دل مرا ٹوٹ گیا تجھسے اب ای عہد شکن حیف صد حیف کہ قدر اسکی نہ تین جانی سجن

دل کہ طومار وفا بود من محزون را
پارہ کردند ندانستہ بتان مضمون را

اسقدر چشم مروت کو اٹھا مت اکبار کچھ تو آ دل مین سمجھ اپنے کر انصاف ای یار
خوبرویون مین تجھے کن نے بنایا سجدار ورنہ خوبان مین نہ کرتا تھا کوئی تجکو شمار
بلکہ پھرتا تھا تو ہر ایک کے گھر سو سو بار اپنی مجلس مین نہ دیتا تھا کوئی تجکو بار

این زمان جائے تو در دیدہ مردم شدہ است
روئے زیبائے تو از دیدۂ من گم شدہ است

پہلے ہی دلکو مری تمنے لیا کس عنوان اب جھڑکتے ہو مجھے دیکھ کے بھون تان
یہی معلوم کیا ہی غرض اس تان کا جان دلکو تم لیکے کیا چاہتے ہو میری جان
لیجیے یہ بھی دل اپنے مین نہ رکھیئے ارمان لیکن ہونا نہین کچھ تمسے کیا مینے جان

تو نہ آنی کہ غم عاشق زارت باشد
گر شود خاک بران خاک گذارت باشد

شیشۂ دلکو مرے سنگ ستم سے پھوڑا دلنے میرے بھی منھ اب تیری طرف سے موڑا
تم جو کچھ ساتھ کیا میرے نہین وہ تھوڑا مجکو بھاتا نہین ہر دم کا ترا نکتوڑا
خوبرویونکا جہان بیچ نہین کچھ توڑا شعر وحشی کا دل اپنے پہ مین لکھ چھوڑا

میدہم جائے دگر دل بدل آرائے دگر

چشم خود فرش کنم زیر کف پائے دگر

تمسے امید یہی تھی کہ یہ بیداد کرو — دل ہمارے کو گھٹا غیر کا دل شاد کرو

جرم کیا ہم سے ہوا پہلے تم ارشاد کرو — تب ہمیں بندگی اپنی سے تم آزاد کرو

خاکساری مری ناحق تو نہ برباد کرو — کچھ تو اس اگلی بھی الفت کو میاں یاد کرو

یاد باد آنکہ سر کوے توام منزل بود

بر زبان بود ترا آنچہ مراد دل بود

کاٹ تمکے تجھسے مری مہر کے رشتے ٹوٹیں — تب تو اے یار جلد دلکے پھپھولے پھوٹیں

غیر سے ملکے کبھو ہمکو نہ پوچھو چھوٹیں — ہم ترستے ہی رہیں غیر مزے یوں لوٹیں

کب تلک تمسے ہر گھونٹ کو بھلا ہم گھوٹیں — مار بھی ڈالو بلا سے تو بلا سے چھوٹیں

آنقدر زندگی خویش مرادشوار است

گر تو ناحق بکشی حق تو برمن یار است

دل مرا سرمہ نمط سنگ ستم سے ہے چور — تو بھی آنکھوں میں تری یار نہیں ہوں منظور

اے میاں دیکھ نہ بھا دیگا خدا کو یہ غرور — کیا کروں ہائے زمیں سخت فلک ہے گا دور

ہاتھ تیری سے کدھر جاؤں پڑا ہوں مجبور — دیکھ بیتاب مجھی حسن پہ مت ہو مغرور

آنکہ رخسار ترا رنگ گل و نسرین داد

صبر و آرام تواند بمن مسکین داد

اسقدر کس لیے بیزار ہے مجھ زار سے تو — مت چھپا منہ کو سجن اپنے خریدار سے تو
چشم پوشی تو نہ کر عاشق بیمار سے تو — مجکو محروم نہ رکھ لذت دیدار سے تو
سُن لے یہ بات میاں اپنے گرفتار سے تو — دیکھ ایدھر بھی کبھی ایک نظر پیار سے تو

نگہے جانب سوداگہ دگاہے باقیست
بلکہ از لطف بادنیم نگاہے باقیست

ہجو

رکھے ہے مولوی دختر کہ دینِ دل نیاز او — فضیلت نور باشی کی کثیر کار ساز او
مطول کو کرے ہے مختصر زلف دراز او — اشارات نگاہ چشم ہے جادو طراز او

بدقت میتوان فہمید معنیہاے ناز او
کہ شرح حکمت العنیست مژگان دراز او

بجا ہے گر کہے گر علامہ دقت اسکو ای یارو — رسالہ علم میں غمزے کی جن نے ایسا لکھا ہو
اگر اک ورق اسکا ہاتھ میں جا بوعلی کو دو — کہیں رکھ ناک پہ عینک مطالعہ کر کے وہ اسکو

بدقت میتوان فہمید معنیہاے ناز او
کہ شرح حکمت العین است مژگان دراز او

سُنا جاتا ہے فن شعر میں بھی اتنی ہے قابل — سبق اُس سے پڑھیں ہو وقت ہو گر میر اسید ل
اگر وہ درس دیوے ہم سے نادان کو تو کیا حاصل — سمجھنا مطلع ابرو کا اسکے سخت ہے مشکل

بدقت میتوان فهمید معنیهاے نازِ او
کہ شرحِ حکمت العینست مژگانِ درازِ او

غرض مین کیا کہون سوا کہ اس فضل و کمال او کے　　نہین پڑھ سکتی شعر موزون ہی ہرگز وہ موزون کہ
خدا جانے وہ ناموزون ہی یا آنکھ ہی یہ دختر　　ادا کرتی ہی یا انسے نہین یا جانتی ہی غرض

بدقت میتوان فهمید معنیهاے نازِ او
کہ شرحِ حکمت العینست مژگانِ درازِ او

مخمس

خسروا تجھسا کوئی دوران مین ہم پہونچا ہے تو　　یا ب تخت سلطنت ایسا ہی دکھلا تو
تجھ در دولت پہ یون لیکے سلیمان آئے تو　　لے قباے بادشاہی دست آبر بالاے تو
زینتِ تاج نگین از گوہرِ والاے تو

دیکھ تجھ شاہ بلند اختر کو بولین نیک بد　　آسمان جا یاہے تیرا طلوع تا ابد
ذات سے ہی تیرے نورانی نسب تیرہ کی جد　　آفتاب صبح را ہر دم فروغ میدہد
از کلاہ خسروی رخسار زیباے تو

علم کی مبحث مین یا مباحث جو کی تیرے نے صفات　　اس آگے رکھ سکتا ہی کب منقول و معقول النجات
حاشیہ تصنیف کا تیری نہ لکھین بزرگان　　در علوم شرح حکمت با ہزاران اختلاف
نکتہ گاہے نشد فوت از دل داناے تو

تھی سکندر کے زمانہ سے زبس صحبت برآر — سیم و زر جاہ و حشم مال و منال و اقتدار
جو غرض چاہا دل اسکی زیادہ بیشمار — آنچہ اسکندر طلب کرد و نداد ش روزگار
جرعۂ بود از زلال جام جان افزائے تو

مخمس

چکارہ گران مودنکا تھا مین بیچارا — کہ بھٹکون دشت مین یا کوہ پہ پھرون مارا
نہ عشق لیلی و شیرین سے ہو نہین آوارا — صبا بلطف بگو آن غزال رعنا را
کہ سر بکوہ و بیابان تو دادۂ ما را

اثر یہ نالے کا اپنے ہی اعتقاد ای گل — جو تو سُنے تو برآوے مری مراد ای گل
وے نصیب جو تونے کیا نہ یاد اے گل — غرور حسن اجازت مگر نہ داد اے گل
کہ پرسشی نکنی عندلیب شیدا را

مجھے تو زور رہی ساقی کی یہ وا بجائی — کہ پہلے جام کی مے خاک پر چھڑکوائی
مین پوچھا کیون تو کہا سن لو مجھسے دانائی — چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی
بیاد آر محبان بادہ پیما را

فریب مجکو نہ کر اپنے خط و خال دیکھ — کہ دیکھکر مین زمانے کو منہ کیا ہی ادھر
جو چاہی تو کہ گرفتار ہون مین تیری پر — بلطف و خلق توان کرد صید اہل نظر
بدام و دانہ نگیرند مرغ دانا را

نصیب کرکے سعادت کا تیری برہین درِ نخت — جو دیوین جام جم اور کیقباد کا تجھ تخت
گذشتگان کیطرف سے نہ رکھ تو دلکو سخت — بفیض صحبت احباب آشنائے بخت

بیاد دار محبان دشت پیما را

الٰہی ربط محبت کرے خدائی نیست — بتان کے تا نہ کری خلق کو جدائی نیست
کریگی ہستی کو انکی تو بیوفائی نیست — ندانم از چہ سبب رنگ آشنائی نیست

سہی قدان سیہ چشم ماہ سیما را

مخمس

نہ بلبل ہون کہ اس گلشن مین سیر گل مجھے بہائے — نہ طوطی ہون کہ دل میرا فضائے باغ لیجائے
مین ہون طاؤس آتشبازی کسی ہی بہار آئے — نہ با صحرا سرے دارم نہ با گلزار سودائے

بہر جا میروم از خویش می بالا تماشائے

تسلی اس سے ہو جی نہین ہوتی مجھے کیون ہین — گرانی اسقدر پاؤن پہ سر ہے اسقدر سنگین
چلا گلے ٹھا اب یا نسے آساقی ہوس کہ ہے چمن تزئین — چہ گل چیند دماغ آرزو از قشہ رنگین

من و صد بزم مخموری و دل یک غنچہ مینائے

ہے لاکھون طرح کی لہرونکا دل پر سلسلہ جاری — کٹی ہر وقت یونہی روتے عمر اسجگہ ساری
ہمین نے ہم مین جو دیکھا ہے سبب ضبط کی خواری — عنان گیر غبا کس مبادا فسون خودداری

وگرنہ ساحل ما نیز دارد جوش دریائے

جہان کوئی ترے کوچے کے جانیکا ہوا مائل　　اقامت جون غبار راہ پھر ہمکو ہوئی مشکل
غرض کو وہ کب چھوڑے کسیکو نسبت کامل　　دم ہر ذرہ بیتمیز نیست بہر وحشت غافل

مرا بیدار سازد ہر کہ بر راہست زندپائے

جگر پہ شمع کی ہے داغ پروانے کا جان و تن　　گریبان چاک نت گل ہے سدا بلبل کے شیون
جو تیرا بھی کسی دن عزم ہے تو کیجیے مسکن　　یہ بیدی درین محفل چہ لازم متہم بودن

گداز گریۂ جوش جنون نے نالۂ و آہے

قضا کی سنگ نے اس میکدہ مین نقش یہ مارا　　کہ پیمانے لیے ہے تا سبو کی خاک آوارا
بجز خون کینہ کو شیشہ مین پایا نہ ہی کمر دیکھی یارا　　نہ بود امید از جام سلامت غنچہ مارا

ہم از جوش شکست رنگ پر کردیم مینائے

نمک سے خراش سینہ اپنی چاہتے تھے ہم　　سلوس امید باطل کی بھی معنی کھل گئی اسدم
گناہ بندہ دیکھے ہے خداوندی بچشم کم　　ندامت پایم ای پاس آتش زن بعقبا ہم

کہ امروز زیان کاران نمی ارزد بفردائے

فلک نے یہ سخن مجھسے کہا جسدم بشد و مد　　مین فقر و سلطنت بخشون اگر تو بھی جو ذرہ
کہان مین یان ہے نشست پا آن دو نونسے بد　　ز سامان دو عالم آرزو مستغنی ام ہم شد

شبستان خط جام و حضور شمع مینائے

ہجوم آرائے ہستی جب تلک ہے جوش ما و من　　مخالف وضع یکرنگی سے دیکھیگا تو یہ گلشن
جو آنکھیں ہوں تو ہر قطرے سے شبنم کی ہے یہ روشن　　درین گلشن میسر نیست ترک احولی کردن

که در هر برگ گل آئینه دارد حسن رعنائے

کیا میں فسوں ہیں تجھ میں ہم تو بیش و کم زاہد — نگاہ دیدۂ تحقیق تو اور اشک ہم زاہد
نہو وے پیروی سودائی تیری ایکدم زاہد — من بیدل حریف سعی بیجا نیستم زاہد
تو و قطع منازلہا من و یک لغزش پائے

مخمس

وہ کونسی گھڑی تھی جب میں لگن لگائی — تن چھوڑتی نہیں ہے یک شب تپ جدائی
اور وصل مانگتا ہے جی تجھ سے منہ دکھائی — من شمع جاں گدازم تو صبح دلکشائی
سوزم گر نہ بینیم میرم چو رخ نمائی
دوری سے تیری مجکو اے آفتاب عالم — روتے ہی رہتے گذریں راتیں مثال شبنم
جسدم تو منہ دکھاوے تو ہو دن فنا میں اسدم — نزدیک این چنینم دور آنچنانکہ گفتم
نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

مخمس

شیخ تو نا پوچھ ہندو کیا ترا پندار نیست — بتکدہ و دیراں ہو یا مسجد میں یکساں نیست
کام کیا ہے تجکو گبرو مسلماں سے شیخ دیندار — کافر عشقم مسلمانی مرا درکار نیست
ہر رگ من تار گشتہ حاجت زنار نیست

یہی مرض الموت تھا قسمت میں میری یا نصیب — حاصل اس تدبیر سے کیا کرین اتنا حبیب
ایکدم کو جی نکل جاوے گا گھر گرہ ہے قریب — از سر بالین من برخیز اے نادان طبیب

درد مند عشق را دارو بجز دیدار نیست

عاشقوں کی رونے کی کچھ اور ہی ہوتی ہے دھن — دیکھ ہم روتے ہین لخت دل اگر بنتا ہو چمن
مین تجھے کہتا نہ تھا ظالم کہ آکر بات سن — ابر را با دیدۂ گریان من نسبت مکن

نسبت بارندگی دارد ولے خونبار نیست

اسقدر گھبرا کے جینے سے نہ کر انکار عشق — کوئی بھی جیتا سنا ہے تین کہین بیمار عشق
آج چھوڑے یا اگر تیرے تئین آزار عشق — شاد باش اے دل کہ فردا بر سر بازار عشق

مژدۂ قتل ست گرچہ وعدۂ دیدار نیست

ہاں جو کچھ ہو سو اسی کے واسطے ہوں نیک و بد — کیا غرض ہے مجھکو جو اک سے رکھوں تہمت کید
اسمین کچھ کہتا نہین مین گرچہ از روئے حسد — خلق میگوید کہ خسرو بت پرستی میکند

آرے آرے میکنم با خلق و عالم کار نیست

مخمس

جب تلک بندگی شیخ مین تھا اسنا ہمدوش — تب تلک مجھ سے رہا شاہد معنی روپوش
آخر کار کئی جرعے کئے کر کر نوش[1] — سرخوش آیا نہ کوئی خرابات گذر کردم دوش

[1] قلمی نسخہ مین یہ مصرع ہے، آخر الامر دو ایک جرعے کر گئے نوش،

بطلبگاری ترسا بچۂ بادہ فروش

پھر تو یہ ولولے تھے وہ یہ جنوں کے مارے — پھاڑ کر پھینکدوں میں کپڑے بدن کے سارے
خیر گذری کہ لے آئی کشش دل بارے — پیشتم آمد بسر کوچہ پری رخسارے
کافرے عشوہ گرے زلف چو زنار بدوش

بسکہ اس دل کو تھی اُس آفت دین کی درخواست — اپنے احوال پہ میں رہ نہ سکا بے کم و کاست
ہو کے بے صبر میں جا سامنے اُسکے اک رات — گفتم این کوی چہ کوئیست ترا خانہ کجاست
اے مہ نو خم ابروے ترا حلقہ بگوش

کھینچ لایا ہی ادھر عشق مجھے مار کمند — شیخ و زاہد کی میں کافر ہوں جو مانوں اک پند
سنکے یہ عرض مری ہو متامل یک چند — گفت تسبیح بخاک افگن و زنار ببند
سنگ بر شیشۂ تقوی زن و پیمانہ بنوش

الفت میں کو دل اپنے سے تو اب کرکے پرے — سے مری امر کو جا کہ تو ڈیرے جی ہی درے
شوق جب مدم ترا تجھ میں سی تجھے دور کرے — بعد ازین پیش من آ تا تو بگویم خبرے
راہ بنمایم اگر بر سخنم داری گوش

دے پٹک سر سے یہ عمامہ پڑے گا سر پہ غضب — پہونچا اس بوجھ سے تو منزل مقصود کو کب
ساغر حور سے رکھ دور ہوس اپنے لب — بگذر از صومعہ و راہ بمیخانہ طلب
خرقہ بیرون فگن و کسوت رندانہ بپوش

جب سنی اُس سے یہ میں نے سخنان دلکش — مجکو تاثیر معانی سے لگا آنے غش

پھر سنبھال آپکو جسوقت چلا وہ بیہش   دل ز کف دادم و بیہوش و بیدم بیہش
تا رسیدم بمقامے کہ نہ دل ماند و نہ ہوش

کفر و اسلام کا دیکھا وہ مکان میں مسجود   پایا مغز اسکا جو ان ہی عالم ہستی میں نمود
اپنی نظرین نہیں جبلہ سجادہ رہا میں موجود   محو گشتا ز ورق کون مکان نقش وجود
نہ ملک ماند و نہ آدم نہ طیور و نہ وحوش

پھر وہاں چشم کی حائل نہ بلند اور نہ پست   ایک میدان ہی فقط وان نظر آیا کف دست
کی جو میری نگہ چشم نے آہو کی جست   دیدم از دور گروہے ہمہ دیوانہ و مست
بے دف و بادہ و نے آمدہ در جوش و خروش

ایک سے ایک فزون نشۂ وحدت سے چور   ایک سے ایک فزون خرد و ہوش و شعور
اور اسباب طرب کیسی سوان کیا مذکور   بے نے و مطرب و ساقی ہمہ در عیش و سرور
بے مے و جام صراحی ہمہ در نوشا نوش

جب مجھے وان نظر اسطرح کا آیا عالم   صورت آئینہ حیرت سے ہوا میں اسدم
کچھ نہ سمجھا یہ ملک ہیں کہ ز نوع آدم   چونکہ سر رشتۂ دریافت برفت از دستم
خواستم تا خبرے پرسم از و گفت خموش

پھر لگا کہنے یہ بہتر ہے کہ رکھ مجکو معاف   پر جو ہو در پئے تحقیق تو سن صاف صاف
یہ نہیں صومعہ تو مانسے جہان لاف و گزاف   نیست این کعبہ کہ بے پا و سر آید بطواف
نیست مسجد کہ درو بے ادب آئی بخروش

گر یہ مسکن تجھے آیا ہے مری یار پسند دین و دنیا سے چھوڑا خواہش کا پیوند
دلکو شیخی و مشیخت کا نہ رکھ یاں پابند این خرابات مغانست و درو مستانند

از دم صبح ازل تا بقیامت مدہوش

نہ تو یاں دیر و حرم کی سی مکانین ہنگی خانقاہ و مدرسہ کیطرح نہ صحبت جنکی
دلمین سودا تو خیالات نکر جون بنگی گر ترا ہست درین کوچہ سر یکرنگی

دین و دنیا بیکے جرعہ چو عصمت بفروش

مخمس

ہلو ہر کس بضاعت پر تو ملک عشق کا راہی نہ خوبی آہک نے سخت جگر نہ رنگ ہے کاہی
خودی اور کبر نے رکھا ہی تجکو دراز آگاہی بطاعت کوش گر عشق بلا انگیز منخواہی

متاعے جمع کن شاید کہ غارتگر شود پیدا

شباب اپنی کی ہستی سی جو کھویا اختیار از دست تو وقت شیب غنا وان کھو تو زنہار از دست
ندی آتنا تجھی اب تو دامن ہمت کو توا از دست بپیری سعی کن گر در جوانی رفت کار از دست

زر گم گشتہ در آتش زخاکستر شود پیدا

نہ بھولونگا کبھو ای بیخبر راہ طلب ہرگز نہ چھوڑیگی ارادہ کی نظر راہ طلب ہرگز
فنا مین جب ہو رہتا ہوں بسر راہ طلب ہرگز زرفتن وا نخواہم ماند در راہ طلب ہرگز

چو شمع از خارہا پائے من از سر شود پیدا

پر و یار رشتہ جانسے جو تجھنے دیدۂ سوزن　　گریبان صبح دریا کا سیا آیا تجھے یہ فن
جو دم مار یگا کیں نزد عاقل ہی تو بھر کو دن　　غبار خاطر داناست اظہار ہنر کردن
صفا بر خیزد از آئینہ چون جوہر شود پیدا

بھگوتا کیون ہے ناصح آستین اپنی تو اور دامن　　تجھے آنسون آنکھونسے غلط ہی یہ تو وہم و ظن
سراپا اپنی ہستی سے مکدر گرچہ ہے یہ تن　　برنگ ابر پنہانست دریا در غبار من
اگر خاک مرا بیزد یہ چشم تر شود پیدا

سخن کے فن مین سودا کا بھی ہی اک عالم　　کیا ہی اختیار انکو بھی استادون نے بیش و کم
تو ان کہتے ہین نادان ہی اس لیے ہی مقطع کو ہم　　علی شعرم بایران می برد شہرت ازان ترسم
کہ ضائب خون جگر بیدا آب در دفتر شود پیدا

مخمس

بود ایامی کہ تو قبر جنون من داشتم　　گہ بشہر از سنگ طفلان زخم بر تن داشتم
مدتے در دشت ہمچون کوہ مسکن داشتم　　از ثبات عشق دائم پا بدامن داشتم
گر چہ داغ لالہ در آتش نشیمن داشتم

پاس ناموس محبت ہی مین ہی عاشق کو سود　　گو جراحت ہو رہی تیغ عشق کی ہر دم فزود
اپنے بالین پر نہ مین جراح کا چاہون رہے　　کے بہر نا محرمے چاک جگر خدا ہم نمود
من کہ زخمش را نہان از چشم سوزن داشتم

کل خمار آلودہ مین گھر سے جو نکلا صبحدم — قتل پر راضی تھا در رہ جو دے مغ بیش و کم
یک بیک پہونچا مجھے جام لب میگون بہم — بزلال خضر اکنون صد تغافل میزنم
منکہ چشم از تشنگی بر آب آہن داشتم

کون میری طرح عشرت سے ہوا ہے کامیاب — کسنے اس خوبی سے ٹپکا دیا پیالے مین پانی بھر شراب
ساقی گلفام کی چہرے سے اوٹھتے ہی نقاب — روشنی از بزم من در یوزہ میکرد آفتاب
در چراغ خلوتم تا از بادہ روغن داشتم

عشق رنگ رو پہ میرے جب لگا کرنے نمود — جو ہوئے مانع مجھے سمجھا انہین نے ہے یہ سود
دوستی سے لالہ رویان کی ہوا آخر یہ سود — ہیچو ماہی غیر داغم پوشش دیگر نبود
تا کفن آید ہمین یکجامہ بر تن داشتم

مین نہ ہون باغون کا فصل گل مین جو ہون مقیم — سینہ ہے میرا چمن ہے آہ سرد امین نسیم
سیر اسکی تو ہے محروم اے میرے ندیم — داغ را خنجر برکنار زخم نہادہ کلیم
بہر گلگشت تو من در خانہ گلشن داشتم

مخمس

ترے نہ ہونے سے باغ مین جو دم مجھو لائی — چمن مین یون گذر ترا ہوا جیسے بہار آئی
یہ عالم آگیا حیرت مین تیری دیکھ رعنائی — کہ نرگس کی پلک تیرے تماشے نے نہ جھپکائی
تو وہ گل ہے کہ جس گل کا ہر اک گل ہے تماشائی

پر اتنی بات میری فہم نی مجکو نہ بتلائی   کہ بلبل عہد مین تجہسی کی ہوے گل کی شیدائی
کہا سنکر ہوئی معلوم مجکو تیری دانائی   تمیز خوب و زشت اے مہربان کب عشق نی پائی
محبت مین سبھی یکسان ہین جس سے جسکی بن آئی

جوابا شمع کا پروانہ مائل گل کا بلبل کو   تو سوچ اس بات کو دیگر جگہ دلمین تامل کو
کہا کب حق نی نسبت مین مجھی پر عشق کی دل کو   کرے وہ جزو پر عاشق کہو کسواسطے کل کو
کسیکو گل ہی خوش آیا کسیکو شمع ہی بھائی

بچشم عشق بہتر لعل سی خونناب کا قطرہ   بانزیا قوت ہی خون دل بیتاب کا قطرہ
ہر اک دل واسطی ہر ایک ہے سیماب کا قطرہ   گہر سے چشم ماہی مین فزون ہی آب کا قطرہ
سمندر کو فزود آتش گل گلزار سے بھائی

محبت جب دکان عشق مین آتی ہی بہمت بہ   گہر کے مول لیتی ہی خزف کو نقد دل دیکر
اگر تو عاشق صادق ہی کیجہ یہ سخن باور   محبت ہے وہ مشاطہ کہ جن نے شکل زشت اکثر
بہ از یوسف بنا کر چشم مین خوبان کی دکھلائی

دل فرہاد و مجنون لیلی و شیرین پہ شیدا تہا   حسین ان دونون مین بہی کون کیسے پر ہویدا تہا
لئے یکسان تہا حال انکا انہونپر یہ تو پیدا تہا   جمال یار دونونکی دلونمین جون سویدا تہا
محبت مین نہ خوب و زشت مین کی نکتہ پیرائی

تمیز نیک و بد ان کب ہوئی الفت کی جہانی تھی   خرد بیہوش تھی جسدم مقام عشق مین نے تھی
نہی وہ چیز جو تفرقہ کی دونونکی دلسے تھی   سنا ہی ربط محمود و ایاز آخر وہ کیا شے تھی

کہ جن نے گردن آگے عبد کی مولا کی جھکوائی

مخمس

فصل ہے گل کی ہیں جلوے میں بستان گل و صبح — وقت نظارہ ہے گبر و مسلمان گل و صبح
آہ مجکو نظر آوین بجہ عنوان گل و صبح — خون خود رفتو نکالاتے ہیں پہچان گل و صبح
دیکھنے کو مجھے مانع ہیں طبیبان گل و صبح

باغبان عیش و طرب کا ہے گلستان میں رواج — آئے یان جو کوئی وہ کرنیکو تفریح مزاج
مگر اک مرغ ہیں نالان سو اثر کے محتاج — کسکی تاثیر دم سحر چمن میں ہے کہ آج
غیر خاکستر داغ جگر کے نہیں وان گل و صبح

دیکھے سیر چمن تھی جو کوئی اے ظالم — پیتے ہیں خون جگر وہ عوض مے ظالم
ہیئت اپنی تو یہ ہی تجھسی کوئی شے ظالم — جلوہ بلبل تیرے عہد میں یون ہے ظالم
یک کفن میں ہے گو یا گنج شہیدان گل و صبح

حسن دیکھا ہے اک ایسا کہ نہ دید و نہ شنید — ہے گل و صبح کا جلوہ بشب تار پدید
گرچہ یہ بات ہے فہمید خلائق سے بعید — دیکھے ہا ہین دو زلف اسکی رخ سرخ و سفید
جن نے دیکھے نہون یار و شبستان گل و صبح

کچھ بہار آگے خزان سے بھی ہوئی رسوا تر — دیکھتا کوئی نہیں سو چمن بھر کے نظر
موجب اسکا بھی کچھ ہو دیگا اسے یاد کرو — جب سے دستار سفید اسکے سجی چہرے پر

جلوہ نظر و نہین نہین وے تیرے مین جیندان گل و صبح

آج شادی ہی اگر دہر مین کل ماتم ہے
خوشی راحت سے عبث رنج سی بیجا غم ہی
پردہ سمجھے ہی جو تحقیق سے کچھ محرم ہے
باغ دنیا مین سدا شادی و غم توام ہی
روے شبنم بچمن ہو وین جو خندان گل و صبح

ہرزہ گردی ہی فقط ہو نہ اگر شیشہ و جام
کرتی گلگشت چمن بی مے و ساقی کس کام
ہو سیر جو بیابان تو ہی پھر عیش تمام
پینے سو سی کہا ہونیکو ناحق بدنام
دیکھنے باغ مین کیون جاے ہی نادان گل و صبح

مین کہون تجھسی سنی گوش سی دل کے تو اگر
عیش دنیا نہین موقوف دیوانے اسیر
کہ چمن ہو دین پرواز گل تہ دامان سحر
پہنچ جہان بادۂ گلنار بلورین ساغر
اپنے نزدیک تو ہی جلوہ کنان وان گل و صبح

مخمس

یارب یہ کیسی ہی عجب طرح صبح و شام
حسرت ہی مین گذرتی ہی میرے تئین مدام
مطلب مجکو غم سی نہ کچھ خرمی سی کام
گریان بشکل شیشہ و خندان بطرز جام
اس میکدہ کے بیچ عبث آفریدہ ہون

کیون مجھسے بید باغ عبث سے امیان ہین
گر سو طرح کی حسرتین اس دل کے بیچ ہین
اظہار انکا مجھسے ہو کیا معنے اسکی ہین
تو آپ ہی زبان زد عالم ہی ورنہ مین
اک حرف آرزو سو بلب نارسیدہ ہون

سنتا نہین ہی درد رعیت کا بادشاہ — قاضی تو حسن دوست بتان کو ہی اسسے راہ
اور کوتوال شہر کی شہوت پہ ہی نگاہ — کوئی جو پوچھتا ہو کیس پہ ہی دادخواہ

جون گل ہزار جا سے گریبان دریدہ ہون

ہو سکتے ہین جفا کی تنک رو کہین حریف — مت پوچھ اپنے جور کا میرے تئین حریف
کب ہو سکی ہی اسکا بجز آستین حریف — تیغ نگاہ چشم کا تیرے نہین حریف

ظالم مین قطرہ قطرہ خون چکیدہ ہون

جتنے ہین اس زمانیکے محبوب دلربا — اُنسے بھی مین کسی سی نہین صورت آشنا
اب ہون غرض مین طرفہ مصیبت مین مبتلا — کس سے کرون مین عوض دل جا کے اے خدا

دل دادہ زلف رخ دلبر ندیدہ ام

آیا نہ رحم تجکو مرے حال پر کبھو — پوچھا نہ تونے آکے مرے چشم سے لہو
دیویگا کیا جواب خدا کو تو روبرو — کرتا ہی جا کی گل کی تسلی چمن مین تو

خون جگر سے مین بھی تو دامن کشیدہ ہون

بسمل صفت نہین مجھی آرام ایک پل — ہے مرگ میرے دم سی نہایت ہی متصل
ملتا اگر ہی مجھسے تو ظالم تو تا اب قل — غافل ہی کیون ترا مری فرقت سے خوش دل

لے سنجر مین نالہ حلق بریدہ ہون

پوچھا نہ یون کبھو کہ ترا رنگ کیون ہے زرد — کہتا نہ تو کبھو یہ مجھے بھرکے آہ سرد
تو کون ہی کہ ملتا ہی چہرے سے اپنے گرد — مین کیا کہون کہ کون ہون سو الغول رد

جو کچھ کہ ہون سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون

مخمس

کوئی اگر کسیکو اذیت دیا کرے — فکر اسکی ہر طرح وہ مکافات کیا کرے
تیرا ستم رسیدہ یہ رو رو کہا کرے — بدلا تری ستم کا کوئی تجھسے کیا کرے
اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے

عالم مین دوستی کی ہوا ہو جو کچھ قصور — شمشیر تجھ کمر مین ہی اور رحم تری حضور
جرم وفا پہ کہتے ہو گر سر کو تن سی دور — قاتل ہماری نعش کو تشہیر ہے ضرور
آئندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے

عاشق سے دور ہی جو کہو یہ خدا سے ڈر — کرنیسے خون بیگنہان کے تو درگذر
تجھپر یہ قتل ہے جو مرا نقش کا بجھر — اتنا لکھائیو مرے لوح مزار پہ
یان تک نہ ذیحیات کو کوئی جفا کرے

کچ بحث سی تو ہو نہین سکتا ہی دو بدو — انصاف کی علحدہ ہوتی ہی گفتگو
پوچھون مین ایکبات جو حق نہ گذری تو — گر ہو شراب و خلوت و معشوق خوبرو
زاہد تجھے قسم ہے جو تو ہو تو کیا کرے

لگتا نہین ہی صحن چمن لالہ گون مجھے — آیا نظر ٹپکتے نہ گلشن مین خون مجھے
اے باغبان سنی ہی تری بہر کی سون مجھے — بلبل کو خون گل مین لٹا یا کرون مجھے

نالے کی گر چمن میں تو رخصت دیا کرے

ہر چند کرتے آکے ہیں معشوق خود سری　　کرتے چلے گئے ہیں وہ عشاق سے پری
پر تو نے اپنے عہد میں ہم ساتھ ایسی کی　　عالم کے بیچ پھر نہ رہی رسم عاشقی
گر نیم لب کوئی ترے شکوے سے وا کرے

آ دیکھ میری گریۂ بے اختیار کو　　لخت جگر نے داغ کیا لالہ زار کو
اتنا اثر ہے اب بھی مری چشم زار کو　　تعلیم گریہ دون اگر ابر بہار کو
جز لخت دل صدف میں نہ گوہر بندھا کرے

گلشن میں کیا بہار ہے کہتا ہے باغبان　　صد برگ جیسے پھولے ہیں ویسے ہی ارغوان
فرصت چمن کی سیر کی لیکن ہمیں کہان　　فکر معاش و عشق بتان یاد رفتگان
اس زندگی میں اب کوئی کیا کیا کیا کرے

مخمس

نہ کہہ عاشقوں میں مروت کہان ہے　　سدا ایک سی انکی الفت کہان ہے
تجھے ویسے لوگوں سے صحبت کہان ہے　　ترے پاس عاشق کی عزت کہان ہے
تجھے بے مروت مروت کہان ہے

مجھے آرزو ہے زمانے میں اپنی　　کہوں تیرے آگے کہانی میں اپنی
سناؤں تجھے جان فشانی میں اپنی　　بیان کیا کروں ناتوانی میں اپنی

مجھے بات کہنے کی طاقت کہان ہے

کہے ہی مجھے کھینچکر تیغ ہر دن　　نہین رہتے میرا گلا تم کیے بن
سمجھنا نہین اسقدر نیک باطن　　مین شکوہ کرون جو رظالم سہی لیکن
مجھے آہ و نالہ سے فرصت کہان ہے

گرے شمع کے میری تربت پہ آنسو　　کیا طوف آکر پتنگون نے ہر سو
مجھے حشر مین منہ دکھا دیگا پھر تو　　مری خاک پر لوگ کہتے ہین گل کو
تری دلربائی کی غیرت کہان ہے

کی اس شوخ نے جب سے سیر گلستان　　تھمنی بلبلونسے نہ فریاد و افغان
بجا ہی یہ سودا نہو کیون وہ نالان　　جو اسکی کمر مین نہ دیکھی ہی تابان
رگ گل مین ویسی نزاکت کہان ہے

مخمس

اس شوخ سے اس دل کے بیجانیکو کیا کہیے　　ناحق کی اذیت سے دکھ پانیکو کیا کہیے
احوال مرا یا تک پہونچانیکو کیا کہیے　　یون مفت مین اس جی کے دیوانیکو کیا کہیے
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

اس دلی مین کہتا تھا وہ تجھکو بھیا تا ہے　　کیون اس لب شیرین کی باتونپہ تو جاتا ہے
گو زہر ہو میٹھا لیکن کوئی کھاتا ہے　　یون دیدہ و دانستہ کوئی جیکو گنواتا ہے

کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

نے زر کہ اُسے دیجے نہ زور کی ہے طاقت
نہ عجز سے کچھ حاصل کام آوے نہ کچھ منت
کسطرح سے کاٹوں میں کٹتی نہیں یہ زحمت
کیا فکر کروں اسکا لا حول و لا قوت

کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

آنکھ اسکی طرف اپنی جب میل نکرتی تھی
ٹکڑے ونسو مرے دلکو دامن کو نہ بھرتی تھی
قینچی کیطرح ہرگز پرزے نہ کترتی تھی
جب تک نہ تھیں یہ باتیں کیا خوب گذرتی تھی

کیا کام کیا دلنے دیوانے کو کیا کہیے

مت پوچھ مری دلکا سر سے پرے مری ٹلنا
منہ کر کے سیہ گھر سے ہر صبح نکل چلنا
جب رات کی ہوتی ہے پھر شمع نمط گلنا
ہر روز کا وہ مرنا ہر رات کا یہ جلنا

کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

تقدیر کے لکھے کو امکان نہیں دھونا
تقصیر نہیں دلکی قسمت کا لکھا ہونا
ہر چند یہ مسلم ہے اب جی کو نہیں کھونا
لیکن مجھے آتا ہے پھر پھر کے یہی رونا

کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

اس جینے سے بہتر ہے اب مت پہ پل دھریے
جل بجھیے کہیں جاکر یا ڈوب کہیں مریے
کسطور کٹیں یہ راتیں کسطرح سے دن بھریے
کچھ بن نہیں آتی ہے حیران ہوں کیا کیجے

کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

گلشن میں زمانیکی یوں عمر کٹی ساری
ہر ایک طرف پھرنا کرتے ہوئے میخواری

آزادگی میری بھی تمھارے ہی ہاری   انصاف کرو یارو مین اور گرفتاری
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

جو مجھپہ گذرتی ہی مقدور نہین سہنا   خون جگر آنکھونسے داماں تلک بہنا
جو بات کوئی پوچھے منھ دیکھکی تک رہنا   دینا نہ جواب اسکو کہنا تو یہی کہنا
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

مخمس

کہتا ہی نیک و بد سے یہ جبتک ہو یون سحاب   عاصی ہی کہ اب پیے جو کوئی شراب
اسوقت مین کہان ہی تو ای خانمان خراب   تک مندگئی ہی چشم فلک ہو گئی بخواب
کیا جانیے کہ پل مین یہ موسم ہے یا نہین

فرصت کو دم کی جان غنیمت ای بیخبر   کیا جانیے کہ فصل کہان اور ہم کدھر
ساقی شتاب لا کشش دیکے جام بھر   ٹک دیکھ ہی چمن کی ہوا سر دا سقدر
پوشاک بوے گل کی کم از صد قبا نہین

مخمس

وہ مہر وہ وفا وہ عنایات ہوگئی   وہ مہربان گئی وہ مدارات ہوگئی
صحبت تو رفتہ رفتہ یہ ہیہات ہوگئی   .. جھڑکی تو مدتون سے مساوات ہوگئی

گالی کبھو نہ دی تھی سو اب بات ہو گئی

کہنا یہ آن آن مری گھر سے تو نکل دشنام دینی شرط محل خواہ بے محل
حرمت مین سب طرح سی ہر فن آچکا خلل باقی ہی مار کھانی اب آگی سو آجکل
سن لو گے تم اسے بھی اگر اوقات ہو گئی

رسوائے خلق خوار جہان اب مین ہو چکا بے شرم و بے حیا مجھے آفاق نے کہا
ہرگز نہین ہی پند و نصیحت سی فائدہ اب تو مین چھوڑنیکا نہین اسکو ناصحا
ہونی تھی جو کچھ قبلۂ حاجات ہو گئی

رکھنا بچشم خلق مجھے خوار تا کجا رہنا ہمیشہ در پئے آزار تا کجا
تہمت اٹھاؤ یہ جور و ظلم جفا کار تا کجا بس اب ستم سے در گذر اے یار تا کجا
آمال دل مری مکافات ہو گئی

مسجد مین واعظونکی تہین لگ گئی ہین پہ زاہد نے ٹھونکا شیخ کو پگڑی اتار کر
قاضی نے محکمہ مین مچایا ہی شور و شر گردش مین ہو اس نگاہ کی لے محتسب خبر
دنیا تمام بزم خرابات ہو گئی

تشکو جو بیزدگی کا اثر اے میان کرون پیدا بجا سے ہر بن مو صد زبان کرون
زیبا و ضیع سی ترے جیا کہ کہان کرون ناتو ابھرا ہی سے مین کیا بیان کرون
عالم سے مجھکو تم کب ملاقات ہو گئی

ملنے کو تو مرا کبھی جھوٹی قسم نہ کھا کل ہی جو میر سا تھ وہ بازار تک گیا

ہر ایک نے سُنا کے مجھے شعر یہ پڑھا
یا رو وہ شرم سے جو نہ بولا تو کیا ہوا
نظروں میں سو طرح کی حکایات ہو گئی

فریاد کرکے حسب سے کر دن داد میں طلب
اس پردے میں طلب وہ کرے تجکو ہے غضب
حاضر ہو دو سطر بھی تو معلوم ہووے تب
سودا کسو کو وہ تو ستاتے نہ بے سبب
کیا جانئے کہ تجسے بھی کیا بات ہو گئی

مخمس

یاں تک نچا ہے میاں محبوب شوخ و شنگ
خوبوں کے خاندان کو ڈبو دیوے جسکی ڈھنگ
تنہا نہ منہ جہان میں کتنا نکا ہوا تنگ
شب دیکھکر معاملہ تجسے مرا پتنگ
پھرنے سے گرد شمع کے شب تار رہ گئے

فرہاد و قیس کی ہے مجھے عہد کی خبر
کیا کیا تھی جور و جفا و محبت کے بکار گر
مجھ خوش نصیب کا ہے قدم سبز اسقدر
تیری گلی میں کرکے مرے حال پہ نظر
جانیے مرغ بھی سوے گلزار رہ گئے

عاشق کے سر پہ جور تو ہوتا ہے بیش و کم
لیکن ادھر تو دیکھ جفا کار پہ ستم
تو نے تو عشق ہی کو اٹھا کر دیا عدم
معشوق کو بھی جب سے سنا کہتے ہیں صنم
بت پوجنے سے بت کے پرستار رہ گئے

اک خلق کو غرور نے تیرے کیا ہلاک
کتنے ہی مجھ سے کرکے گریبان کو اپنے چاک

کہتے ہین تجھ گلی مین بآواز دردناک آئینہ سان نہ کیونکہ ملین اپنے منھ کو خاک
رو دینے سے ہین یہ طرحدار رہ گئے

جانب مین اپنی کہتے ہین جتنا کہ ہم خیال پاتے کسو ہی طرح نہین صورت ملال
ہان اسکی تو نہ کہو کہ ہم بعد ماہ و سال تیرے جو منھ لگے تو کیا عرض دلکا حال
دیکھا نہ پیش رفت تو من مار رہ گئے

چاہا جو ایک وقت تمھین دیکھنے کو جی آئے تمھاری بزم مین اپنے لہو نکو سی
چپکے سُنی جو غیر سے تم بات چیت کی رہنے کو گھر مین شب کے جگہ تمنے دی تو دی
رخصت ہو ورنہ جا سر بازار رہ گئے

ملنے کی اپنی شکل تو ہر یہ جو کچھ کہی اس پر بھی خوش نہین ہو اگر خوب ان سہی
سو آرزو بھی دلمین تو یہ بھی یہی رہی پر غم ہر یہ تمھین نہوئی ہم سے آگہی
ہر چند کرکے تم سے ہم اظہار رہ گئے

ہے خوش رہ اپنے یار و لیسے اب ہم تو دم چلے دے سینہ پر فراق سے داغ الم چلے
رکھ دل پہ دست صبر باندوہ و غم چلے دے سینہ پر فراق سے داغ الم چلے
جانیکے جو کوئی تھے سزاوار رہ گئے

مخمس

اپنا تاریخ جو دیکھی تو پڑھا کیا کیا کچھ کہا کون ہین کہ مورخ نے لکھا کیا کیا کچھ

وہ تو وہ زیر فلک اب جو چکا کیا کیا کچھ
ہمسے اب آگے زمانے مین ہوا کیا کیا کچھ
تو بھی ہم غافلون نے آکے کیا کیا کیا کچھ

کیا کہون مین کہ تری عشق مین کیا مجھپہ ہوا
جیسے کہتا ہی کوئی ہو ترا صفا صفا
زندگی کو غرض اسباب سے اب کچھ نرہا
دل گیا صبر گیا ہوش گیا جی بھی گیا
شغل مین غم کے ترے ہمسے گیا کیا کیا کچھ

ناصحا گرچہ مین چاہا بہت آے بدگفتار
نرہی عشق کی مجھ پاس متاع بازار
شکر صد شکر بدرگاہ خدا بلکہ ہزار
حسرت وصل و غم ہجر و خیال آزار
مرگیا مین پہ مرے جی مین رہا کیا کیا کچھ

عشق بازو نپہ مرا کیونکہ ہو جانا شاق
کوئی جگ مین نرہا تجھسے رفیق عشاق
چھوڑا مین قافلہ سالار ہو یہ کہنہ رواق
درد دل زخم جگر کلفت غم داغ فراق
آہ عالم سی مرے ساتھ چلا کیا کیا کچھ

اس ارادے سو دلا سیر نکر نقش جہان
کس سبب آ نسی بگڑتا ہی ہنر ہر کیون آن
حال مین مست رہ اپنی تو سدا اے نادان
تجکو کیا اپنی بگڑنیسے زمانے کے کہ یان
خاک کن کن کی ہوئی صرف بنا کیا کیا کچھ

عشق آیا نہ ترا جگ مین بھی کچھ کام مری
خاص کچھ مجکو کہین نام لین کچھ عام مرے
پھرتی ہین کتنی تعقب صبح سی تا شام مرے
نام ہین خستہ و آوارہ و بدنام مرے
ایک عالم نے غرض مجکو کہا کیا کیا کچھ

جو بت ہو شر بار دیکھا ہی تجھ مین مین نے منظر نور خدا دیکھا ہی تجھ مین مین نے
دیکھا جو کچھ سو بھلا دیکھا ہی تجھ مین مین نے کیا کہون تجھسے کہ کیا دیکھا ہی تجھ مین مین نے
غمزہ و عشوہ و انداز و ادا کیا کیا کچھ

جیسے ہم آدمی تھے اب ایسے ہی دنیا سے گئے لائق اسجا مین کسی چیز کے گویا نہ رہے
دور افلاک نے یان نشو و نما دی نہ کسے ایک محروم چلے میر ہمین دنیا سے
ورنہ عالم کو زمانہ نے دیا کیا کیا کچھ

مخمس

مے کشو مجھ سو ہو کیونکر مجھ دل افگار کیساتھ کچھ مجھی کام نہین بادۂ گلنار کے ساتھ
جو رکھو وو وقت ملاقات مین خمار کیساتھ جی مین چاہین تھین مگر سو تو گئین یار کیساتھ
سر پٹکتا ہون پڑا اب در و دیوار کیساتھ

کیا کیا وعدے کئی تھی تمنے کہو ہم سے وان کر شگفتہ ہی چمن جلوہ گر اور آب روان
سو تو وان چیز نہین اک بھی نہ دیکھی یہان یاد رکھتی تھی جو ہم لائے دگل ہین سو کہان
سر پٹکنے تو نہ آیا تھا مین کہسار کے ساتھ

ہمکو تو قید قفس کی نہ تھی کچھ تم سے امید کہ ہمین دام مین لا کر کرو یون ظلم شدید
فصل گل حیف ہی جاتی ہی چمن سے بن دید ہائے صیاد یہ نقصان سے تیرے تھا بعید
اسقدر ظلم و ستم اپنے گرفتار کے ساتھ

عندلیبونکو لگے زمزمہ عالم کو بھلے
قمری کو سرو چمن لیتے ہین سایہ کرتلے
اور شبنم کی تئین گل بھی لگاتی ہین گلے
اکثہین خار تھی آنکھون ہین سبھونکو سو چلے
بلبلو خوش ہو تم اب گل و گلزار کے ساتھ

شوخ نے پردہ سی جبوقت کہ مکھڑا کھولا
پہلے میزان محبت مین سبھونکو تولا
آخر عاشق کو دی اس رنگ مین انی گھولا
جب دیا یا سے تہ آپ نے انا الحق بولا
ورنہ منصور کو کیا کام تھا اس دار کیساتھ

حسن کی آخر کہ یہ ہی عشق نپٹ دام بلا
اسکی پھندے مین جو کوئی دل کی محبت سے پھنسا
یا تو سودائی ہوا یا تو ہوا وہ رسوا
عشق کو درد کا اب بوجھ اٹھالے سودا
کیا ہی نسبت خر عیسی کو ترے یار کے ساتھ

مخمس بیا غنہ ہجو

غرض مین جا میرزا بیدل کے تئین بانہ دو
شعر نا موزون پیچ مین رکھتا لو پڑھتا تھا جد
کہتی تھی سن سن کی تیری حق مین یون بیکند
چون کلاغ امشب کہ مغز سامعان را میخورد
این لعین در بزم طرح شور و غوغا ریختہ

سو دکھانا تو ہی ہر دینداری سی بعید
پیسونکی خاطر کرے جبیر تقاضاے شدید
وہ کہی تجکو کر اتنا رو سیہ ہے یہ پلید
پیش رویش کرشب یلدا تو اند شد سپید
طرح ظلمت از سیاہی تا بہ دستار ریختہ

لوگ کہتے ہین تجھکو تمیز سے لے تا حبش — جانور ہی ایک جسکو سو نہ پہونچی کو دکش
تسبیہ یہ ندرت کہ شکل آدمی زاغ وش — در مزابل مختط افتادستاز گہ خورد نش
خاک در پیراہن بیت الخلا ہا ریختہ

راہ کو تج کر چلا جب گھر مین اپنے تو کراہ — یہ سنا یون تجکو تب دینے لگی وہ ترک ماہ
میری زلفونکی طرح سے ہے ہمیشہ یا الہ — ہم زبان و ہم دلش ہمرو و باشید سیاہ
طرح ایجاد تو ای این زشت بسیار ریختہ

جب تو مسجد مین اذان دیوی بآواز شدید — یار کا جو زندگی تیری خواب ہووے ناپدید
ذ چھری لیسے وہ ملا کو کرو نچلہ شہید — چون خروس بے محل باید گلو ہر دو برید
خون خود این خشک نی از شور بیجا ریختہ

مخمس شہر آشوب

کہا مین آج یہ سودا سے کیون ہے ڈانوان ڈول — پھرے ہے ہرزہ تو کہین نوکری ہی لے گھوڑا مول
لگا وہ کہنے یہ اسکو جواب مین دو بول — جو مین کہونگا تو سمجھے گا تو کہ ہے یہ ٹھٹھول
بتا کہ نوکری بکتی ہے ڈھیرون یا تول

سپاہی رکھتے تھے نوکر امیر دولتمند — سو آمد انکی تو جاگیر سے ہوئی ہے بند
کیا ہے ملک کو مدت سے سرکشون نے پسند — جو ایک شخص ہے بائیس صوبے کا خاوند
رہی نہ اسکے تصرف مین فوجداری کول

قوی ہین ملک مین مفسد امیر ہین ضعیف — انکی کہان جو ہین دیکھو ہون انکونسی حریف
نہ کچھ ربیع مین حاصل نہ درمیان خریف — جو عامل اب ہین محالات پر سو یون ہین ضعیف
کہ جسطرح کسی حاکم کے گھر گنوار ہو اول

بس انکا ملک مین کار نستی جو یون ہو تباہ — کہ کوہ نہ رہو زراعت مین تو نہ دین پرکاہ
جگہ دہ کونسی لوکر رکھین یہ جسپہ سپاہ — کہانسے آوین پیادے کرین جو پیش نگاہ
کدھر سوار جو پیچھے چلین دہ باندھ کے غول

یہی فقط عربی باجے پر انھونکی شان — جو چاہین اسکو نہ بجاوین یہ تو کیا امکان
پر انکا فکر ہی تخفیف خرچ پہ ہر آن — رہیگا حال اگر یہ ملک کا یہی تو ندان
گلے مین طاشا کہارونکے پالکی مین ڈہول

انہین ہے اپنی امارت سے اب یہی منظور — کہ ہون دو مورچھل اور ایک کا ہی سمور
نہ رسم صلح کی سمجھین نہ جنگ کا دستور — جو انہین قاعدہ وان تھی ہے ہو وہ انسے دور
تماش انکی طبیعت کا سب طرح سے ٹھٹھول

امیر اب جو ہین تنہا انھونکی ہے یہ چال — ہوئے ہین خانہ نشین دیکھکر زمانیکا حال
کبھی ہے سوزنی خوجا کھڑا اچیلے ہے رمال — حضور بیٹھے ہین اک دو ندیم اہل کمال
دھری ہے سامنے ایک پیکدان و اک تنبول

جو کوئی ملنے کو انکی انھونکے گھر آیا — ملے یہ اس سے گرانبار دماغ خوش پایا
جو ذکر سلطنت آئین دہ درمیان لایا — انھون نے پھیر کے ادھر سے منہ یہ فرمایا

خدا کے واسطے بھائی کچھ اور باتیں بول

جو مصلحت کو یہی جمع ہوں صغیر و کبیر — تو ملک و مال کا فکر اس طرح کریں ہیں مشیر
وطن ہو پچھونکی یا سو بھی ہو بخشی کو تدبیر — کھڑا اپنگلی پہ دیوان خاص بیچ وزیر
کہ شامیانہ کے بانس و نیہ نقری ہیں تول

خجل ہو یہ سنا ہے زمین بہت بھائی — کہئے وہ مشورے میں جھیلیں خون سلو ماٹی
تمام عمر ہی تدبیر لیا کسی میں کاٹی — نداں گر اٹھے ملکر گھر اینٹ کا ماٹی
پھر اپنے زعم میں ہر اک برائے خود بہلول

پڑی جو کام انھیں تو نکلو کھائی سے — رکھیں وہ فوج جو موتی بھرے لڑائی سے
پیادے ہیں سو ڈریں سر منڈاتے نائی سے — سوار گر پڑیں سوتے میں چارپائی سے
کریں جو خواب میں گھوڑا کسیکے نیچے اتول

نہ صرف خاص میں آمد نہ خالصہ جاری — سپاہی تا متصدی سبھوں کو بیکاری
آب گو دفترتن کی میں کیا کہوں خواری — سوال دستخطی کو پھاڑ کر کے پنساری
کسیکو آنولے دے باندھ کر کسو کو کنٹول

یہ جتنے نقدی و جاگیر کے تھے منصب دار — تلاش کر کے ڈہلتو انھوں نے ہو ناچار
نداں قرض میں بنیئے کو دی سپر تلوار — گھر و نسے اب جو نکلتے ہیں لیکے وہ ہتھیار
بغل کے بیچ تو سوٹا ہے ہاتھ میں کچکول

کروں معاش کا حضرت کی تجسس کیا میں بیان — کہ توشہ خانہ ہی ان کا ہے ایسے کی دکان
نکل تنور کی منھ سی کہے ہی گاؤزبان — بکی ہوں تب میں کہ جب گا تبی خلد مکان

بکے ہی تیسری فاقہ مین کوڑیون کے مول

کہی جو موری سی جا کر دوا کے حالات — جوابدی ہی کہ ہی اونٹ تو فرشتی کی ذات
ہلو پہ چبتی ہی پہلونکی اور بہس یہ برات — جو تجربین ہین انہون نی پیا ہی آبحیات
تمہاسے کھانیکو دانا کہو تو دیجیے تول

جو اصطبل مین کئی گھوڑی ہین سو کیا امکان — کہ ہوویں گہاس کے بیچے کا اونکی آگی نشان
کسو کی ٹوٹی ہی ٹنگڑی کسو کا جھڑ گیا کان — طویلہ اسکو کہون یا مین بیچ پیرکا تھان
اسی خیال مین رہتی ہی عقل ڈانواں ڈول

اور اب جو زعم مین آ کے فیلخانہ ہے — جو ہتھنی ندھی ہی اسین تو ہاتھی کا ناہی
نہ ٹھور چار ہیکا نہ تب کا نے ٹھکانا ہی — ہرایک بھوک سی سوے عدم روانا ہی
اب اسکو خواہ وہ پائل سمجہین خواہ نجھول

کری ہی بھوک سے تنا گردشی اب معاش — کہن پلاؤ تو بادرچی وان پکاوین آش
کرین تنا تو نہین وہان بیٹھی تیرہ فاش — تلی سی کھینچ لے مسند کو آنکر فراش
اگر کہین کہ تنا اٹھکے چاندنی کا جھول

نہ خادمان محل کی ہی اندنون صورت — نہ خوان دھونیکا کشمیرنی مین باقی ست
نہ ٹھلکی ہلنی کی ہر گز نہ ردنی مین طاقت — بنی ہی بھوک سی دربار یونکی منہ کی گت
کہ بوری بیٹھ کے جسطرح بیٹھ جائے گول

مچا رکھی ہی سلاطینون نے یہ تو یہ دھاڑ — کوئی تو گھر سی نکل آئی ہین گریبان پھاڑ

کوئی داڑھی پہ دھرے دار تا ہے کوہ اٹل — کوئی کہے جو ہم ایسی ہی چھاتی کرین پہاڑ
تو چاہیے کہ ہمین سبکو زہر دیجیے گھول

غرض مآل ہے اس گفتگو سے یہ میرا — کہ بیزری نے جب ایسا گھر آنکر گھیرا
تو کوئی قصد کرے نوکری کا بہتیرا — نہین یہ فائدہ کچھ تا وہ چھوڑ کر ڈیرا
کرے نہ عزم سوئے اصفہان و استنبول

جو نوکری ہے کہین یہ چرخ نیلی فام — سو خانہ زاد کا اسکے ہے پرگنہ سرسام
وبا کا جب سے ہے دار الخلافہ مین ہنگام — گھرونکی ضبطی کا رسم اسقدر ہوا ہے عام
ادھر کسیکا دکھا سر ادھر سے دوڑی قول

سو کیا وہ نوکری کٹتی ہے جسمین یہ دقت — ملے ہے پیٹ کو روٹی سو روز و آدھی رات
جو چاہین تین دھیڑا سمین سو گئی پچھی رات — اور اسپہ یہ کہ وہ تب ٹھہرکر روز موجودات
جو پانچون باندھے ہے ہتھیار اور چھٹی پستول

وہ نوکر ایسے جسے آقا ہر آن پہچانے — جو پوچھو اس سے کہ تم کچھ روپے لگے پانے
کہے ہے آہ وہ بھر کر سوائے آٹھ آنے — روپے کی شکل نہین دیکھی ہے خدا جانے
کہ اس زمانہ مین چپٹا بنے ہے وہ یا گول

غرضکہ جب یہ کہین ملتا ہو پاؤ بھر بھی چون — کرے وہ نوکری جسکو کہ ہووے خبط و جنون
نہ سمجھیو کہ نہین جب سے گری کا فنون — یہ ذی نو سیکھ تو یون باندھنے لگی مضمون
زمانہ دیکھ کے ہتھیار ہمنے ڈالے کھول

سخن جو شہر کی ویرانی سے کرون آغاز — تو اسکو سنکے کرین ہوش چند کے پرواز
نہین وہ گھر نہو جسمین شغال کی آواز — کوئی جو شام کو مسجد مین جائے بہر نماز
تو وان چراغ نہین ہے بجز چراغ غول

کسیکے یان نرہا آسیا سے تا بہ اجاغ — ہزار گھر مین کہین ایک گھر جلے ہے چراغ
سو کیا چراغ وہ گھر ہے گھرونکے ظلم سے داغ — اور اُن مکانونمین ہر سمت تکتے ہین الاغ
جہان بہار مین سنتے تھے بیٹھکر ہنڈول

خراب ہین وہ عمارت کیا کہون تجھ پاس — کہ جسکو دیکھے سے جاتی رہی تھی بھوکہ اور پیاس
اور اب جو دیکھو تو دل ہووے زندگی سے اُداس — بجائے گل چمنون مین کمر کمر ہے گھاس
کہین ستون پڑا ہے کہین پڑے مرغول

یہ باغ کھا گئی کسکی نظر نہین معلوم — بجائی کن نے رکھا یان قدم وہ کون تھا شوم
جہان تھی سرو صنوبر ہان اوگے ہے زقوم — مچی ہے زاغ و زغن سے اب اس چمن مین دھوم
گلونکے ساتھ جہان بلبلین کرین تھین کلول

رکھین تھی سر پنگھٹ کی گرد کو دیہات — کہ لب جہانکو تھی پنہاریونکو آب حیات
اور اُن درختونکی چھائین کہ جنکے سر پات — نہ وہ درخت ہین اب نے اُن آدمی کی ذات
کنوئین مین مرد پڑے ہین نہ رسیان ہین نہ ڈول

جہان آباد تو کب اس ستم کے قابل تھا — مگر کبھو کسی عاشق کا یہ نگر دل تھا
کہ یون مٹا دیا گویا کہ نقش باطل تھا — عجب طرح کا یہ بحر جہان مین ساحل تھا

کہ جسکی خاک سے لیتی تھی خلق موتی رول

دیا بھی ان نہین روشن تھی جس جگہ فانوس — پڑے ہین کھنڈرون مین آئینہ خانہ کی مانوس

کرو دل پہ ذرا امید ہو گئے مایوس — گھرون سے بیبیون نجبا کی نکل گئی ناموس

ملی نہ ڈولی انھین جو تھی صاحب چوڈول

نجیب زادیونکا اندلون یہ ہی معمول — وہ برقع سر پہ ہے جسکا قدم تلک سے طول

ہر ایک گود مین لڑکا گلاب کا سا پھول — اور اُنکی حُسن طلب کا ہر ایک سے یہ اصول

کہ خاک پاک کی تسبیح ہے جو لیجے مول

اگر محب ہو مستمع تو سُن یہ نام — دیا کچھ اسنے بقدر و کرکے نذر امام

پڑا جو شامت طالع سے خارجی سے کام — درو غ و راست کا لا یا وہ درمیان کلام

یہ آ گئے اور چلین کہکے زیرلب لاحول

غرض مین کیا کہون یارو کہ دیکھ کر یہ قہر — کرور مرتبہ خاطر مین گذرے ہے یہ لہر

جو ٹک کبھی مین دلا بنی کو دیوے گردش دہر — تو بیٹھکر کہین یہ سُنئے کہ مردم شہر

گھرون سے پانی کو باہر کرین جھکول جھکول

بس اب خموش ہو سودا کہ آگے تاب نہین — وہ دل نہین کہ اب اس غم سے جو کباب نہین

کسیکی چشم نہوگی کہ وہ پُر آب نہین — سوا اسکے تری بات کا جواب نہین

کہ یہ زمانہ ہے اک طرح کا زیادہ نہ بول

مخمس

کری جو ظلم و ستم کرنے دو ہوا سو ہوا
جفا و ظلم ستی مت ڈرو ہوا سو ہوا
پہ میر غم کی نہ شہرت کرو ہوا سو ہوا
جو گذری مجھ پہ مت اس سے کہو ہوا سو ہوا
بلاکشان محبت پہ جو ہوا سو ہوا

اگرچہ روز ازل سی تھی مری یہ تقدیر
کہ دام عشق مین اپنی کرے مجھے تو اسیر
کری جو ذبح تو مجکو بچھاڑ جون نخچیر
مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریبان گیر
مری لہو کو تو دامن سے دہو ہوا سو ہوا

وہ کون دن تھا کہ ہم بھی ہوے تھی یار ترے
کسی طرح سے ترا دل بھی اس جفا سی پھرے
اگر کبھو تو یہ آکر تری قدم پہ گرے
خدا کے واسطے کر در گذر گنہ سے مرے
نہو گا پھر کبھو اسے تندخو ہوا سو ہوا

مسدس

صبحدم کو جو چمن مین ہوا ستوا کا گذار
کہا اک بلبل نالان سی کہ اے عاشق زار
دیکھنا گل کا تنک آٹھ پہر کا دش خار
کہہ تو کیا لطف میسر ہو جو یون فصل بہار
دولت آنست کہ بے خون دل آید بکنار
ورنہ باسعی عمل باغ جنان این ہمہ نیست

رات آیا وہ صنم سنکے مجھی زار و نزار — شور خلخال مین پہچان کی بولا اکبار
کون ہی کہنی لگا دولت گیتی اے یار — مین کہا خیر نہ اس بات کو مانو زنہار

دولت آنست کہ بی خون دل آید بکنار
ورنہ با سعی عمل باغ جنان این ہمہ نیست

سلام

کہتے ہین پہول پہول ہی ہر گل زمین — تمکو وہان کی باد صبا کا سلام ہی
روح الامین کہی ہی تجہے دیکھ خشک لب — یا شاہ تمکو صبر و حیا کا سلام ہے

مرثیہ

یا بر و ستم نو یہ سنو چرخ کہن کا — ٹھٹا نا ہے عجب طرح سی بیاہ ابن حسن کا
سنجوگت کچھ باندھا ہی دولہا کی دولہن کا — جوڑا کفن کا ہی سو دور ہی لگن کا
رنگ کھیلنی کا شادی کی دیکھا عجیب طور — جز خون کی چھینٹونکی تھا کپڑونپہ کچھ اور
معلوم ہوا تب جو براتی ہین کیے غور — رنگ کھیلنی کی جا انہین میدان تہا رن کا
دولھن کو شب عقد جو تہین ملکی سنوارا — بولا یہ زندہ ایک خدا سے نہین چارا
جسکے لیے سب کچھ تھا گیا رن مین وہ مارا — کیا فائدہ سب اس سیکے سنگار و ربن کا
تجھکو اتار اس سی کرو میری حوالے — اور خاک کہو اسکو سر اپنے پین ڈالے

بوتھ آتی ہے اسکی ہین کہان پڑہنے والے
اب قت نہین اور کسی حرف و سخن کا

مرثیہ

روایت ہے کہ جب ان کافرون نے روک کر پانی
کیا تنگ اس جگہ عرصہ زہراہ مسلمانی

حرم پر تشنگی کی دیکھکر عباس طغیانی
مسلح ہو کر پانی کے لیے مشکیزہ منگوایا

طلب کی رخصت آ بھائی سے کر سید نکی تیاری
کیا عرض اب جیسے چاہو اسی سونپو علمداری

یہی آئی ہے دلمین لہر حسن عورات کی زاری
دیا بھر یا تو مین دریا پہ جا یا مشک بھر لایا

سنا عباس سے جب اسکو شاہ دین و دنیا نے
کرورون درکرورون تک آنکھو سی لگو آنے

کہا جان برادر اپنے جیتے جی نہ دون جانے
کھینگی خلق سر بھائی کا آ گردی کے کٹوایا

غرض رخصت پہ یکدیگر مین یہ الحاح و زاری تھی
کبھو جون ابر باہم منہ پہ منہ رکھ کے اشکباری تھی

کبھی مانند برق آپس مین انکو بیقراری تھی
غرض سطرح سالار دین نے انکو فرمایا

جگہ سے نہی کوئی خوف کو مارے نہ ہلتا تھا
چلے تھا نیزہ اس جا سے جہان سے تیر چلتا تھا

کوئی دیکھ انکی سر بونکو دو اپنے دو انسے ہلتا تھا
لب دریا تلک اپنے ہی ہر طرح پہونچایا

جو مین چاہا پیئے جلو مین پانی جتنے کہ بھر کر
پیا د تشنگان وہ رکھا پھیر پھر دو دم بھر کر

چلا پیاسا ہی دانتون مین مشک کہ جستو دام بھر کر
عنان کو پھیر کر مرکب کے دریا سے نکل آیا

پکاری بانگ تب لشکر مین ابن سعد ملعون نے
کہ یہ تنہا چلا کر خانہ زین سے سیکڑون سو نے

جو پہونچا مشک لیجا سیکر تو مار جا دو کر دو نے
آکے چھینے دیا تم تو سبکو قتل کر دا آیا

یہ سنکر فوج شام اُسپر گھٹا سی چھا گئی آکر — پر اُن نے بھی علم کر تیغ اُسکے سامنے جا کر
کیا جون رعد یہ نعرہ طرح بجلی کی بل کھاکر — کہ ہتونکا جگر چھنکر ہوا آنکھون سے تر آیا
کہا اتمام حجت کے لیے عباس نے اُسدم — سنو میرا سخن اے بدترین خلقت آدم
جو اس پانی کو تم ورگو تو کیا دریا سے ہوگا کم — دواب ہے کہ جس پانی سے تم نے سیر کروایا
کیا ہے بند فرزند نبی پہ آب از چار سو تمنے — جگہ رکھی نہ پیغمبر کو دکھا نیکو رو تمنے
سخن میرا یقین ہے جان لو اس مشک کو تمنے — جو خالی آب سے کی گور کو آتش سے بھروایا
سنا ناجب تو بیٹھا فوج مین وہ اشجع عالم — لگی تب صف بصف لشکر کی ہونے درہم و برہم
جدھر کو رُخ کیا کشتوں کے پشتے وان ہوے اُسدم — اُدھر خون کے بہے نالے جدھر اسکا پرا آیا
کہون کیا جس طرح چھایا تھا ابر آہن کا اسجا پہ — ستان پہ تیغ پر تیغ تھی پڑی اور تیغ پر خنجر
نجانے آہ واویلا کہ آئین کن نے دان آکر — ہوا تیغ کی اُسکے کہ دست چپ لٹک آیا
جو آئے مرد کی وہ مین مشک دست راست پر یون لیا — کہ بوند اپنے پانی کی زمین پر نہ گرنے دیا
فلک ناخوش ہوا اتنا شجاعت دیکھ اُسکی — کہ دست راست بھی اُسکا وہین شانے سے گروایا
جو تھا بھی مشک پر انسو تم نے تو کی پوچھاڑ تیرونکی — لگی چارو طرف سے ہو بارانا تیرونکی
ستم کیشون نے کی پیکان اپنی بار تیرونکی — کہ اسکو مشک اک پل مین کر غربال دکھلایا

مرثیہ

کہا اساڑ صدفی لوین جیٹھ کے مہینے سے — طپش یہ پوچھ نبی کے سرور سینے سے

کیا ہی باد پیما فلک نے کینے سے جسے نکال کر اس دھوپ مین مدینے سے

مثال آگ کے تپتا ہی کوہ اور ہامون زیادہ آنچ سی ہی گرم اندرون کی لون

سوار گھوڑے پہ باچند کس دل محزون چلا وہ جاتا ہی منھ پہ چھپا پسینے سے

وہ رو رو وان گیا آخر جہان رہا محروم تن اس غریب کا چالیس دن دفینے سے

ادا ہے شکر کیا جب وہ کربلا پہونچا کہ امر حق کا وہ لینے کو پیشوا پہونچا

دنان گذرے جب کہ سن بادیہ مین دن دوچار لگا ہر ایک سے یون کہنے عابدین بیمار

طبیب سے مری پوچھو کہ ہی یہ کیا آزار کہ اس ہوا مین کیا منع پانی پینے سے

لکھی ہی آگے یہ راوی کہ شاہ دین نے پیام دیا بجانب سرگروہ لشکر شام

غرض تو مجھ سے ہی تمکو نہین کسو سے کام رکھو نہ تشنہ لب اور ونکو میرے کینے سے

قصاص میری عداوت کا اور رکھیو عوض اس آب کے کل تم مرا لہو پیجیو

بجا ہی دل جو ہی میدان مین دور کر لیجیو تامل کا تمھین کیا ہی پانی پینے سے

مخالفون نے دیا سنکے عابدین کو جواب سبب عطش کا جو کیسا ہی تمپہ ہو تپ و تاب

اور اپنے قبضے مین ہووے اگر جہان کا آب رکھین باز تجھے ایک قطرہ پینے سے

مرثیہ

کہا یہ دل کو ہین راضی ہی کیون تو خشم بزم سر محبت تجکو شادی سے نہین الفت ہی ماتم سے

یہ دل بولا کجا شادی نہ بک اے بیخبر غم سر اوسی پامال کرایا فلک نے پوچھ عالم سے

[illegible] ماہ محرم سے

ہوئی تھی ایک شادی اب سے کتنے سو برس آگے — اگر کیجے بیان اسکا فلک نالہ و دادرس آگے
نہ وہ مجمع کو قتل و قمع کی پھر ہوس آگے — عجب کیا ہے کہ پھر رو رو کے وہ اس پا برس آگے
فلک جائیگا پانی ہو اس اندوہ و بیم سے

تھی اس شادی کی جو کچھ کار کن سو کیا بتاؤں میں — غضب آفت بلا رنج و تعب ان کو دکھاؤں میں
وگرنہ منکروں کو پاس مجھ غائب کیوں کہاؤں میں — کہیگا ہر کوئی یہ بات کب خاطر میں لاؤں میں
ہوئی کب بیاہ ایسا خلقت انسان میں باہم سے

مصیبت نے سنا جبکہ تو از راہ وفاداری — یہ بولی کام اس شادی کا آنکھوں سے کرون جاری
کہا غم سے دل عالم پہ کر مہندی کی تیاری — لگن لہو سے رکھ بھر کر نہ برپا ہے حج زنگاری
وہ رونق گر نہوئی ہو جو اب تک عہد آدم سے

غرض جب قیمت منگنی کا نشان اُس شخص کو آیا تھا — اسی شربت کی جا قسمت نے خون دل پلایا تھا
عوض مصری کی دلہن نے جگر کا لخت کھایا تھا — اور اُسکی بیاہ چوتھی کا سیاپا ان کر دکھایا تھا
کہ ایسا کچھ نہ دیکھیگا کوئی پھر ہر دو عالم سے

غم دل آ کے اُس مجلس میں یہ ترس ہو جتا آتا تھا — جگر جو تھی کو واں خون جگر اپنا کھاتا تھا
نہ سمجھو گے کسی کو آ کوئی شربت پلاتا تھا — جو اشک آنکھوں سے بہہ کر تشنگی کا منہ کو آتا تھا
سمجھتے تھے اسے بہتر وہ آب چاہ زمزم سے

نہ تھی کچھ وضع وہ شادی کی تھا حد منہ سائیکا — کہ جب طور ہو وہ دلہن کی گھر ساچق کی جائیگا

عوالِ دست و سینے کو تھا نوبت بجانیکا
صدا شہنائے نالہ تھا بجنا شہنائے کا
فغان کرنا انا تھی ... زمین کے دم سے

گل آرائش کی بجتے پہ ہو جابجا شہیدوں کے
دل پُرخون تھے شیشے رنگ کے ان برگزیدوں کے
بجائے مشعلیان نیزوں پہ سر تھے خون چکیدوں کے
اب آگے کیا کہوں احوال ان آفت رسیدوں کے
جو ٹپکے خون ہو دل سا مو نکلی چشم پرنم سے

کہوں کیا نقل مہندی کی جو مہندی لانے والے تھے
سپاہ شام کی شمشیر خنجر تیر بھالے تھے
طبق مہندی کی آس رستے مین نیزوں پہ سر تھے
زمین پر جا بجا ہر اک جگہ لوہو کی تھالے تھے
زمین ٹپکے تھا خون ہر ایک جا تن بے بیدم سے

لگا نا شہ کی قسمت سے کب اس مہندی کا ملنا تھا
قبیلا دیکھ دیکھ اسکو تڑپ اسباب ہو ملتا تھا
نظر کر رنگ مہندی کا جگر دولہن کا جلتا تھا
ز سر تا پا تن اسکا آتش غم سے گھلتا تھا
مقابل تھی دلہن اس رات شمع بزم ماتم سے

طواری مین جو نوشہ کی اصول شادی آئے تھے
فلک کو سینہ و زانو و سر غم مین بناتے تھے
صدا ہر نوحہ گر کر وان بدھاوا دو شہانے تھے
یہ نوبت اور نوبتی نکو شور و غل مچاتے تھے
کہ لرزتی تھی زمین ہر آن سینوں کی دھمادھم سے

دلوں کی آہ آتشبار چھٹنا تھا انار و نکا
جو قطرہ اشک کا تھا گنج تھا شعلہ ستاروں کا
ہوا نالہ تھا ہر یک سان غریب بیچاروں کا
بیان کس منہ سے کیجے اور حال ان بیقراروں کا
جو رحم انکو تھے زیادہ تر بھبو جلنے کے تھے وہ دم سے

سواری جلوئی کا اسلوب غوغا حشر کا سا تھا | ہر اک رن میں جھومتا نیزہ پہ سر دولہا کا جاتا تھا
غبار اور گرد میں سہرے کا بکھرا رشتہ کیسر کا تھا | نہ تھا کچھ بیاہ وہ آفاق میں اک فتنہ برپا تھا
کہ جسکی شادی بدتر تھی الم سے غم سے ماتم سے

کہوں میں کس بیاں سے حال اس شادی کی مجلس کا | مشابہ وہ بغیر از مسلخ قصاب ہو سکتا
پڑا تھا ٹکڑے ٹکڑے ہو دولہا پہ تن ہر ایک یکس کا | زمیں پہ ہر طرف جاری تھا خون حلق جس تس کا
یہ مجلس اور وہ مسلخ تھی آپس بیچ ہم تھم سے

جو شربت بزم میں پوچھو تو آب تیغ قاتل تھا | غنا آواز تھی نہ بو جکی رقاص بسمل تھا
گلے میں ہار اسکے زخم شمشیر حمائل تھا | گرا از خون جو دہن تھا پان کھاتا انکے مقابل تھا
یہ بزم و حشر کچھ باہم نظر آتے تھے توام سے

یہ بند عقد شادی کی بندھی دولہا دلہن کے گھر | تب ایک کٹ گیا زنجیر میں دونوں کا سراسر
منڈوا یہ تھا کہ غم چھایا کیا آفاق کے دل پر | چڑھایا نیل دولہا کو لہو سرتاقدم مل کر
بندھا طرہ جو اسکے سر سو وہ نیزے کی پرچم سے

جو قیمت آرسی مصحف زمانے کی یہ دن میں ہے | کہ دولہا رونمائی جان دے اور دولہن ہے
سر نوشتہ تو نیزے پہ ہو خاک و خون میں تن ہے | کہ گھل جاوے یہ سنکر حال جو دل مثل آہن ہے
جفا و جور جیسا اس پہ گذرا چرخ اظلم سے

ستم کی تیغ سے سب تربا دولہا کا جب ٹوٹا | پھر اسکے بعد لشکر شام نے دولہن کا گھر لوٹا
جفا کیشوں نے آرایش غلط اسطرح سے لوٹا | کہ تن کے کپڑے دے کوئی نہ دست ظلم سے چھوٹا

گزری گاڑھا ٹلک چھوڑا نہ لے تنزیب وشبنم سے

مرثیہ

نئی یہ شادی بیاہ کی کسکی تو نے فلک اُٹھائی ہے
کس دکھیارے کا ہے جایا کس دھیا کی جائی ہے
سر چھاتی نقارے ہین فریاد و فغان شہنائی ہے
سوز جگر ہے آتشبازی ہر ایک آہ ہوائی ہے
آرائش کے تختون اوپر بیاہون مین ہو شمع و چراغ
اُسکے بدلے یان ہر ایک کی چھاتی پہ لاکھون داغ
عجب طرح کا وقت سواری نوشہ آگے پھولا باغ
روشنی کے جھاڑ دیکے بدلے گھر کو آگ لگائی ہے
نوشہ کے ہمراہ براتی وہ جو پیچھے آ گئے ہین
اپنے اپنے لہو سے اُنکے سب کے سوہے با گئے ہین
گھنہ بیٹین ہین سر اپنا گہ خاک اُڑانے لاگے ہین
لوگ کہین یہ دولہا ہے یا لوتھ کسیکی آئی ہے
جلوے کی رات اور دونکے گھر مین ہنس ہنس دلہن سنوارین ہین
ناک سے نتھ ماتھے سے مینا رو رو کے اُتارین ہین

دولہا کے مکھڑے پر دیکھو سبھی لہو کی دھاریں ہیں
جوں کفنی کر چاک گریبان خلعت بر میں پنہائی ہے
ابتک دیکھا ہے یہ کسی نے بیاہ کی شادی کا معمول
یاں جو پھل میں سو چھید ہر کے پھول جو ہیں دولہا کی بھول
صندل کی جا ہر تن دھن نے اپنے ملی ہے دھول
ہاروں کے بدلے اب ہر اک نہ زنجیر ہیں کر آئی ہے
تڑپ تڑپ کر پڑا ہے جیسا سر کٹے رن دولہا کا تن
لہو کی چھینٹوں سے وہ جاگہ ہوئی ہے گویا رشک چمن
سمجھو ہو یہ کون ہے دولہا یعنی قاسم ابن حسن
چاؤ سے جسنے تیغ کی یہ پھولوں کی سیج بچھائی ہے
مائیں بولی دولہا کی اب لوہو کے آنسو بہتے ہیں
بنا بنی آپس میں کیسی یہ دوری کے دکھ سہتے ہیں
بانجھ پڑی جنگل کے بیچ کھیر و چک آ گھر رہتے ہیں
پھر تم نے منہ کیا نہ ادھر جب سے پیٹھ دکھائی ہے
میں دکھیا جا کس سے پوچھوں کون بتادے ہاے پسر
بیدروں سے میں نہیں ہوں واقف ڈھونڈھنے جاؤں تمکو کدھر

نکلوں یاں سے میں کسکو لیکر ساتھ اپنے رہبر
لوگ کہینگے ماں قاسم کی گھر سے باہر آئی ہے
غرضکہ جسدم ماں قاسم کی رو رو کرتی تھی یہ بین
خلقت چاروں عنصر کی سیماب کی صورت تھی بیچین
ہو نہ جنسے پرسا ہووے ایسے تھے وہ کس کے نین
ان باتوں نے دنیا غم کے دریا بیچ ڈبائی ہے

مرثیہ

داد بیداد از دست فلک دوں پرور
صورت کار جہاں دیکھو سوئے پر
جو بلا برہیں محمد کے سوا اُسکا تن پاک
کسکے دور اہل حرم کرکے گریباں کو چاک
اُسکی عترت کے کہوں کیونکہ ہیں ٹٹی کا حال
پاک کرنیکے لیے اشک نہ چھوڑا رومال
نکوئی مونس اُنھوں نکے نہ کوئی ہے غمخوار
رو رو ہنے کیطرف لاکے یہ دن ہیں صدبار

سر اُنھوں کے جو کہلاتے ہیں درج کے سرو
تن کی زخموں کی طرح خندہ زناں سوتے ہیں
آج بی سر بریدا دشت میں آلودہ بخاک
ہو کے سر اپنے پراگندہ کناں روتے ہیں
نہیں دست میں انگشتر و پا میں خلخال
مثل شبنم وہ مصیبت زدگاں روتی ہیں
کہ کریں درد دل اپنے کو کسی سے اظہار
اسطرح سے غم دل کرکے بیاں روتے ہیں

بدن پہ زخم ستم رن مین جب اُٹھائے حسینؑ
گری پہ ہوکے زمین پشت زین سے ہائے حسین

اُٹھا کے سر یہ کہا تب کہ اے خدائے حسین
جو کچھ کہ تیری رضا ہو سو ہے رضائے حسین

چنانچہ یون ہے روایت کہ بعد قتل امام
دیا یہ نعش کو روح الامین نے آکے پیام

کہا ہے حق نے سو گند تجکو بعد سلام
جو کچھ حسینؑ کہے دو ون مین خونبہائے حسین

دیا جواب یہ اُس نعش نے معاذ اللہ
وہ مین ہون خاک سے جسکے جو سر بجا گیاہ

اُٹھ گئے اور اسکی تئین کاٹین پھر آکے یہ گمراہ
تو کبریائی سے اسکے نہ منھ پھرائے حسین

جفائے چرخ مجھی پر نہین ہے تنہا کچھ
پیمبران سلف پر ہوا ہے کیا نکیا کچھ

عوض مین اُسکی کسی نے کبھو نہ مانگا کچھ
اس امر مین نہین طاقت نہ بان ہلائے حسین

ہوا ہے آرہ سے دو ٹکڑے زکریا کا تن
دیا ہے کھینچ کے عیسی کو دار رنج و محن

تمھین یہ کہتے کٹاتا اگر نہ مین گردن
کہ سب ہین تابع مرضی حق ورائے حسین

دیا مین اسلیے سر زیر خنجر بران
کہ روز حشر کہین مجکو یون نہ محشریان

تو ابعین رضائے خدا جہانین سے ہان
کھڑا ہے آج سے وہ حبیب سر لوائے حسین

پر اس عطا سے کبھی منھ پھیرنا ہے سوء ادب
تو نہ یہ امر کہ امت کو بخشوائے حسین

یہ سن امام سے روح الامین بہر دم سرد
چلا یہ عرش کو کہتا ہوا بہ روز نبرد

حسین جان گرامی فدائے امت کرد
ز راست ہمت اگر جان کند فدائے حسین

بحق شاہ شہیدان ذبیح تیغ ستم
الٰہی غم نہ ہو سودا کو جُز حسینؑ کے غم

مرثیہ

مین تمسی کیا کہون یارو یہ کیا سحر ہے آج　　کہ زیر چرخ جسے دیکھو چشم تر ہے آج
ہر ایک سمت جہا نمین یہی خبر ہے آج　　سوم نبی کے جگر کا نگر نگر ہے آج
جو پہول باغ مین ہنا آج ہین سو اُسکی بھول　　ہے نرگس آج پیالی کا ارجی کے جھول
صلواۃ بھیجے ہے بوٹی بھی اُسپہ ہو کے ملول　　چمن مین جو کوئی بلبل ہے نوحہ گر ہے آج
سکھے ہے دادی جا انسو زراب باین آئین　　سوم کو روز شہ دین کی ابن سعد لعین
کہا بلاکی یہ سر گروہ ہاے شام کے تئین　　اُٹھاؤ خیمے کہ یان سی مرا سفر ہے آج
زنان جتنے تہے وہ مظلوم تہے کر اُنکو اسیر　　جدا جدا کیا ہر ایک کے تئین زنجیر
سوار کر اُنھین اونٹو نپہ بولے وہ بے پیر　　چلو شتاب ہمین عزم مبشر ہے آج
جو گذری اُنپہ صعوبات رو کہون سو کیا　　کہ تھا ہر اُنکو یہ تا بازگشت حشر بپا
تمام روز و شب ایسی ہی گذری تھی انتہا　　بیان جسکا سبہوں کی زبان پر ہے آج

مرثیہ

خامہ ام حرفے حکایت می کند　　غم بدلہا کار آفت می کند
عالمے را ابر غارت می کند　　گریہ بے حد و نہایت می کند
برق چشمک زن اشارت می کند

بشنو از نے چون حکایت می کند

شاہ دین نے جب مدینہ چھوڑ کر ۔ کربلا کے عزم پر باندھی کمر
تب کہا ہر دوست سے با چشم تر ۔ حق نے یون چاہا نہ تھا قصد سفر
سب سے یہ بندہ چلا شاکر مگر
از جدائیہا شکایت می کند

میرے جلنے کی خبر جب تک سنو ۔ درگذر خط لکھنے سے مت کیجیو
بھول جانا تم نہ دو رافتا دون کو ۔ پر اٹھا کر جب قلم لکھنے لگو
بھر کے آہ سرد یکدیگر کہو
بشنو از نے چون حکایت میکند

جد کے جا مرقد پہ بولا پھر امام ۔ دلمین تھا زیر قدم ہو نین تمام
دہر نے چاہا نہ یان میرا قیام ۔ شکوہ ہر چند اس سے کرنا ہی حرام
پر یہ دل آزردہ اے خیر الانام
از جدائیہا شکایت میکند

مین تو ہون سب طرح راضی برضا ۔ پر تاسف ہی تو اتنی بات کا
راقم تقدیر جب سے لکھنے لگا ۔ خامہ لیکر میری قسمت کا بدا
کیون نہ اُن نے تجھسے اتنا کہدیا
بشنو از نے چون حکایت میکند

عرض یہ کرتا ہے شبیر غریب — کہ مرخص جلد اے حق کی حبیب
کربلا تا ہو پہنچے یہ محنت نصیب — صبر نے سر میں نہ خنجر میں شکیب

اب ہم ہیں اک بحالات عجیب
از جدائیہا شکایت میکند

نصف شب گذری کہ از سوئے فلک — وارد اک محل ہوا واں یک بیک
صاحب محل نے سر اپنا پٹک — بولی اے فرزند سینے سے تنک

اٹھکے لگ میرے کہ یہ دل آج تک
از جدائیہا شکایت می کند

اے کہ ہے ترا یا میں تجھپر جون سپند — غم نہ کر اس امر میں دکھ لیکے پسند
سر ہوا نزدیک حق میرا بلند — شکوہ تجھ دل ہی کو ہے اے دردمند

مجھ سے جو پوچھو تو میرا بند بند
از جدائیہا شکایت می کند

مرثیہ

بنے قاسم کو منھدی بھی لگانیکی ندی فرصت — سوائے عقد سہرا بندھانیکی ندی فرصت
بنے کو داغ دولہا سے بنانیکی ندی فرصت — غرض اک آن گردش نے زمانیکی ندی فرصت
بنا یہ وہی یارو دلہن کی رات کا مارا — پڑا جو دشت غربت میں وطن سے ہو کے آوارا

کسو کو اسکی شادی مین پلی دی نہ ذرہ نقارا — فلک نے جز سر سینہ بجانیکی ندی فرصت

چلا جب وان جہان سے آئی نہ پیغام قرنامہ — نشان آستین دی نہ یہ لگا وہ پھاڑکر جامہ

اجل نے یہ کیا دیکھ اسکو دولہن سیاتہ ہنگامہ — کہ چلتے وقت چھاتی بھی لگانیکی ندی فرصت

کرون کیا ذکر اُس غنچہ کو گھر شادی کے آنیکا — بغیر از زخم کیا ند کو رتھا وان پان کھانیکا

وہ جھوٹا ہی کریگا جو بیان شربت پلانیکا — کسو کے حلق مین پانی چوانیکی ندی فرصت

نہ تھی شادی نبی کی آل کی خانہ خرابی تھی — جو آیا اسمین مرنیکی اسے اپنی شتابی تھی

نجانی کس لیے اتنی اجل کو اضطرابی تھی — کہ دولہا کو دولہن کی بیاہ لانیکی ندی فرصت

جو مہمان آئے تھے اس بیاہ مین کھانیکو کھانے — تڑپ کر پیاس کے مارے دیا جی سب نے بن پانی

فلک نے آج تک کی جگت مین آ کی شہزادانی — بدا وا ایکدم شادی مین گانیکی ندی فرصت

لگی ہے غم سے اس شادی کی آگ اس طرح چھاتی کو — جلاوے جس طرح کوئی دیلے کی بیچ باتی کو

عجب شادی ہے جسمین غم نے نوشہ کے براتی کو — بغیر از زخم تن تک مسکرانیکی ندی فرصت

جب آئے اقربا سب زیر تیغ و دشنہ و خنجر — جھکے تب لامان نوشہ پہ شمشیر و سپر لیکر

گیا باوصف تنہائی کی یہ بھی اس طرح ابتر — کہ اُنہین سر کسیکو ہاتھ اُٹھانیکی ندی فرصت

دیا گشت اس طرح نوشہ کو زیر گنبد گردان — شتر کو آگے سر اسکا چلے نیزہ پہ سکے دو زبان

چڑہین اُن اشتر و نیر سے جنین جنگی نہ تھا پالان — دولہن تک سے نیچ محمل کی بٹھانیکی ندی فرصت

مرثیہ

دیکھکر صبح کو مین مضطرب الحال نسیم — پوچھا کیون ڈھونڈھتی ہو آج تو ہفت اقلیم
بولی مسلم کے سنو ہونگے وہ دو بچے یتیم — ایک کا نام محمد تھا دوم ابراہیم
باپ کی بعد وہ تھی کوفے مین قاضی کے گھر — قاضی نے قتل کی مسلم کے سنی وان جو خبر
روکے انسے یہ لگا کہنے کہ سنتے ہو پسر — ابن مرجانہ ملعون ہے یہ سخت لئیم
پھیری ہے اُن نے منادی کہ پسر مسلم کے — جسکے گھر مین یہ سنونگا کہ وہ بیٹھے ہین چھپے
غارت و قتل سے وہ صاحب خانہ نہ بچے — پس مناسب نہین اس شکل مین تم یان ہو مقیم
قافلہ کوفے سے جاتا ہے مدینے کے تئین — واں سے بہتر کوئی جا گہ تمھین اب و نہین
جا کے ساکن ہو تم اس جا کسی گوشہ مین کہین — تاکہ کیا فر ملعون ہو وہ اصل بہ جحیم
غرض اس قافلے کی شب وہ ہو بچے تھے ہمراہ — صبح بھی ہونے نہ پائی کہ انھین بھولی راہ
مین انھین ڈھونڈھتی پھرتی ہون تما ہو تباہ — ہو نہ جاوین وہ دو معصوم گرفتار غنیم
قافلہ اسمین چلا جلد قضارا ناگاہ — رہ گئے پیچھے وہ معصوم گم انسے ہوئی راہ
ہو گئی صبح تو اک نخل مین لی وہ پناہ — نیچے اس نخل کے اک آب کا چشمہ تھا قدیم
وارد اس جا ہوئی آکر زن حارث کی کنیز — اسکی بی بی رکھتی تھی آل محمد کو عزیز
پانی مین دیکھکے جو عکس کیے اُن نے تمیز — آئی وان اسکو نظر شکل دو خورشید عدیم
دیکھکر انسے کہا ان نے کہ صاحبزادو — ہو گئے تم کون نشان اپنے گھر انکا دو
کس لیے آن کے اس نخل تلے بیٹھے ہو — کونسی تمپہ کہو ایسی مصیبت ہے عظیم
سنکے بولے کہ دو فرزند ہین مسلم کے ہم — باپ کو فے مین موا آکے تہ تیغ ستم

نہ کوئی دوست ہے اپنا نہ کوئی ہے ہمدم — آسرا ہمکو کسی کا نہین جز رب کریم
تب کہا اُن نے کہ تم پر سے مین جاؤن قربان — ایک بی بی ہے مری تم پہ نثار و دل و جان
چلکے تم گھر مین ہو اُسکے کوئی دم مہمان — رکھیگی تمکو نہایت بتواضع تکریم
غرض اُس جا مین جو وہ خادمہ تھی تھی سخن — گویا آئی تھی قضا اُنکو ہو صلوت زن
لیگئی بی بی کنے زادونکو بصد امن — کہا اُس سے یہ معزز ہین کر اُنکی تعظیم
پوچھا خاتون نے یہ ہین کون جو آئے ہین یان — تب کیا جاریہ نے صورت احوال بیان
سنتے ہی سب بی بی قدم پر گری ہو کر گریان — پاس لے بیٹھی اُنھین کر کے سلام و تسلیم
پھر لگی کہنے کہ دن آپکو مین تم پہ فدا — ہو جو حاجت کچھ اگر تمکو تو دیجے فرما
بولے یہ ہمکو مدینے تو اگر دے بھجوا — اجر مین اُسکے خدا دیوے تجھے باغ نعیم
کہا اُن نے کہ یہ حاجت ز دل و جان ہے قبول — بھیجنے کا تمھین ہو جائیگا وان تک کے حصول
ما حضر کیجیے کچھ نوش دل اپنا رکھیو ملول — کر دیے اطعمہ یہ کہہ کے اُنھون کو تقسیم
کھانیکو جسگھڑی خاتون نے اُنھین کھلوایا — فرش خواب اُنکے لیے حجرے مین جا بچھوایا
کر کے چپ اُنھین اُس فرش اُوپر سلوایا — آگے کہتے ہین یہ راوی بروایات ضمیم
تھی تردد مین مدارات کے وہ خاتون — کہ ہوا وارد اُسی آن مین حارث ملعون
یہ کہا زن سے کہ مشوش تجھے کیون پاتا ہون — نہین بے چیز کہ تشویش مین ہو تجھسی فہیم
قطع کر اُسکے سخن کو یہ دیا اُن نے جواب — تھا کہان صبح سے تو اب تئین اے خانہ خراب
بولا مین صبح سے تا شام یہ کھینچا ہے عذاب — ہو گیا آج کی شب جسکے سبب سے مین سقیم

آج کوفے سے کیا بیٹون نے مسلم کے فرار
اُنکی تالاش تجسس مین یہ پایا آزار

ملو وہ اسپ جسے دیکھے لیا سو دینار
ساتھ پہونچا نہ مرے کوئی جلودار یتیم

سُنکے وہ موذی بولی کہ سنے ہے کمبخت
بیٹے مسلم کے تمہارے جگر کے ہین لخت

نار مین ڈالے ہے کیون اپنی قامت کا رخت
تیرہ کرتا ہے عبث اپنی تو بختون کی گلیم

اُس لعین نے کہا ان باتون سے تجکو کیا کام
جلد لا واسطے میرے تو جو حاضر ہو طعام

ہم سپاہی ہین سمجھتے نہین کچھ دین اسلام
کام وہ کیجئے حاصل ہو کہ جس سے زر و سیم

زن بیچارہ غرض کھانیکو آگے لائی
زہر مار اُن نے کیا جب تو اُسے نیند آئی

چارپائی کو منگا اُن نے وہین بچھوائی
سو رہا اُس پہ وہ ملعون بچھا فرش ادیم

آگے یون راوی جانسوز کرے ہے گفتار
دونون بھائی جو وہ سوتے تھے بیک حجرہ تار

ایک نے نین سے جگا دوسرے کو رو کر زار
کہا آتا ہے نظر صبح پہ گردون ہے دو نیم

خواب مین دیکھے ہین مین نے کہ رسول مقبول
کہتے ہین باپ ہمارے سے تہے دل نے قبول

کیون کیا یہ کہ دو فرزند دل و جان سے ملول
پھر تو حیران و پریشان بہ بہات عظیم

یہ سخن سنکے سراسیمہ ہوا اُن نے بھی کہا
خواب مین نے بھی یہی اے جان برادر دیکھا

ایک سے ایک گلے لگ کے رونے پھر ایسا
کہ ہوا خواب سے بیدار وہ ملعون لئیم

ہو پراشفتہ زن اپنی سے لگا کرنے سخن
لے وہ غلباز چراغ اٹھکے تو کر لا روشن

تاکہ معلوم کرون مرد کوئی ہے یا زن
کسکی آتی ہے صدا کون ہے اس گھر مین مقیم

زن بیچارہ نے اُسکو نہ دیا سُنکے جواب
لایا اُٹھکر وہ چراغ آپ ہی با چشم عتاب

حجرے مین دیکھو دو طفل ہین شاک مہتاب | اشک آنکھون سے روان اُنکی مثال تسنیم

دیکھ کر اُنسے کیا حارث ملعون نے سوال | کون ہو تم جو یہان چال قیامت ڈال

اُس لعین کو بھی اُنھون نے جو کیا دست خیال | بولے ہم دونون ہین مسلم کے ستم دیدہ یتیم

قہقہا مار لگا کہنے سنا یہ جس دم | یار در خانہ و من گرد جہان میگردم

آخرش دونون کے گیسو مین گرہ دیکے لعین | مارا ایک ایک طمانچہ نہ خدا کا کر بیم

در کو اُس حجرے کے محکم کیا دے کر زنجیر | سو رہا اپنی جگہ آن کے پھر وہ بے پیر

آخر کار کہ جسوقت ہوئی رات اخیر | لیچلا صبح اُنھین مارنے کو دن وہ لئیم

دوڑی وہ منہ ردتی ہوئی اسکے دنبال | لگی کہنے کہ نکر قتل کا انکے تو خیال

دین کے واسطے دنیا کے نکھو تو جنجال | اے شقی و لعین ترک کچھ بھی خدا کا ہے بیم

باز اس فعل سے آ ان خدا کے جلاد | عاقبت اپنی نہ کر واسطے زر کی برباد

سنکے یہ حرف برآشفتہ ہوا بد بنیاد | ماری شمشیر کہ پہونچے وہ بجنات نعیم

مرثیہ

خلقت نے شکل جون نہ تو خاک سے ملی | دنیا کی حیات کب ہے جون گل کی ہو کلی

ہر شہر کوچہ کوچہ دہر دہ لگی لگی | وا حسرتا جہان ہے تو دان وا مصیبتا

غم ہو گیا ہے جس وقت ملک کے دلو نکا قوت | مارا پڑا ہے رن مین اک اسیر کا آج پوت

شیعون کے درمیان جو کچھ آجاے ہے سکوت | ہوتا ہے امر غیب کہان وا مصیبتا

کٹتی ہی اہل بیت کی یوں صبح و شام راہ | منزل کی پوچھنا انھیں ہر ایک گام راہ
روے زمین پہ یاد محزون تمام راہ | مانند طفل اشک دوان [illegible]

مرثیہ

سن ای گردون اگر تو دون نہوتا | تری گردش سے شہ محزون نہوتا
مدینے سے کبھی بیرون نہ ہوتا | اور اسکا کربلا میں خون نہ ہوتا
نہ جاتے اسطرح کوفے کو حیدر | بلاتا ابن ملجم بھی سمجھکر
نکرتا قتل شاہ دین مقرر | جو تھا سر پہ وہ مفتون نہ ہوتا
نہ روتیں حضرت خاتون جنت | نہوتی اسقدر آنپر مصیبت
ان آنکھوں سے کہوں کیا بیمروت | رواں یوں چشمۂ جیحون نہ ہوتا
کہے ہیں شہربانو آہ بھر کر | ڈبایا سعد کوفی نے مرا گھر
ہوا جو کچھ کہوں کیا میرے سر پہ | نہوتا یہ جو وہ ملعون نہ ہوتا
نہ مرتا اکبر و اصغر بیچارا | نہ جاتا جنگ کو قاسم دولارا
نہ لٹتا ہاے یوں خیمہ ہمارا | جو فوج شام کے مقرون نہوتا
جو باز آتا فلک جور و جفا سے | خجل ہوتا نہ حضرت مصطفیٰ سے
نکرتا یہ بدی آل عبا سے | ترا کاسا اگر واژون نہ ہوتا

مرثیہ

شام جب اہل حرم ہوکے گرفتار چلے
چشم گریان دل بریان جگر افگار چلے
دیکھ مقتل کیطرف کرتے یہ گفتار چلے
مرنیکو تم جو چلے کیون نہ ہمین مار چلے

کس سبب کرنیسے جو ہم سے تم منھ موڑا
خنجر و تیغ و تبر کا تو نہ تھا کچھ توڑا
مگر اسدن کے لیے تم ہمین جیتا چھوڑا
اسطرح لیکے ہمین قوم ستمگار چلے

ہم سلوار تو ہیں ایسے کہ نہین جنکے حجاز
ہم سے نزدیک اجل اور سفر دور دراز
ناتوان زین عبا جس سے نہ نکلے آواز
کھینچتا اونکی مہار آگے وہ بیمار چلے

پا برہنہ ہیں وہ اور راہ پر از خارستان
کانٹے چبھ چبھ کے سراک تلوے سے ہے خون روان
بسکہ بیمار ہے بدن اسکی اتاب نہ توان
گاہ بیہوش کبھی ہوکے وہ ہشیار چلے

ظالمون نے یہ جفا اور ستم ہیں کیے
سوطرح عابد بیمار کو آزار دیے
جسکی ہم آرزو ہین کرتی تھی جینے کیلیے
سو وہ یون گریہ کنان زیست سے بیزار چلے

ہجر کا بسکہ انہیں تھا رنج الم اور سبہ کمال
وائے افسوس پدر مبدم اسکا ہے مقال
راہ چلتے ہیں یہ سکا ہے نقاہت سے حال
لڑکھڑاتا ہوا یون زخمی سرشار چلے

اس سفر مین کسی کو اب ہے کسکی ہے غمخواری
کون ایسا جو غریبونکی کرے دلداری
ایک عابد سو گرفتار غریب آزاری
یون تمھین چھوڑ کے بے یاور بے یار چلے

قتل کر تیری جگر گوشونکو شامی بے پیر
اس مصیبت سے نہین آج کو دن کرکے اسیر

کہیں کے طوق گلے ڈال کہیں کے زنجیر
شام کو لیگئے ہین شکل گنہگار چلے

کرکے منہ سوے مدینہ پھر یہ پکاری زینب
یا محمدؐ جو بلا بر ہین تری روز و شب

تن نازک پہ اسیر کرو اٹھا یہ غضب
تیر و خنجر تبر و دشنہ و تلوار چلے

مرثیہ

بولی ہین مرغ چمن آج کہ نالان ہین ہم
کہتے ہین گل کہ سدا چاک گریبان ہین ہم

ہے یہ سنبل کو زبان زد کہ پریشان ہین ہم
نرگستان کا سخن یون ہے کہ حیران ہین ہم

جائے ماتمیان ہے تبھی نیلو فر
آتش غم سے ہے لالے کا نئے بٹھ داغ جگر

قمری کو سمجھو کہ اخگر ہے تہ خاکستر
سرو کہتا ہے یہی آہ گلستان ہین ہم

نظر آتا نہین یہ خوشہ بتاک انگور
باغ کا آبلہ غم سے ہے ہوا دل معمور

جگر غنچہ کو ماتم نے کیا چکنا چور
گل پہ شبنم یہ کہتی ہے کہ گریان ہین ہم

صبح کو باد صبا ڈالی تھی سر پہ خاک
سینہ ہے آج سبھی پھولونکی کلیونکا چاک

جسکو دیکھین نہین سے پوچھا کہ تو کیون ہے غمنا
بولو وہ تعزیہ داران شہیدان ہین ہم

شاخ زبرگ پہ غنچے کے ذرا کر تو نظر
سر حسینؑ ابن علی کا ہے لو نہین نیزے پر

کہتے ہین اہل حرم بے خبر اے پیغمبر
تجھ تئین آ نہین سکتی کہ اسیران ہین ہم

ہم سمجھتے تھے کہ ہم ہین گل باغ نبوی
گردش چرخ نے یہ ہمسے بدی ایسی کی

جھٹکا دامن کو تئین ان نے طرف جسکی لی
دشت غربت مین مگر خار مغیلان ہین ہم

اس مصیبت مین انہین پانی کہانسے لاوین | ہین یہ وہ لوگ محمدؐ سی شہ جو شہر یاوین
چشم پوشی وہ کرے جسکی طرف ہم جاوین | گویا اس بادیہ مین یکہ بیابان ہین ہم

مرثیہ

اشجار غم سے جھک گئے برگ و بر صبا | گل شبنم الم سے ہوئی چشم تر صبا
پھر کس خوشی سے کرتی ہی تو اب گذر صبا | سیر چمن کو آج سے موقوف کر صبا
ہی گلشن جہان مین قیامت کی اب سحر | غنچے ہوئے خموش گریبان کو چاک کر
جائے عبیر ملتے ہین گل گرد منہہ ادہر | بلبل کا آہ و نالہ سے تڑپے جگر صبا
گلزار فاطمہ کا مین احوال کیا کہون | ہر اک سخن سے دم بدم آتی ہی بوئے خون
تیغ ستم سے کاٹ گئے وہ دنی دون | چھوڑا نہ باغ دین مین کچھ خشک و تر صبا
پانی بغیر سوکھ گئے سب وہ نونہال | ہر اک طرف پڑی ہین کٹی انکی ڈال ڈال
ہی کس ستم سے مزرع ایمان پائمال | ٹک اس جفائے چرخ پہ بھی تو نظر صبا
ابن علی کا ہی گل زخم سے بدن | سینے کو اسکے دیکھ کے ہی تختۂ چمن
گر پاس ہین ترے تجھکو تو اب مان یہ سخن | خاک اپنے سر پہ ڈالتی پھر دربدر صبا
سیر چمن کا وقت ترے کونسا ہی آہ | عالم بچشم عالمیان ہو گیا سیاہ
جا دیکھ رن مین تو محمدؐ کی بوسہ گاہ | خنجر سے اب ستم کے لہو مین ہی تر صبا

مرثیہ

ابر رونیکا اوٹھا ہی آج کہساروں کے بیچ — ساغر خون جگر چلتا ہی میخواروں کے بیچ
خاک سر پر کرتے آئی مست ہشیاروں کے بیچ — گھر گیا باغ رسالت کا وہ گل خاروں کے بیچ
یعنی ابن ساقی کوثر ستمگاروں کے بیچ

ابر روئیگا سدا میخوار پینگے خون کی جام — ہوشیار و مست سر پر خاک ڈالینگے مدام
ساقی کوثر کا بن پانی ڈبایا گھر تمام — حیف اہل قبلہ سے صادر ہوا یا رو وہ کام
الحذر جس کام سے کرتے ہیں کفاروں کے بیچ

نور چشم مصطفے سے ہی یہ امت کا معاش — خویش فرزندوں کا اُسکے کر دیا تن پاش پاش
بھائی کی اُسکی تڑپتی ہی لب دریا پہ لاش — اب تنہا جسطرف کرتا ہی پانیکی تلاش
تیر باران اُسپہ ہی ہر سو کمانداروں کے بیچ

فاطمہؓ کہتی ہیں رو رو نالہ و فریاد سے — یہ ستم باہر ہیں دیکھا عالم ایجاد سے
یا نبی تم پوچھیو محشر میں ہر جلاد سے — تشنہ لب مارا گیا ہی گردن اس بیداد سے
جز حسینؑ بیگنہ کوئی گنہگاروں کے بیچ

کیا کہا شقیوں نے اس بیجرم نے جو حرف بند — کیوں جدا اُسکا کیا ہی بند سے ہر ایک بند
جسگھڑی کافر بھی کاٹی ہیں گلو پر گوسپند — اُسکو بھی پانی پلا دیتا ہی کوئی دردمند
ذبح پیاسا ہی ہوا وہ اتنے دینداروں کے بیچ

آزمائی آل پہ تیری برش شمشیر کی   رد بیعت کے گنہ پر اسقدر تعزیر کی
طفل ششماہہ پہ ثابت کونسی تقصیر کی   اتنے خاطر پھوڑی حلق اُسکی پیکان تیر کی
گئنے تا اُسکو بھی تیغ جور کے ماروں کے بیچ

رووں میں اصغر کو یا اکبر کو بیٹوں یاد کر   آ گئی چھوٹے بڑے سارے تہ تیغ و تبر
اپنی آنکھوں نسی لہو کیونکر میں پوچھوں ای پدر   اب تلک اُنکو جو وہ تھی میری دلبند و جگر
جم رہا ہے خون ناحق اُنکی تلواروں کی بیچ

بیوہ زن کتنی جو باقی ہیں سو اُنپر یہ غضب   سر پہ نے چادر کسی کی ہے نہ چہرے پر نقاب
بے حجاب اونٹوں پہ جاتی ہیں میان آفتاب   دکھ وہ ہندونکو سو اگر دُ انکو اگر عالیجناب
نے ہلو داروں میں ہے کوئی نہ غمخواروں کی بیچ

میں بیان کیا کیا کروں اس آفت ناگاہ کے   دنکو وہ چلتی ہیں صدمے کھینچتے ہیں راہ کے
رات پابندی کی خاطر میری ہمدرد خواہ کے   جز و شیرازی میں ہوویں جو کلام اللہ کے
ایک ہی زنجیر ہے اتنے گنہگاروں کے بیچ

نسے جو مستورات تو ذہا رہی لی ایسا نہیں   لیچلے ہیں شام بیکس کر انہیں اعدای دین
جتنے وارث تھے ہوے وہ طعمۂ شمشیر کین   بچ رہا ہے قتل سے جو شخص یعنی عابدین
سو وہ کچھ حالت سے اُسکی ان دلافگاروں کی بیچ

مرثیہ

کشتہ گردید ز جور فلک بی ادبی — تشنہ لب بر لب دریا شہ عالی نسبی
با رفیقان و عزیزان شہادت طلبی — چہ بگویم بتو ای دل کہ ز قوم عربی

بادشاہے عجبے بود وسپاہے عجبے

کیا بیان تجھ سی کرون اب مین جسی لای غم و درد — جو جگر گوشۂ حیدر پہ ہوا روز نبرد
خویش و فرزند و رفیق اوسکی گئے فرد افرد — یاد مین اوسکی یہ کہتا ہون مین بھر بھر دم سرد

بادشاہے عجبے بود وسپاہے عجبے

شہ ہفتاد و دو تن اور عدو جمع کثیر — جان شیرین دی ہمیت اپنی صغیر اور کبیر
دیکی یون سر کو شہادت کا لیا تاج و سریر — دفتر غم مین یہ تا حشر کرینگے تحریر

بادشاہے عجبے بود وسپاہے عجبے

مرضی حق سی تو اکرم تہا ادہ با ہر — سرفرازی اوسی سمجہا جو ہوا نیزے پر
لذت تشنگی بہی اوسکو شراب کوثر — جیسا وہ آپ غرض ویسا ہی اوسکا لشکر

بادشاہے عجبے بود وسپاہے عجبے

ہر جوان کی مین کہون اونکی عطش کا کیا حال — سینہ تیر و تنسی پڑا ماہی بی آب کا جال
وہم ناقص مین تو اونکی ہی گذری ہی خیال — ہر نبی کرتا ہی کہی حق کہ محمدؐ کی یہ آل

بادشاہے عجبے بود وسپاہے عجبے

ہے روایت کہ ہوا جنگ کا جب سدم اتمام ۔ شمر ملعون یہ لگا کہنے کہ اے مردم شام

رہیو شاہد جو ہوا آج کے دن مجھ سے کام ۔ سر یہ کاٹا ہے میں جس کا مجھے ملا انعام

بادشاہے عجبے بود و سپاہے عجبے

نیشنل پریس الہ آباد میں باہتمام رمضان علی شاد چھپا